رجسٹرڈ سی نمبر ۲۹۶

ثم جعلنا الشمس عليه دليلا

# الشمس

نمبر | مقاصد و قواعد پرچہ ہذا | ۳

(۱) کتب علم کلام مذہب شیعہ پر جو بیجا حملے ہوئے ہین اُنکا مفصل جواب خصوصاً اُس اخبار کا جواب جو لکھنؤ سے محض شیعون کی مخالفت مین شائع ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کیلئے کتاب مستطاب استقصار پر حملہ کرے جو تمام ہے۔

(۲) بعد فراغت اسکے اُن مختصر رسائل کا جواب جو مخالفین کی طرف سے بغرض تشنیع مذہب حقہ شیعہ شائع ہوئے خصوصاً آیات بینات۔ ہدایات الرشید۔ منہاج السنہ ابن تیمیہ در زبان عربی۔

(۳) حجم اس رسالہ کا کم از کم ۴۸ صفحہ ہوگا۔ مگر قوم کی توجہ سے عنقریب بڑھا دیا جائے گا۔

(۴) پانچ خریدار دینے پر صرف الشمس اور ۱۲ خریدار دینے پر اصلاح و الشمس دونون مفت بطور کمیشن ملینگے

(۵) قیمت شمسی سالانہ مع محصول ڈاک (عہ)

(۶) مراسلات مین نمبر چٹ لکھنا ضروری ہے ورنہ تعمیل محال ہو

(۷) سابق مقام چھوڑتے وقت فوراً دفتر کو مطلع کرنا ہوگا ورنہ عدم وصولی پرچہ کی شکایت معاف

(۸) درصورت عدم وصول پرچہ تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ تک پرچہ مفت ملیگا اسکے بعد ۲ر کا ٹکٹ آنا چاہیے

(۹) جملہ مراسلات اڈیٹر کے نام ہونا چاہئین۔

نوٹ۔ (۱) نامہ نگار اسکے صرف وہ علما ہو سکتے ہین جو خاص مذاق علم الکلام مین تحریر کرین یا علمائے متقدمین کی سوانح عمریان مفصل یا مختصر تحریر فرمائین گو جبتک پوری تحریر آپکی شائع نہوگی۔ (۲) چونکہ اس رسالہ مین خاص علم کلام سے بحث رہیگی لہٰذا کتابون کی خاص ضرورت ہے جو شخص اس قدر بھی مدد کریگا اُسکا بالخصوص شکریہ ادا کیا جائیگا۔

اڈیٹر رسالہ ہذا
مرکز اشاعت دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن
سید محمد حیدر
بقلم سید نو حسن ... لکھنؤ

کی رفتار دیکھئے کیسی تیز ہو کہ ایک شب و روز میں وہ اپنا دورہ پورا کر لیتا ہے ہمراہ ۳۰ یا ۳۱ بار نکلتا ہو اور ہر سال مہینے میں ایک بار بھی اپنی صورت نہیں کہاتا۔ آفتاب کی روشنی دیکھئے کہ رات کو دن کر دیتا ہو ظلمت کو نور سے بدل دیتا ہو شک کی جگہ یقین پیدا کرتا ہو اور یہ رسالہ بجای نور کے ظلمت پیدا کر رہا ہے اور اپنی تمام طاقت اس بات میں خرچ کر رہا ہے کہ اخبار کے نور تاباں کو کسی طرح اپنی ظلمت میں محبور کرے

واللہ متم نورہ ولو کرہ ۔ مورخہ ۲۰ ربیع الثانی

میں نے اس پوری عبارت کو اس غرض سے بجنسہ نقل کیا ہو کہ ناظرین کو کچھ فسانہ آزاد اور فسانہ عجایب کی رنگین بیانیوں کا مزہ آجائے اور مسٹر شرر لکھنو میں شرمائیں کہ وہ ایسے خوش بیان کے سامنے کیا تحریر کا دعوی کر سکتے ہیں

اب ناظرین فرمائیں کہ اسمیں کون سا جملہ ہو جس کا جواب دیا جائے۔ کون سی علمی بات ہے جس کی رد کیجائے اس تحریر سے تحریف قرآن کا مسئلہ کیا حل ہو سکتا ہو۔ کیا جناب مولوی عین القضاۃ صاحب کی تشریف آوری پر بھی اب ایسی ہی تحریریں شایع کرینگے۔ تف ہے

خدا کی شان جو اخبار ہفتہ وار ہو اور ہزاروں روپیہ قوم کا جمع کر کے قارون وقت بنا ہو لکھنو ایسے مقام سے شایع ہوتا ہو جہاں صدہا پریس چلتے ہوں اور کاتب جلد ملنے کاغذ بہر وقت ملتا ہو وہ ماہوار رسالہ پر اسطرح منہ زوری کرے حالانکہ دو دو نمبر ملکر ایک بار شایع کرے اور ۲۰ ربیع الثانی تا ۲۰ جمادی الثانی تک نہ شایع کر سکے ان ھذا لشئ عجاب

آپنے شمس کے معنی سمجھا کر اپنی قوم کو عالم تو ضرور بنا دیا مگر افسوس یہ معنی اسوقت بتائے جب آپ مصداق فبہت الذی کفر ہوئے کہ اب الشمس کے مقابلہ میں ایک حرف نہ لکھ سکے۔

اگر آپکو وجہ تسمیہ نہ معلوم ہو تو اپنے ہی اخبار کے ان نمبروں کو دیکھئے جن میں آپنے خود اہل سنت کا اقرار کیا ہو کہ وہ لوگ آپکی تاویل منسوخ التلاوۃ کو قابل مضحکہ سمجھتے ہیں اور اڈیٹر اسلام جالندھر آپکے کل علما کو دشمن اسلام کہہ رہے ہیں۔

کیا یہ اثر الشمس کا نہیں ہو جس نے حق کو واضح کر دیا اور خود آپکے ہم مذہبوں کو بتا دیا کہ آپکے علما دشمن اسلام ہیں۔ کیا اس سے بڑھکر آفتاب کی روشنی ہو سکتی ہے اور کیا وہ آدمی کا بکار حق قبول کرنیوالا اور شک کو یقین سے بدل دیتا۔ آپ کے نزدیک قابل استعجاب نہیں۔

اگر الشمس کی حدت ایسی نہیں ہے آپ کا دماغ ایسا مختل ہوا تو الشمس کے دو نمبر کا ایک نمبر کیوں کر رہے ہیں حالانکہ احول ایک کو دو کہتا ہے اور اگر اختلال حواس نہیں ہے تو کیوں قرآن میں ایسی تحریف کر رہے ہیں کہ آیہ والشمس تو درہ ولو کرہ المشرکون کو والشمس تو درہ ولو کرہ الکفرون لکھ رہے ہیں کیا اب بھی آپ تحریف سے باز نہ آئیں گے اور یادگار عثمان کو تازہ کرینگے۔

چونکہ اڈیٹر صاحب نے وعدہ کیا ہے انشاء اللہ نمونہ کے طور پر چند امور اس قسم کے الشمس کے تازہ نمبر سے ہفتہ آیندہ نقل کر کے ہدیہ ناظرین کو جائینگے۔ اس لئے ہم بھی منتظر ہیں اگرچہ بجائے ایکہفتہ دو ہفتہ بلکہ تین ہفتہ ختم ہو چکا مگر شاید انکے یہاں ہفتہ مہینہ بھر کا ہوتا ہے۔ لہذا ہم آیندہ نمبر تک انتظار کرینگے۔

## سنی اخبار نویسوں کا تعصب

اسکو تو میں مکرر عرض کر چکا ہوں کہ اصلی غرض مناظرہ کی احقاق حق ہے کہ لوگوں پر حق واضح ہو۔ اسکے لئے جتنی کوششیں ممکن تھیں میں کر گذرا مگر جنکی غرض اس سے نفع دنیوی حاصل کرنا ہے اور مذہب کی باتوں کو چھپانا وہ کب اسپر آمادہ ہوسکتے ہیں۔

آخری تدبیر میں نے یہ بھی کی کہ اس مادہ خاص میں جو تحریریں ہو چکی ہیں ان کا خلاصہ سنی اخبار نویسوں کے پاس روانہ کروں کہ وہ میری اس تحریر کو شایع کریں شاید کسی شخص کو اہل سنت سے اسکی توفیق ہو کہ رسالہ مناظرہ کو منصفانہ دیکھے اسی غرض سے ایک تحریر اڈیٹر پیسہ اخبار کو بھیجا جو صدہا تحریریں اہل اسلام کے مخالف تحریروں غیرہ کی شایع کرتے ہیں۔ مگر وعدہ وعید کرنے پر بھی نہ شایع کیا۔ تب اخبار اہلحدیث کے پاس اس تحریر کو روانہ کیا کیونکہ اس کا اشتہار بعنت اصلاح میں شایع ہو چکا تھا اور انہوں نے وعدہ بھی کیا تھا کہ میں بھی اسطرح کی معاصرانہ خدمت بجالاؤں گا اس سے امید ہوئی کہ مولوی ابو الوفا صاحب وفا کرینگے مگر ــــــــ یاد فاخود نبود در عالم یا مگر کس درین زمانہ نکرد ہو کا مضمون پیش آیا چنانچہ ممدوح کا خط حسب ذیل ہے۔

"جواباً عرض ہے کہ الشمس وغیرہ میں ہمارے مذہب کے خلاف مضمون ہے اس لئے اس کا اشتہار شایع کرنا ہمارے خلاف ہے۔ ہاں اپ کسی ایسی کتاب وغیرہ کا اشتہار چھاپ سکتے ہیں جو ہمارے خلاف نہو۔"

اس تحریر کو دیکھ کر آپ انصاف کر سکتے ہیں کہ اب کون ذریعہ اس کا ہو سکتا ہے کہ ہم اپنی تحقیقات کو اہل سنت کے کان تک پہونچائیں سوا اسکے کہ منشی محمد شفیع صاحب کا نام جو نکہ انکے اخبار کے ذریعہ سے معلوم ہوا لہذا ہر ایک نمبر الشمس کے انکی خدمت میں بھیجا گیا کہ شاید وہ ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ حق کس طرف ہے

# جلد ثالث پر ریویو

سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو الشمس ۱۱ نمبر ۱۰ جلد ۲

بالاھو لا یفسد عند عامة المشائخ لان العوام لا یمیزون ولو وقف علی وقالت الیھود ابتدأ بما بعدہ لا تفسد بالاجماع اہ وفی شرح المنیة والصحیح عدم الفساد فی ذالک کلہ (قولہ وان غیر المعنی یعنی بزازیہ) ظاھرہ انہ ذکر ذالک فی البزازیۃ فی جمیع ما مر ولیس کذالک وانما ذکرہ فی الخطاء فی الاعراب وقد ذکرنا لک عبارة البزازیة فی جمیع ما مر فقد برالی اخراج عبارۃ العربیۃ صفحہ ۴۴۵

(قولہ او بوصل حرف بکلمة) بزازیہ میں ہے کہ اگر ایک حرف کو دوسرے کلمہ سے ملا دیں تو نماز باطل نہ ہوگی منیہ میں ہے کہ قول عام مشائخ پر باطل نہیں ہوا اور بعض باطل کہتے ہیں بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر گمان کرے کہ اصل قران یوں ہی ہے تو نماز باطل ہے اور اگر ایسا نہ گمان کرے تو صحیح ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف اس میں ہے کہ ایک نعبد میں ایا پر سکوت کرے اور کنعبد اسکے بعد پڑھے

قتمہ (واما قطع بعض الکلمة) یعنی اگر ایک کلمہ کو قطع کرے پڑھے تو صوابی قائل فساد ہوا اور سب کا بیان ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ بسبب عموم بلوی کے انقطاع نفس اور نسیان میں لیکن اگر ایسا قصد کرے تو چاہئے کہ فاسد ہو جائے۔ بعض نے کہا اگر ذکر کل کلمہ مفسد ہے تو بعض بھی مفسد ہے والا فلا۔ کہا قاضی نے یہی بہتر ہے حالت عمد میں اور قول عامہ مشائخ لینا چاہئے ضرورت میں۔

قولہ او بوقف وابتداء کہا بزازیہ میں ابتدا سے اگر تغیر فاحش نہو تو نہیں مفسد ہے جیسا کہ وقف کرنا شرط پر قبل جزا۔ یا ابتدا بجزا۔ اسی طرح درمیان صفت و موصوف کے اور اگر معنی بدل جائے مثل اسکے کہ شھد اللہ انہ لا الہ (یعنی گواہی دیا خدا نے کہ نہیں ہے کوئی الہ) پھر شروع کرے کلمہ الا ھو سے جو بمعنی لفظ ہے۔ مگر وہ کیونکہ اصل تو یہ تھا کہ خدا نے اسکی گواہی دی کہ بجز خدا کوئی معبود نہیں اور اس ترکیب سے کاٹ کر پڑھنا پہلا کلمہ کفر ہے اور دوسرا کلمہ الا ہو بے معنی) تو نہ فاسد ہوگی نماز عامہ مشائخ کے نزدیک کیونکہ عوام کو ان باتوں کی تمیز نہیں ہے۔ اسیطرح اگر وقف کرے وقالت الیھود پر اور پھر ابتدا کرے اسکے بعد والے کلمہ سے تو با جماع نماز صحیح ہے۔ شرح المنیہ میں ہے کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔

قولہ ولو زاد کلمۃ ا جو کلمہ کہ زیادہ کیا گیا ہو اُس کی دو صورت ہو ایک یہ کہ قرآن میں ہو دوسرے یہ کہ نہیں ہو ہر حال میں تغیر اُس سے ہوتا ہو یا نہیں اگر تغیر ہو تو موجب فساد ہو مثل اسکے کہ عمل صالحا فلهم اجرهم میں کوئی کلمہ کفر بڑھا دے عمل صالحا وکفر فلهم اجرهم پڑھے یا وما ثمود فهدیناهم کے بعد عصیناهم بڑھا دے اور اگر وہ کلمہ ایسا بڑھایا گیا ہو کہ معنی نہیں بدل جاتے مثل اسکے کہ وبالوالدین احسانا کے ساتھ لفظ برا بڑھا دیں تو نہ فاسد ہوگی نماز بنا بر انکے قول کے (یہ مثال اسکی سمجھکر لفظ برا اگرچہ زیادہ کیا گیا ہو مگر دوسرے مقام پر قرآن میں بھی آیا ہو) یا جو مثال شارح نے دی ہو۔ ان سب صورتوں میں نماز نہ فاسد ہوگی۔ مگر ابو یوسف قایل فساد ہیں کیونکہ قرآن میں نہیں ہے۔

قولہ او نقص کلمۃ بعض نسخوں میں یوں بھی ہو مگر اسکی مثال شارح نے نہیں دی بشرح منیہ میں ہے کہ اگر کوئی کلمہ کم کر دے اس کی مثال جزاء سیئة بسیئة مثلها میں اگر دوسرے سیئة کو کم کر دے تو نماز باطل ہوگی اور اگر آیہ فما لهم لا یؤمنون پڑھیں تو بھی نماز درست ہو۔ بعض نادرست کہتے ہیں اور یہی صحیح ہو قولہ ۲ او نقص حرفا سمجھ رکھو کہ حرف یا اصول کلمے سے ہیں یا نہیں دونوں صورتوں میں اُس سے تغیر ہوتا ہو یا نہیں۔ پس اگر ایسا تغیر ہو جیسا کہ خلقنا کو لقنا یا جعلنا کو علنا پڑھیں تو ابو حنیفہ و محمد دونوں کے نزدیک باطل ہو۔ اور اگر خلق الذکر والانثی سے واو نکال دی جائے تو ابو یوسف کے قول پر نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ الفاظ تو سب قرآن میں موجود ہیں اور اگر تغیر نہ ہو مثل اسکے کہ حذف ہو بقاعدہ ترخیم جیسے مالک کو مال پڑھیں تو بہ اجماع نماز درست ہو یا تعالی جد ربنا سے یا نکالکر تعال جد ربنا پڑھیں تو کسی طرح فاسد نہیں

حضرات اہل سنۃ غور کریں کہ کسطرح کا اختیار ایکو قرآن پر ابتک حاصل ہو کہ نماز کی نیت کرلو بعد جسطرح چاہو قرآن کی ہڈی پسلی توڑ دو جسطرح چاہو کلمہ بڑھا دو گھٹا دو اگرچہ وہ کلمہ کفر ہی ہو مگر نماز کہ سد سکندر ہو۔ جہاں کا لفظ چاہو لا کر قرآن میں ملا دو کوئی پوچھنے والا نہیں جایز ہو سب حلال مگر کسی نے اگر یہ کہدیا کہ عثمان صاحب نے قرآن میں تحریف کی تو وہ رافضی ہو گیا۔

---

سہ منہ مطبوعہ نسخہ میں ۔۔۔ غلط ہے قولہ او نقص حرفا صحیح ہو درست کر لینا چاہیے۔ راقم

ہاں ہاں اور قولہ او قدمہ اسکی مثال یہ دی کہ قسورہ کو قسورہ پڑھو تو ابو یوسف جائز کہتے ہیں
اور محمد باطل اسی طرح انفجرت کو اگر انفرجت پڑھیں اور اگر ایک کلمہ کو مکرر پڑھے تو نماز باطل نہیں ہوتی
مگر یا قانی قایل فساد ہیں بشرطیکہ معنی متغیر ہو جائے مثل رب رب العالمین کے بوجہ اضافت جیسا
کہ اگر بدل دیں ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ سے اور معنی بدلجائے مثل ان الفجار لفی جنات (حالانکہ اصل ان
میں لفی جحیم ہے)

کتاب ظہیریہ میں ہے کہ تکرار کلمہ سے اگر معنی نہ بدلے تو درست ہے اور اگر بدلجائے مثل رب رب العالمین
یا مالک مالک یوم الدین کے تو بعض نے یہ کہا نہیں فاسد ہوتی نماز

مصنف نے جو لفظ کو بدل (الخ) تو اس کی چار صورت ہے ایک یہ کہ ایسا لفظ بدلکر لائیں کہ (۱) معنی
بدل جائے (۲) نہ بدلے (۳) بدلے مگر وہ قرآن میں ہو (۴) بدلے اور قرآن میں نہ ہو۔ پس اگر بدل جائے
تو ایسی حالت میں کہ لعنۃ اللہ علی الموحدین پڑھے بالاتفاق نماز فاسد ہے۔ اور فتح میں یہ قید لگائی
گئی ہے کہ فساد اسوقت ہے جب وقف تام نہ کیا جاوے اور اگر وقف کیا جاوے پھر لفی جنات تو نماز
درست ہے۔

اور اگر معنی نہ بدلے تو نماز درست ہو مگر مثال الرحمن الکریم بجای الرحمن الرحیم میں اتفاق ہے اور ان
المتقین لفی بساتین (بجای جنات) میں اختلاف ہے اور اسی قبیل سے ہے تغیر نسب مثل اسکے کہ مریم بنت
عمران کو مریم ابنۃ غیلان پڑھے یا عیسی ابن لقمان کیونکہ عمداً ایسا کہنا کفر ہے بخلاف عیسی ابن
لقمان کے جیسا کہ فتح میں ہے قولہ ولا یستفہما یعنی نظر کرنا طرف کسی خط کے اور اس کا
سمجھنا بھی مفسد نماز نہیں ہے اگرچہ بغرض سمجھنے کے ہو اگرچہ مکروہ ہے۔ محمد قایل فساد ہیں مگر صحیح
یہی ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس سے کوئی عمل نہیں ہوتا۔ مگر مناسب یہ ہے کہ فقیہ اپنے متعلقین
کو سامنے نہ رکھے کیونکہ ممکن ہے اسکی نگاہ منبر پر پڑے اور وہ سمجھنے لگے تو اسمیں شبہ اختلاف پیدا ہوگا
تمام ہوا ترجمہ مختصراً

اس عبارت سے جو نقل اہل سنت کی جاتی ہے معلوم ہوا کہ تحریف قرآن کے متعلق کس قدر اختیارات
لے رکھے ہیں کیونکہ مصنف اور شارح نے کوئی دقیقہ کوئی ترکیب کوئی عنوان ایسا نہ چھوڑا جس سے تحریف
ممکن ہو مگر سب کو انھوں نے جایز کر دیا مگر قید نماز کی ہے تاکہ خدا دیکھتا ہے یہ لوگ کس طرح کی حرکت

اُس کی قرآن میں کرتے ہیں۔

**عمر صاحب کا حساب کتاب نماز میں** آپکو تعجب ہوگا کہ اہل سنت کے یہاں نماز میں خط و کتابت کا پڑھنا کیونکر جایز ہوا حالانکہ نماز تو معراج المومن ہی مگر اب جانتے ہیں اُنلوگوں کی شریعت یا دین وہ ہے جو خلیفہ دوم کا مذہب تھا لہذا وہی کرینگے جو عمر صاحب کرتے تھے۔ اگرچہ قرآن و حدیث اسکے خلاف ہی کیوں نہو۔ اگر باور نہو تو ازالۃ الخفا ملاحظہ فرمائیں ابوبکر عن عروہ قال عمر انی لاحسب جزیۃ البحرین فی الصلوٰۃ ابوبکر عن ابی عثمان النہدی قال عمر کا ہی چیوشی و انا فی الصلوٰۃ صـ۹۳ مقصد دوم یعنی ابوبکر عروہ سے روایت کرتے ہیں کہا عمر نے میں تو جزیہ بحرین کا حساب نماز میں کیا کرتا ہوں اور عثمان نہدی راوی ہیں کہ عمر صاحب کہتے تھے میں اپنے لشکر کا سامان نماز ہی میں کر لیتا ہوں پھر جس مذہب کا خلیفہ بلکہ شرطیہ نبی ایسا ہو کہ نماز میں حساب کتاب کرے اور لشکر کا لشکر پایہ آتا رہے اُسکی امت نے اگر نماز میں خطوط پڑھی تو کیا جائے تعجب ہے۔

**قرات کی ضرورت نہیں** اسی کا یہ بھی نتیجہ ہے کہ عمر صاحب نے اصل قرات ہی کی ضرورت ساقط کر دی۔ ازالۃ الخفا میں ہے الشافعی فی القدیم ان عمر بن الخطاب صلی فلم یقرء فقال لہم کیف کان الرکوع والسجود قالوا حسنا قال فلا باس صـ۹ یعنی عمر نے نماز پڑھی اور اس میں کچھ قرات نہ کی تو لوگوں سے پوچھا رکوع سجود کیسا تھا کہا بہت اچھا۔ کہا عمر نے تو اب کوئی مضایقہ نہیں

اس سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ عمر صاحب نماز ہی میں بحرین کے جزیہ کا حساب کرتے تھے اور لشکر روانہ کرتے تو پھر قرات کیونکر کرتے توجہ نفس دو کام کیطرف بیکوقت محال ہے

**بسم اللہ کا ترک نماز میں** اب اس سے بڑھکر اہل سنت کے امت عمری ہونیکی کیا دلیل چاہتے ہو کہ چونکہ عمر صاحب اور انکے ماقبل اور مابعد خلیفہ نے بسم اللہ کو نماز سے اڑا دیا تھا آجتک اہلسنت کا اسی پر عمل ہے ازالۃ الخفا میں ہے والشافعی عن انس کان ابی بکر و عمر و عثمان یفتحوا القرأۃ بالحمد للہ رب العالمین زاد فی روایۃ وکان یقرء بسم اللہ الرحمن الرحیم صـ۹۲ یعنی انس راوی ہیں کہ ابوبکر عمر عثمان نماز کی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے یعنی بتصریح روایت دیگر بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتے تھے۔ حالانکہ متواتر ثابت ہے کہ رسول اللہ باواز بلند بسم اللہ فرماتے تھے زیادہ تفصیل چاہیے تو رسالہ البسملہ ملاحظہ فرمائیے

جمع بین الصلوتین | اگر اب بھی نہ تسکین ہو تو اس کو ملاحظہ فرمالے کہ اہل سنت کو اسمیں کس قدر اہتمام ہے کہ ہر نماز علیحدہ علیحدہ پڑھی جائے حالانکہ حکم رسول اللہ سے ثابت ہے کہ آپنے بلاضرورت سفر وغیرہ دو نو نمازیں ایک ساتھ پڑھی ہیں۔ مگر چونکہ عمر صاحب کی رائے اسکے خلاف تھی لہذا کسی طرح اہل سنت نہیں چاہتے کہ حکم عمری سے عدول کرکے حکم رسول کی تعمیل کریں ازالۃ الخفا میں ہے الشافعی یذکر عن عمر انہ کتب ان الجمع بین الصلوتین من الکبائر وقلت احتج بہا الحنفیۃ علی ان لا جمع بین الصلوتین فی السفر واجاب الشافعی بانہ مرسل ولو صح فالسفر والمطر عذر کیف لانہ قد صح ان النبی صلعم جمع فی تبوک وعمر اعلم باللہ ورسولہ من ان یمنع ذالک ص ۵۹ شافعی روایت کرتے ہیں کہ عمر نے لکھا تھا جمع کرنا دونوں نمازوں میں گناہان کبیرہ سے ہے شاہ صاحب کہتے ہیں کہ حنفیوں نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ سفر میں بھی دونوں نماز کو جمع نہ کرنا چاہیئے۔ شافعی یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اور اگر صحیح ہو تو سفر و مطر بھی تو عذر سے ہے حالانکہ بطور صحیح ثابت ہے کہ رسول اللہ نے تبوک میں جمع کیا تھا اور عمر زیادہ اعلم ہیں ساتھ خدا و رسول کے کہ منع کریں اس سے۔

دیکھئے یہ روایت کیا بتارہی ہے کہ عمر صاحب نے نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا گناہان کبیرہ سے بنایا لہذا وہی حکم معمول بہ اہل سنت کا قرار پایا اور جو حکم بطور صحیح ثابت ہے کہ حضرت نے نماز کو جمع کیا تو وہ پس پشت ڈالدیا گیا۔ اور بجز فرقہ حقہ شیعہ کوئی اس کا عامل نہیں۔ تو کیا ان امور کے بعد بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اہل سنت سنت رسول اللہ کے پیرو ہیں؟

نماز میں بوسہ بازی | چونکہ مفسدات نماز کا بیان ہے لہذا اس مضمون پر خاتمہ اس کا مناسب ہے درمختار میں ہے

او مص ثدیہا ثلاثا او مرۃ ونزل لبنہا او مسہا لشہوۃ او قبلہا بدونہا فسدت لا لو قبلتہ لم یشتہہا والفرق ان فی تقبیلہ معنے الجماع ص ۲۳۱

یعنی اگر کوئی عورت کے پستان کو نماز میں تین مرتبہ چوسے یا ایک ہی دفعہ ایسا چوسے کہ دودھ نکل آئے یا مس کرے بشہوت یا بوسہ دے بدون شہوت تو مرد کی نماز فاسد ہوگی مگر عورت اگر یہ سب کام کرے تو اسکی نماز نہ فاسد ہوگی

اسکی شرح میں شارح علامہ فرماتے ہیں فی الخلاصۃ لو نظر الی فرج المطلقۃ رجعیا بشہوۃ یصیر مراجعا ولا تفسد صلاتہ فی روایۃ ھو المختار ص ۴۱۲

یعنی اگر نقل کرے طرف فرج اپنی عورت کے جسکو طلاق رجعی دیا ہو تو طلاق کا حکم اٹھ جائیگا اور وہ اس کی زوجہ ہو جائیگی اور نماز بھی باطل نہوگی

**رجوع اصل کلام کیطرف** | چونکہ تحریف قران کا مسئلہ اثنای نماز میں پیش آیا تھا کہ کتنی صورتیں تحریف قران کی اہل سنت کے یہاں جایز ہیں حالت نماز میں اس لئے ضمناً ان مسایل کا بھی ذکر اجمالی آگیا کہ جس نماز میں بوسہ بازی بلکہ فرج مطلقہ کیطرف دیکھنا شہوت سے جایز ہو اس نماز میں اگر تحریف کی جاوے تو کیا مضایقہ۔

**توریت و انجیل کا نماز میں پڑھنا** | اب میں زیادہ طول دینا نہیں چاہتا بلکہ اسی جگہ پر اس مسئلہ کو ختم کرتا ہوں کہ اہل سنت نے صرف یہی نہیں کیا کہ قران کی پڑی پسلی توڑنا نماز میں ہر طرح جایز رکھا بلکہ یہاں تک آمادہ توہین ہوے کہ اس کو بھی جایز کر دیا کہ اگر چاہو تو بجای قران توریت و انجیل کو نماز میں پڑھو درمختار میں ہے فروع قرء بالفارسیة او التوراة والانجیل ان قصة تفسد وان ذکر لا والحق بہ فی البحر الشاذ لکن فی النھر الا وجہ انہ لا یفسد ولا یجزی ص۳۰۳ یعنی اگر فارسی کی قرات کرے یا توراة اور انجیل کو بطور قصہ پڑھے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بطور ذکر پڑھے (یعنی بجای قران) تو نماز فاسد نہوگی۔ بحر میں قرات شاذہ کو بھی اسی سے ملحق کیا ہے۔ مگر نہر میں ہے کہ اوجہ یہ ہے کہ نماز اس سے فاسد ہوگی نہ یہ قرات کافی ہوگی شارح علام لکھتے ہیں فی منظومہ ابن وہبان ؎

وان قرء المکتوب فی الصحف الالی  اذا کان کالتسبیح لیس بغیر

والصحف الاولی جمع صحیفة المراد بہا التوراة والانجیل والزبور وتمام الکلام فی شرح الوہبانیہ ص۱۲۱ یعنی منظومہ ابن وہباں میں ہے کہ اگر نماز میں صحف اولی کو مثل تسبیح پڑھے تو نماز نہ فاسد ہوگی۔ اس کی شرح میں لکھتے ہیں صحف اولی سے مراد توراة۔ انجیل۔ زبور ہے اور تمام کلام شرح وہبانیہ میں ہے

اب تو ناظرین کو معلوم ہوگا کہ اہل سنت کا مذہب کیا ہے اور دراصل اہل اسلام سے ہیں یا یہود و نصاریٰ سے کہ نماز میں۔ قران میں تحریف کرنے کو یہ جایز رکھیں کہ جسطرح چاہو گھٹاؤ بڑھاؤ۔ رد و بدل کرو۔ مقدم کو موخر کرو۔ یہانتک کہ بجای قران تم توراة۔ انجیل زبور پڑھو کوئی مضایقہ نہیں۔

اگر اس کا ماخذ بھی چاہتے ہو تو پہلے پڑھ آئے ہو کہ عمر صاحب یہود اور اہل کتاب کی
کتابیں لکھوا لکھوا کر رسول اللہ کو لا کر سناتے جس سے حضرت کا مارے غصہ کے متغیر ہو جاتا مگر یہ باز نہ آتے
پھر عمر صاحب کی امت اگر اتنی ترقی کرے کہ نماز میں توریت و انجیل کے پڑھنے کو جایز کریں تو
کیا مقام تعجب ہی

پہلے اس کو بھی آپ پڑھ آئے ہیں کہ بہت سے علمای اہل سنت ان کتابوں کو محرف بھی
نہیں سمجھتے اور بعض حضرات وہ بھی ہیں جو قران سے بھی زیادہ اسکو قابل اعتبار جانتے ہیں بعض
اگر ان کتابوں کے دیکھنے اور بیچنے خریدنے کو ناجایز جانتے ہیں تو علمای حنفیہ خود نماز میں بجائے
قران اسکی قرات کو جایز کہتے ہیں۔ اسکے بعد بھی وہ مسلمان ہیں۔

جن اڈیٹر صاحب کے جواب میں الشمس نکل رہا ہی انھوں نے ابھی تازہ اشاعت مورخہ ۱۴
ربیع الثانی میں یہ مضمون شایع کیا ہے کہ اہل سنت کو چاہیے شیعوں سے بالکل قطع تعلق کرکے
ہندوؤں سے میل جول کو ترقی دیں۔ جسپر ہم ان کو مبارکباد دے سکتے ہیں کیونکہ اس سے **گاؤکشی** تو ضرور
موقوف ہو گی جسپر انکے **ہزاروں مرید** ثانی قصاب دلی کی خوں ریزی پر آمادہ ہونگے۔

مگر اب ان احکام کے معلوم ہو سکے بعد اگر سقیفہ والی پنچایت میں یہ رای پاس کریں کہ عیسائیوں
کے گرجا میں جا کر نماز پڑھیں تو زیادہ انسب ہو گا کیونکہ جب مذہبی حیثیت سے انکے یہاں نماز میں
توراۃ و انجیل کا پڑھنا جایز ہی۔ تو پھر عیسائیوں کے ساتھ شریک ہونا تو اور بھی موجب ثواب
ہوگا۔ کیونکہ صلوا خلف کل بر و فاجر کا حکم ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو اسی لئے
ہے کہ جس کے ساتھ چاہو پڑھ لو۔ پھر اس کی بھی اجازت مل گئی کہ توریت و انجیل کو نماز میں
پڑھا کرو تو اب باقی کیا رہا

اگر اڈیٹر صاحب غور کرینگے تو اس رای میں وہ زیادہ نفع میں رہیں گے۔ کیونکہ عیسائی حکام
وقت میں انکی موافقت و متابعت نماز وغیرہ میں آپ کو زیادہ فایدہ دیگی اور کیا عجب کہ سلطان
ٹرکی کی جان بلکہ سلطنت بھی بچ جائے۔ کیونکہ جب تمام یورپ کو معلوم ہو جائیگا کہ دراصل یہ لوگ
بھی انہیں کے مذہب پر ہیں پھر مخالفت کیسی

افسوس کہ سلسلۂ کلام نے ہمکو یہاں پہونچایا ورنہ یہ بحث تو طے ہو چکی تھی۔ مگر اڈیٹر صاحب

کہ اس جلسے" اور اس عقیدہ کا ابھی کیا ہو آیندہ چل کر آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ ہمکو مجبور کیا کہ ان نتایج کو پیش کریں ورنہ ہم جانتے ہیں جس وقت عیسائیوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اہل سنت کے یہاں نماز میں تحریف کرنا قران بیں جایز ہے اور توراۃ و انجیل و زبور کے پڑھنے کا حکم ہے تو وہ کب ان کی جان چھوڑنے والے ہیں

افسوس صد افسوس کہ ہمنے پہلے ان کو بہت کچھ سمجھایا کہ اس بحث تحریف قران سے باز آئے کہ مخالفین اسلام کو ناحق مضحکہ کا موقع ملے گا مگر انھوں نے نہ مانا اور نہ سمجھے کہ اس مسئلہ میں شیعہ انکو بالکل لاجواب کر دینگے۔ لہذا پھر اسی مضمون کو مکرر نقل کرنا شروع کیا جس کو پہلے جلد میں لکھ چکے تھے اب الشمس کی ضیا باری نے بتا دیا کہ ستارہ پرستوں کی کیا حقیقت ہے اور وہ کہانتک نور ہدایت سے محروم ہیں صدق اللہ تعالی قال ابراہیم فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بہا من المغرب فبہت الذی کفر

ایک تاریخی واقعہ | ان احکام اور ان اجتہادوں کا نتیجہ تو یہ تھا کہ اگر کوئی اصلی قران کو پڑھتا اور اُن آیات کی تلاوت کرتا جو نکال ڈالی گئی ہیں تو کم سے کم اس پر سکوت کرتے اور پڑھنے دیتے مگر چونکہ اس سے اصلی راز فاش ہوتا تھا لہذا اگر کوئی اُس قرات پر پڑھتا تو گردن زدنی قرار پاتا۔ چنانچہ ابن شنبوذ نامے ایک عابد و زاہد شخص نے جب نمازوں میں اُس قرأت کو پڑھنا شروع کیا جو عبداللہ ابن مسعود کی قرأت تھی تو سارے علمای اہل سنت بگڑ گئے اور چاہا کہ اس کو مار ڈالیں۔ دس بیس کوڑے اُس غریب پر پڑے تھے کہ بلبلا گیا اور حسب دلخواہ اُن کے اقرار کیا کہ اب اسطرح نہ پڑھیں گے تب اُسکی جان بچی۔ چنانچہ معجم الادبا یاقوت حموی میں ہے

حدیث اسمعیل بن علی الخطبی فی کتاب التاریخ قال واشتہر ببغداد امر رجل یعرف بابن شنبوذ یقری الناس ویقرا فی المحراب بحروف یخالف فیہا المصحف فیما یروی عن عبداللہ بن مسعود وابی ابن کعب وغیرہما مما کان یقرء بہ قبل المصحف الذی جمعہ عثمان ویتتبع الشواذ فیقرء بہا ویجادل حتی عظم امرہ وفحش وانکرہ الناس فوجہ السلطان وقبض علیہ فی سنۃ ثلث وعشرین وثلثمائۃ وحمل الی دار الوزیر محمد بن مقلہ واحضر القضاۃ والفقہاء والقراء وناظرہ الوزیر بحضرتہ فاقام علی ما ذکر عنہ ونصرہ

باقی آیندہ

انکار کرتے ہیں پھر کیونکر آپ ایسا دعویٰ کرسکتے ہیں آخر میں سیوطی نے اس تاویل کو بھی باطل کردیا کہ کوئی اسکو خبر احاد کہہ سکے کیونکہ خود عمر نے حضرت سے اس کو اخذ کیا تھا اور یاد کیا تھا۔ تو اب بجز اسکے کیا کہا جاسکتا ہے کہ زبردستی یہ آیۃ لکھا گیا اور خلیفہ دوم ہاتھ ہی ملتے رہگئے اور مرتے دم تک افسوس ہی کرتے رہے۔ پھر آپ کیسے امتی ہیں جو بمخالفت خلیفہ دوم و اعیان علما اسکے منسوخ التلاوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو بالکل مہمل دعوے ہے۔

اب سُنئے کہ وہی علامہ سیوطی نہ لکھنے کی وجہ کیا لکھتے ہیں اسی عبارت بالا کے بعد لکھتے ہیں واخرج الحاکم من طریق کثیر ابن الصلت قال زید بن ثابت و سعید بن العاص یکتبان المصحف فمرا علی ھذہ الایۃ فقال زید سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ فقال عمر لما نزلت اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت اکتبھا فکانہ کرہ ذالک فقال عمر الا تری ان الشیخ اذا زنی ولم یحصن جلد وان الشاب اذ زنا واحصن رجم قال ابن حجر فی شرح المنھاج فیستفاد من ھذا الحدیث السبب فی نسخ تلاوتھا لکون العمل علی غیر الظاھر من عمومھا قلت وخطرلی فی ذالک نکتۃ حسنۃ وھو ان سببہ التخفیف علی الامۃ بعدم اشتھار تلاوتھا وکتابتھا فی المصحف وان کان حکمھا باقیا لانہ اثقل الاحکام واشدھا واغلظ الحدود وفیہ اشارۃ الی ندب الستر

یعنی امام حاکم نے بطریق کثیر ابن الصلت روایت کی ہے کہ زید بن ثابت اور سعید بن عاص قرآن لکھ رہے تھے جب اس آیہ پر پہونچے تو زید نے کہا میں نے سنا ہے رسول اللہ کو کہتے تھے الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ پس کہا عمر نے جب آیہ نازل ہوا تو میں رسول اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ لکھ لوں اسکو۔ لیکن یا حضرت نے اس سے کراہیت کی پس کہا عمر نے کیا نہیں دیکھتا کہ جب جوان زنا کرتا ہے اور احصان نہیں کرتا تو اُس پر جلدہ جاری ہوتا ہے (کوڑا مارا جاتا ہے) اور جب شیخ (بڈھا) زنا کرتا ہے تو وہ رجم کیا جاتا ہے۔ کہا ابن حجر نے شرح منہاج میں کہ اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے سبب نسخ تلاوت کیونکہ عمل غیر ظاہر پر ہے اُسکے عموم سے (سیوطی) کہتے ہیں اور میرے دل میں یہ نکتہ آتا ہے کہ سبب اس کا تخفیف ہے امت پر تاکہ اسکی تلاوت نہ مشہور ہو اور لکھا نہ جائے مصحف میں اگرچہ حکم اس کا باقی ہے کیونکہ یہ اثقل احکام ہے اور اشد و اغلظ حدود اور اسمیں اشارہ ہے طرف استحباب ستر کے۔

اب اس روایت کو روایات سابقہ سے ملایئے تو عجیب و غریب فوائد حاصل ہوتے ہیں

**ایک** یہ کہ یہ آیہ لکھا ہوا تھا جو زید و سعید بن عاص کے سامنے پیش ہوا کیونکہ یہ مسلمات اہل سنت سے ہے وہ لوگ اسی کو قرآن کہتے ہیں جو لکھا ہوتا اور حفظ کی گواہی بھی گذرتی با این ہمہ نہ لکھا گیا **دوسرے** یہ کہ زید بن ثابت بھی گواہی دے رہے ہیں جو دوسری شہادت ہے خلیفہ دوم کی بعد پھر نہ لکھا جانا صاف بتا رہا ہے کسی خاص غرض سے نہ لکھا گیا **تیسرے** یہ کہ عمر صاحب یہاں سوئے ہوئے ہیں حضرت نے اسکی کتابت سے کراہت ظاہر کی پھر اس پر عمر صاحب کا اصرار نہایت ہی مزہ دار ہے کہ مرتے دم تک اس پر مصر ہے **چوتھے** یہ کہ لازم آتا ہے آنحضرت صلعم ما انزل اللہ چھپاتے تھے جو اس کی لکھنے سے کراہت ظاہر کی حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے فاصدع بما تؤمر و تخشی الناس و اللہ احق ان تخشاہ کیا کوئی مسلمان ایسا گمان کر سکتا ہے **پانچویں** یہ کہ عمر صاحب بتاتے ہیں کہ شیخ زانی غیر محصن پر تو رجم کیا جاتا ہے اور جوان زانی غیر محصن پر جلد جو مناقض صریح ہوا آیہ کا جس سے ابن حجر نے یہ نتیجہ نکالا چونکہ عمل خلاف ظاہر آیہ تھا اسلئے منسوخ التلاوۃ قرار پایا کیا کوئی عاقل اسکو قبول کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم خلاف حکم خدا کرتے تھے اور کیا اس وجہ سے کوئی آیہ قرآن کا منسوخ ہو سکتا ہے اور اگر تخصیص کے قایل ہوں تو کیا دوسری آیتوں میں تخصیص نہیں ہوئی **چھٹے** یہ کہ سیوطی صاحب تخفیف امت کو وجہ قرار دیتے ہیں مگر کیا آپ خدا سے زیادہ رحیم ہیں جو حکم رجم کو نازل کرے اور آپ اس کو منسوخ التلاوۃ بتائیں **ساتویں** یہ لازم آتا ہے کہ عمر صاحب کی قساوت کا اقرار کیا جائے باوجودیکہ بحکم رسول منسوخ التلاوۃ ہونا اس آیہ کا ان کو معلوم تھا مگر مرتے دم تک اصرار رہا کہ یہ حکم قرآنی ہے **آٹھویں** سیوطی تو مذہب ستر کو اس کا نتیجہ بتائیں اور خلیفہ صاحب ایسے ہاتک استار تھے کہ مرتے دم تک پردہ فاش کرتے رہے

اب دوسری روایت سے لکھتے ہیں واخرج النسائی ان مروان بن الحکم قال لزید بن ثابت الا تکتبہا فی المصحف قال زید بن ان الشاب الثیبین یرجمان ولقد ذکرنا ذالک فقال عمر انا اکفیکم

مروان ابن حکم نے زید ابن ثابت سے کہا کہ کیوں نہیں لکھتے ہو اس کو مصحف میں تو کہا کیا نہیں دیکھتا کہ جوان زانی محصن پر بھی رجم ہوتا ہے تو اگر اس آیہ کو لکھیں تو اس کا بطلان لازم آتا ہے ہم نے بھی اس کا قصد کیا تھا تو عمر نے

فقال یارسول اللہ اکتبنی آیۃ الرجم قال لاتستطیع قولہ اکتب لی ای ائذن لی فی کتابتہا ومکنی من ذالک واخرج ابن الضریس فی فضائل القران عن یعلی بن حکیم عن زید بن [illegible] ان عمر خطب الناس فقال لاتشکوا فی الرجم فانہ حق ولقد ہممت ان اکتبہ فی المصحف فسألت ابی ابن کعب فقال الیس اتیتنی وانا استقرءہا رسول اللہ فدفعت فی صدری وقلت تستقرءہ آیۃ الرجم وہم یتسافدون تسافد الحمر قال ابن حجر وفیہ اشارۃ الی بیان السبب فی رفع تلاوتہا وہو الاختلاف

کہا ہم کفایت کرتے ہیں جاکر رسول اللہ سے کہا کہ لکھ دیجئے مجھے آیہ رجم تو حضرت نے فرمایا تو اس پر قادر نہو گا لکھدینے سے مراد یہ ہے کہ چاہا تھا حضرت سے اسکے لکھنے کی اجازت لیں کہ آپ ہمکو اس پر قدرت دیں اور ابن ضریس نے روایت کی ہو کہ عمر نے خطبہ میں کہا نہ شک کرو آیہ رجم میں وہ حق ہو میں نے چاہا تھا اس کو مصحف میں لکھ لوں ابی سے کہا تو اس نے کہا تجھے یاد نہیں ہو کہ جب رسول اللہ ہمکو پڑھا رہے تھے تو تم نے میرے سینہ میں مارا اور کہا کہ آیہ رجم پڑھتے ہو حالانکہ یہ لوگ اصحابہ جانوروں کیطرح زنا کرتے ہیں۔ کہا ابن حجر نے تو معلوم ہوا رفع تلاوت کیوجہ وہی اختلاف ہو

اب ان دونوں روایتوں کو سابق روایت سے ملائے تو اور بھی مزہ آئے کہ کہاں وہ بیان کہ حضرت نے اسکے لکھنے سے کراہت ظاہر کی اور کہاں یہ بیان کہ حضرت نے فرمایا تو اس کے لکھنے پر قادر نہو گا کیا یہ بھی **فرمیش** راز ہے کہ بیان ہو سکے۔

تیسری روایت ان سب کے خلاف ہو خود عمر صاحب اس آیہ کی تلاوت کے بھی خلاف ہیں اسکے روادار نہیں کہ انحضرت صلعم سے کوئی اس سورہ کو یاد کرے **کیونکہ صحابہ مثل بہائم کے زناکاری کرتے تھے**۔

ہمنے ان روایات کو یہاں زیادہ تر اس غرض سے لکھا ہو کہ اڈیٹر صاحب نے آیندہ چل کر وعدہ جمع جمیع طریق کا کیا ہو۔ مگر ان روایتوں کو نہ لکھا جس سے ان کی ایمانداری ظاہر ہو

دوسری غرض یہ ہو کہ معلوم ہو عقیدہ اہل سنت یہ ہو کہ معاذ اللہ آنحضرت احکام باری تعالی کو چھپاتے تھے کہ خدا نے تو آیہ رجم کو نازل کیا اور صحابہ بصد شوق و ذوق اسے لکھا چاہتے ہیں مگر معاذ اللہ حضرت اسکے روادار نہیں کہ یہ آیہ لکھا جاسکے۔ کبھی تو کراہت ظاہر کرتے ہیں اور کبھی تقدیری

امور سے روکتے ہیں کہ تجھے اسکی قدرت نہ ہوگی

عمر صاحب کو چونکہ اس کی خاص کد تھی جیسطرح ہو سکے رسول اللہ کی تکذیب کریں اور حضرت کی نبوت کو معاذ اللہ مٹائیں لہذا انھوں نے اپنی پوری کوشش اس میں ختم کر دی ہے کہ کسی طرح درج قران کر لیا جائے۔ مگر افسوس تقدیر سے مجبور تھے لہذا وہ کوشش کر گئے کہ قیامت تک لوگوں کو معلوم ہے یہ آیہ قرآن میں نازل ہوا مگر رسول اللہ نے نہ لکھنے دیا

پھر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ حضرت نے بجواب عمر صاحب فرمایا تو اس پر قادر نہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ عمر صاحب نے محض اس آیہ رجم کی کتابت کی خواہش تھی نہ اس کی کہ قران مرتب میں لکھتے کیونکہ نہ قران مرتب ہوا تھا نہ پورا لکھا گیا تھا تو اب فرمائیے حضرت کا قول انک لا تقدر کیونکر صادق رہا کیونکہ عام طور سے وہ آیہ لکھا گیا اور آجتک لکھا ہوا موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔ تو اب آپ ہی فرمائے اس حدیث سے حضرت کی تصدیق ثابت ہوئی یا معاذ اللہ تکذیب ہے

قولہ بے شک اہل سنت اس اعتقاد کو کہ قران میں کسی نے کمی بیشی کر دی یا کوئی غیر منسوخ التلاوۃ ایت اسمیں درج ہونے سے رہگئی موجب کفر وشقاق جانتے ہیں کیونکہ یہ اعتقاد آیہ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے مخالف ہے

اقول (۱) اولا یہ دعوی اس درجہ غلط ہے جسکی حد نہیں سابقا کتب عقاید کی عبارت لکھی گئی جسمیں کہیں اس کا ذکر ہی نہیں کہ تحریف قران کا اعتقاد کرنا چاہیے یا نہ پھر اسکو عقاید اہل سنت میں کیونکر داخل کر سکتے ہیں اب بھی اگر آپکو شرافت کا دعوی ہے تو دو چار کتب عقاید کی عبارتیں اس مطلب کی نقل کیجئے تو انعام لیجئے۔ مگر یہ یاد رہے کہ ان کتابوں کی عبارت نہ لکھئے گا جو بجواب شیعہ تصنیف ہوئیں۔ کیونکہ شیعوں کے مقابلہ میں تو آپکا اصول کے پابند نہیں عقاید دوانی۔ عقاید تفتازانی۔ عقاید رومی۔ حسن العقیدہ شاہ ولی اللہ۔ عقاید ابن تیمیہ سے کوئی عبارت نقل کیجئے تو آپ کی دیانت داری معلوم ہو

ثانیا بالفرض اگر یہی آپ کا عقیدہ ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد ہزاروں صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین کے کفر وشقاق کا علاج آپ کو اقرار کرنا ہوگا کیونکہ متواتر روایتیں اسکی

بفضل خدا اسے ہر جملہ کو میں نے اسطرح ثابت کر دیا ہے کہ اگر ہفت اقلیم کے اہل سنت جمع ہوں
تو بشرط انصاف ایک لفظ اس کا غلط نہیں کر سکتے۔ اور یوں تو جب واقعہ شہادت امام حسین علیہ السلام
غلط ہو گیا تو اب کون واقعہ انکے نزدیک ثابت رہ سکتا ہے

**نتیجہ نہم** میں نے یہ لکھا تھا (۹) عثمان نے اسی خیال سے کہ اختلاف نہ ہو سب کے قرآن لیکر
جلوا دئے اسپر اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں نتیجہ نہم البتہ مسلم ہے بیشک حضرت عثمان نے رفع اختلاف
کی غرض سے اور مصاحف کو معدوم کر دیا۔ مگر یہ ایک بہت عمدہ بات انھوں نے کی جس کو
آپ برا سمجھتے ہیں ہنر کو عیب سمجھنا آپ ہی حضرات کا کام ہے۔ اہل اسلام تو حضرت عثمان کے
اس عظیم الشان احسان سے کسیطرح سبکدوش نہیں ہو سکتے اگر ہر موئے بدن زبان ہو جائے
اور ہر زبان دن رات اس احسان کی شکرگذاری میں رطب اللسان ہے تب بھی باللہ العظیم اس
احسان کا ایک شمہ شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر حضرت عثمان نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آج جو
اختلافات اناجیل اربعہ میں تم دیکھ رہے ہو مجموعہ عہد عتیق کی جو حالت تمہارے پیش نظر ہے اس
سے بھی زیادہ قرآن کی حالت ہوتی مگر ان کے اس احسان کی لذت اسی کی مل سکتی ہے جسکے
دل میں اسلام کی محبت ہو جان و دل سے اسلام کا شیفتہ ہو اور قرآن عظیم کا دلدادہ ہو

وہ اس لذت کو کیا سمجھ سکتا ہے جو قرآن کو نظم عثمانی اور سرکاری اڈیشن کہتا ہو جسکو
مطالب عالیہ کا (معاذ اللہ) خبط سے ربط بتاتا ہو جو اسکو چند جہال عرب کا جمع کیا ہوا اور
قابل اعتراض سمجھتا ہو۔

اے مالک عرش و کرسی اپنے رحمت کی گرانبہا تاج اور اپنے رضوان کے بیش بہا حلے اپنے برگزیدہ
نبی کے ان جان نثار خادموں کے سر پر رکھ اور انکے زیب بدن فرما جن کی کوشش سے آج
ہم اور تمام دنیا کے مسلمان کیا مشرق کے رہنے والے اور کیا مغرب کے رہنے والے اور کیا
شمال اور کیا جنوب کے سب تیرے مقدس کلام کی دولت سے مالامال ہیں۔ آمین آمین!

یہ تھی مختصر کیفیت ان غلط اور مہمل نتائج کی جو آپنے روایات اتقان سے اخذ کئے تھے
اور بخیال خود آپ سمجھتے تھے کہ میں نے بہت کچھ اہل سنت کی روایات سے ثابت کر دیا لیکن انہیں
قصبہ اہل سنت کا عقیدہ دکھانے کے لئے نقل کی تھیں۔

اقول الحمد للہ کہ اتنے دنوں کے بعد ایک کلمۂ حق تو آپ کی زبان سے نکلا۔ مگر اسمیں بھی "معدوم کر دیا" کا "مٹا دیا" لگا دیا اور یہ نہ کہا "جلا دیا"

کیوں جناب اگر جلوا دیا کہتے تو کیا بگڑ جاتا۔ کیا آپ پر کوئی الزام آسکتا تھا۔ کیا آپ دروغ گو ہوتے؟ پھر کیوں لفظ کو بدل دیا یہی تحریف ہے

اس مکر کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی تھی مگر یا ایک جملہ تھا انھوں نے کہ جس کو آپ اسمجھے ہیں کیونکہ میری عبارت میں تو ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے سمجھا جائے کہ بُرا کیا یا بھلا کیونکہ وہاں تو صرف اظہار واقعہ ہے۔ پھر وہ عبارت پڑھئے "عثمان نے اسی خیال سے کہ اختلاف نہ رہے مصحف قرآن لیکر جلوا دئے" یہی خلفائے ثلثہ فرمائیے اسکے کون سے لفظ سے آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ میں اسکو بُرا سمجھ رہا ہوں حالانکہ میں بھی وہی کہہ رہا ہوں جو آپ فرماتے ہیں

واقعاً اہل اسلام کیا بلکہ اہل کفر بھی حضرت عثمان کے اس عظیم الشان احسان سے کسیطرح سبکدوش نہیں ہو سکتے کیونکہ اگر حضرت عثمان اسطرح نہ جمع کرتے تو نہ کسی کافر کو اعتراض کا موقع ملتا جس سے ان کی کتابیں خوب فروخت ہوتی ہیں اور نہ خود حضرات اہل سنۃ اُن کتابوں کے فروخت کے ٹھیکیدار ہیں نہ اہل سنۃ کو اسقدر ضرورت پڑتی کہ عیسائیوں اور آریوں کے جواب میں اسقدر زٹل بٹل کریں جس سے اُن کا تو پیٹ بھرتا ہوا اور اہل اسلام تباہ ہوں

اختلاف قرآن اور اختلاف انجیل کی مشابہت

یہ عجیب مضحکہ جملہ ہے کہ "اگر حضرت عثمان نے ایسا کیا ہوتا، کیونکہ پہلے تو آپ ہر جگہ لکھ چکے ہیں کسی قسم کا اختلاف ہی نہ تھا۔ یہاں کیا ہو گیا جو فرماتے ہیں کہ قرآن میں ایسا اختلاف ہوتا کہ اناجیل اربعہ سے بھی زیادہ اسکی حالت ہوتی" اجی جناب تنبیہ میں تو آپ فرما چکے ہیں "اجی جناب دو نو مرتبہ کے جمع میں تمام صحابہ شریک تھے یعنی بعہد ابوبکر صدیق بھی و بعہد حضرت عثمان بھی اگر سب صحابہ شریک نہوتے اور سب کے اتفاق سے یہ کام نہوتا تو سب اسپر متفق کیوں ہو جاتے"

اور یہاں آپ فرماتے ہیں اگر حضرت عثمان نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آج جو اختلافات اناجیل اربعہ میں دیکھ رہے ہو مجموعہ عہد عتیق کی جو حالت تمہارے پیش نظر ہے اس سے بھی زیادہ قرآن کی حالت ہو جاتی آخر کچھ معلوم تو ہو آپ دمی ہیں یا کیا؟ کہ ایک جگہ تو وہ کہتے ہیں کسی طرح کا اختلاف ہی

نہ تھا اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ اناجیل اربعہ کے اختلافات سے بھی بدتر حالت ہوتی

میرے دماغ میں تو اتنی قابلیت نہیں ہے کہ آپکے اس اختلاف بیانی کو سمجھ سکوں کہ دوسطر پہلے انکار کرتے ہیں پھر اقرار ایکبارگی اقرار کیا پھر انکار آخر ہو کیا گیا اپنا پرچہ مورخہ ۱۴ جمادی الاول ۳۲ سنہ ملاحظہ فرمائیے جسمیں لکھتے ہیں "یہی میرا بلکہ تمام اہل سنۃ کا عقیدہ ہے کہ قرآن عظیم میں کوئی شخص تحریف نہیں کرسکتا اس میں تحریف کا ہونا محال ہے۔ جب خداوند قوی کسی چیز کا محافظ ہو تو اسکو کون شخص باور کرسکتا ہے" پھر لکھتے ہیں "اہل سنۃ کا یہی عقیدہ ہے جو قرآن مجید کے متعدد آیات سے ثابت ہے کہ اگر تمام دنیا اپنی متفقہ قوت سے کوشش کرے کہ قرآن عظیم میں ایک حرف کی کمی بیشی کردے یا اس کے کسی حرف کو کسی حرف سے بدلدے تو وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہیگا یعنی اس محرف قرآن کا رواج نہیں ہوسکتا" اور یہاں آکر یہ لکھتے ہیں کہ اگر عثمانؓ رفع اختلاف کرتے تو اناجیل اربعہ سے بھی بدتر حالت ہوتی

اب دریافت طلب امر ہے کہ آپ کا کونسا قول سچ مانا جائے پہلے میں آپ لکھتے ہیں کہ خدا حافظ قرآن ہے کوئی کتنا ہی کوشش کرے وہ ممکن نہیں۔ اور دوسرے میں آپ لکھتے ہیں کہ اگر عثمان ایسا نہ کرتے تو قرآن میں اختلاف ہوجاتا۔ کیونکہ جب خدا محافظ تھا ہی تو عثمان کے اس کام کی کیا ضرورت تھی کہ تمام مسلمانوں کے قرآن کو لیکر جلادیں۔ کیا خداوند عالم عثمان کا محتاج تھا یا عثمان ہی اسکے خدا ہیں۔

ہاں ہاں یہ بھی تو بتائیے اس احسان کا تاج حضرت عثمان ہی کے سر کیوں رکھا جاتا ہے؟ اور بیچارہ مروان جوان کا ہم قافیہ ہے کیوں محروم کیا جاتا ہے۔ اگر یہ احسان ہے تو سب سے بڑھکر مروان کا جس نے حضرت حفصہ والا قرآن لیکر بعد ان کے موت کے چاک چاک کیا پھر اسکا بھی تو احسان ماننے بلکہ حضرت عثمان سے بڑھکر کیونکہ ایک تخم فساد چھوڑ گئے تھے۔ جسے مروان نے تباہ کیا۔

للہ جناب باغ کی فصد لیجئے موسم بہار قریب ہے قرآن سے اور اناجیل اربعہ سے کیا نسبت قرآن بلحاظ عہد عتیق سے کیا واسطہ قرآن مصدق نبوت ہے۔ قرآن معجزہ نبوت ہے قرآن بعد تحدی ہے فاتوا بسورۃ من مثلہ لو دعونکم ا۔۔۔ انجیل کو کس نے ایسا کہا۔ کوئی اہل کتاب بھی تو اس کا مدعی نہیں ہے کہ انجیل بہ حیثیت قرآن نازل ہوا کہ وہ معجزہ نبوت ہو۔ اور اسی بنا پر سارا دارو مدار

بدوست بر موافظہ قول زید ابن ثابت الشمس ۸۳ و ۹ ص

انجیل ایک کتاب تھی مسلم مثل تورت جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور عیسائیوں سے غایب ہوگئی۔ قرآن نجماً نجماً نازل ہوا۔ ہر ہر موقع پر حسب ضرورت اس کا نزول ہوتا رہا۔ ازرہ اس سے کیا واسطہ۔

اناجیل موجودہ میں حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیا کے تاریخی حالات ہیں جو بطور خود کافی دلیل ہیں کہ کسی نے حضرت کے حالات قلمبند کئے۔ قرآن خود بتا رہا ہے کہ نہ ہم تاریخ ہیں نہ ہم صرف مجموعۂ احکام بلکہ خدا کا کلام ہیں نظام کو مصدق نبوت جسکے صدہا اغراض و مقاصد ہیں پھر ان دونوں میں کیا منعت ہے جو آپنے اناجیل اربعہ کا نام لے دیا۔

کیا کوئی اہل اسلام سے اس کا مدعی ہے کہ قرآن میں صحابہ نے حضرتؐ کے حالات بیان کئے۔ یا کوئی اسکا مدعی ہے کہ یہ کلام صحابہ ہے جو تمثیل درست ہوتی۔ کیا کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ خود آں حضرت کا ذاتی کلام ہے۔

کیا کسی شیعہ نے جیسے آپ علی تحریف قرآن کہہ رہے ہیں یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کو کسی آدمی نے گڑھ دیا ہو یہ تمثیل صحیح ہوتی۔

ہاں آپ اہل سنتہ ضرور اسکے مدعی ہیں کہ اسمیں عمر کا کلام ہے۔ ہاں آپ اسکے ضرور مدعی ہیں کہ اس کا نزول مطابق رای عمر ہوتا تھا۔ مگر اس کا کوئی مدعی نہیں کہ یہ کلام کسی انسان کا ہو پھر تمثیل اناجیل اربعہ سے کیا واسطہ۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن کو ایک شاعر کے کلام سے نسبت دیا ہے کہ قصاید و مثنوی و رباعیاں اس نے تصنیف کیں اور بلا ترتیب دیے مرگیا۔ اس کے بعد اسکے شاگردوں نے جمع کیا ابفرض کرو کہ کسی نالائق شاگرد نے کوئی شعر قصیدہ کا مثنوی میں لکھدیا یا مثنوی کا شعر قصیدہ میں یا قصیدہ کے پہلے شعر کو آخر میں کر دیا اور آخر کے شعر کو مقدم کر دیا تو اس سے نفس شعر پر کیا اعتراض ہوگا۔ شاعر کے کمال میں کیا بٹہ لگے گا۔ اختلاف کیونکر ہوگا۔ کیونکہ کلام تو وہی ہے ترکیب اسی کی ہے۔ زیادہ برین نیست کہ ترتیب پر الزام ہوگا۔ مطلب پورا نہ معلوم ہوگا وہ شاگرد بیوقوف قرار پائیگا۔ مگر دوسرا زیرک اور بافہم شخص ان اشعار کو ترتیب دیکر ضرور

نتیجہ نکال لیگا اسی طرح اگر ایک نہیں ہزاروں قران بھی مرتب ہوتے ایات وہی رہتے الفاظ وہی رہتے تو اگرچہ بادی النظر میں معمولی آدمی کو کچھ وقت ہوتی مگر جو صاحب فہم ہوتا وہ ترتیب دیکر بتادیتا چنانچہ آج بھی بتلایا جاتا ہے اور اسی طرح ہزاروں احکام نکالے جاتے۔ چنانچہ دو نظرین یہ الیوم اکملت لکم دینکم و یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کے متعلق میں پہلے بتا چکا ہوں کہ کیا خلفا نے ان آیات کو کہاں رکھا اور اس کی جگہ کہاں تھی ملاحظہ ہو الشمس ۲۹ جولائی ۱۹۳۷ء الی آخرہ

اسیطرح اگر متعدد قران جمع کئے جاتے اور اسی قسم کا اسمیں اختلاف بھی ہوتا تو اس سے کیا خرابی لازم آتی۔ بلکہ اور مدد ملتی کیونکہ اگر ایک قران میں دوسری ترتیب ہوتی دوسرے میں دوسری ترتیب ہوتی تو صاحبان عقل و علم کو اور مدد ملتی۔ دونوں ترتیبوں کو ملا کر اصل نتیجہ نکالتے بخلاف اس کے کہ جب ایک ہی نسخہ رہ گیا تو بجز اسکے کہ اسی قران میں عقل کو دوڑائیں اور کچھ نہیں ہو سکتا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر آپ کے علما کو اس سے دست بردار ہونا پڑا اور صحاح ستہ کو اپنا قران بنانا پڑا۔

یہاں چونکہ آپکے اناجیل اربعہ کا نام تمثیل قران میں لیا ہے اس لئے میں کچھ اجمالی حالت اسکی بھی آخر میں لکھوں گا تاکہ آپکو معلوم ہو قران کی تمثیل اناجیل اربعہ سے کسی وقت میں کسی حالت میں درست نہیں ہو سکتی۔

یہ جملہ نہایت لطیف لکھا ہے مگر ان کے اس احسان کی لذت اسی کو مل سکتی ہے کیونکہ پوری لذت اسکی تو حضرت ابن مسعود کو ملی جنکے ہڈی کی پسلی توڑی گئی تھی اور قرآن انکا جلایا گیا جسپر وہ کہتے تھے کہ ہمکو بھی اگر حکومت ملتی تو وہی کرتے جو انھوں نے ہمارے قرآن کے ساتھ کیا۔

دوسری لذت حضرت عائشہ اور ابن عباس کو ملی جو کہتے تھے لکھنے والے لکھتے وقت اونگھ گیا۔ اور جب ان لوگوں کے دل محبت اسلام سے خالی تھے تو ہم کیا دعوی کرسکتے ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ جس قسم کی اسلام کی محبت آپکو اور آپکے خلفا کو تھی خدا کسی کو نصیب کرے کہ اس کا نتیجہ بجز خرابی اسلام کچھ نہیں ہے

یہانتک تقریر مخاطب کا جواب تھا لفظ بہ لفظ اور اسی تقریر پہ انھوں نے اس بحث کو تمام

کیا چنانچہ لکھتے ہیں "یہ تھی مختصر کیفیت اُن غلط اور مہمل نتائج کی جو آپنے روایات اتقان سے
اخذ کئے تھے اور بخیال خود آپ سمجھے تھے کہ میں نے بہت کچھ باتیں سنیوں کی روایات سے ثابت کی ہیں
بلکہ آپ نے تو یہ روایتیں سنیوں کا عقیدہ دکھانے کے لئے لکھی تھیں۔"

جس سے معلوم ہوا کہ اڈیٹر صاحب نے اس بحث کو تمام کیا۔ رہا میرے نتایج کا مہمل یا غلط
ہونا یہ سب کے پیش نظر ہے۔ ناظرین خود فیصلہ کرلیں گے میرے یا آپکے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں
پہلے میں یہ سمجھا تھا کہ اہل سنت کا عقیدہ آیات و احادیث کے مطابق ہے۔ اس لئے میں نے اسکو
آپکے عقیدہ کے اثبات میں پیش کیا تھا۔ لیکن اب آپکی تحریر سے معلوم ہوا کہ روایت اور چیز
ہے اور اعتقاد اور چیز دیکھو اخبار مورخہ ۱۸ رجب لہذا اب میں اپنے سابق خیال سے توبہ کرتا
ہوں اور مطابق آپکے ارشاد کے کہونگا۔ اہل سنت کا اعتقاد روایت کے مطابق نہیں ہے۔

آخر میں اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں "اگر میں ان تمام روایتوں کو نقل کرتا اور ان کے ترجمہ
میں جو ناگفتہ بہ باتیں آپنے کی ہیں انکو ظاہر کرتا مثل اسکے کہ ایک جگہ منقطع الاسناد کا ترجمہ
آپنے بالکل آزاد یا وغیر ذالک تو بہت طول ہو جاتا۔
اگر میں ان لطایف کو بیان کرتا جو درمیان رسالہ آپنے بیان فرمائے ہیں تو بھی بہت طول ہو جاتا
مثلاً صفحہ ۱۰ میں آپ فرماتے ہیں۔

"اب اس کا فیصلہ کیونکر ممکن ہے کہ فی الواقع تحریف ہوئی یا نہیں کیونکہ جب اصلی اور نقلی لیکر ملایا
جاتا تو البتہ ممکن تھا بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت علی نے اپنا قرآن کیوں نہ نکالا مگر یہ صرف
ان کی عقلوں پر پوشیدہ ہے کہ کر جناب امیر کسی طرح مخالفت ظاہر نہیں کرسکتے اسپر انکی اور ان کی
اولاد کی کیا حالت ہوتی۔ پھر یہ فرمایش کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنا جمع کیا ہوا قرآن نکالا تو اسکا کیا نتیجہ
اس عبارت سے حسب ذیل فواید حاصل ہوئے ہیں

(۱) آپ خود اقرار کرتے ہیں کہ اب اس کا فیصلہ ممکن نہیں کہ آیا اس قرآن میں تحریف ہوئی یا نہیں ہوئی
اصلی قرآن کہیں موجود ہوتا اور اس سے ملاکر دیکھتے تو یہ فیصلہ ہو سکتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ
اصلی قرآن یہ نہیں جو آپ اسکو نقل قرآن کہتے ہیں اسلئے اسمیں تحریف ہونیکا یقین نہیں ہے۔
(۲) آپنے اسکا بھی اقرار کیا کہ حضرت علی نے کبھی خلفای ثلاثہ سے مخالفت نہیں ظاہر کی

اگر کاش آپ اسی پر قائم رہیں تو آپکا مذہب ایک منٹ کے لئے دنیا میں نہیں رہ سکتا آپ کی
روایتوں سے تو ثابت ہے کہ ذرا ذرا سی بات کیلئے حضرت علی خلفائے ثلثہ سے لڑ بیٹھتے تھے انکو
پٹک دیتے تھے گلا گھونٹ دیتے تھے وغیرہ وغیرہ انھیں روایتوں کو نقل کر کے لکھا گیا تھا
کہ جب ادنی ادنی بات کیلئے جناب امیر لڑ بیٹھتے تھے تو قرآن کی تحریف کرتے وقت کیوں چپ سادھ لی
اور اصل دین کی بربادی کیوں گوارا کی مگر آپکے یہاں تو ہر موقع و محل کے لئے مختلف روایتیں
موجود ہیں جہاں جناب امیر کی شجاعت اور مخالفت خلفائے ثلاثہ کی دکھانی منظور ہوتی
ہے وہاں وہ روایتیں پیش کی جاتی ہیں اور جہاں جناب امیر کا صبر و تحمل اور انکی حالت مظلومیت
دکھانی منظور ہوتی ہے وہاں یہ اقوال پیش کئے جاتے ہیں ۔

**اقول** آپنے میری کارروائیوں میں چنا تو یہی ایک کارروائی کہ منقطع الاسناد کا ترجمہ
اردو میں چھوڑ دیا جسکے تسلیم میں مجھے عذر نہیں کیونکہ ایسی غلطی انسانی اغلاط کے حدود میں ہے جسپر آپ
بقیاس خود بدنیتی کا شبہہ کر سکتے ہیں ۔ مگر جب اصل عبارت عربی میں موجود ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے
عمداً ایسی کارروائی کی گئی ۔ اور جب حقیقت اسکی ظاہر کردیگئی کہ منقطع الاسناد کس کو کہتے ہیں تو اب آپکا
مبلغ علم تمام عالم پر ظاہر ہو گیا کہ آپ فن حدیث سے ایسا نابلد ہیں کہ اس معمولی لفظ کو بھی نہ سمجھ سکے
کہ منقطع الاسناد اور مرسل ایک چیز ہے فرق ہے تو اسقدر کہ اصطلاحاً مرسل اس روایت کو کہیں گے
جس کا راوی صحابی ہو بلا ذکر سند اور منقطع الاسناد نام ہے ۔ روایت تابعی کا بلا سند جو آپکے
یہاں دونوں مقبول ہیں اور صحیح کہی جاسکتی ہے ۔

افسوس کہ بحث تو لکھ رہے ہیں تحریف قرآن کی اور کرتے ہیں ایسی تحریف کہ حضرت عثمان
کی روح پھڑک جائے ۔ کیونکہ جو جملہ میرا آپنے نقل کیا ہے اسمیں ایسی کتربیونت کی ہے کہ امام بخاری نے
بھی کسی حدیث کو اسطرح ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا ہوگا ۔ جملہ جزائیہ کو تو لکھا مگر شرطیہ کو غائب کر ڈالا ۔
جس سے مطلب جدا ہو گیا ۔ دیکھئے سیر الکلام بعد جمع زید ابن ثابت کاتب قرآن اسطرح شروع ہوا
اس تحریر سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ ابن مسعود کو اسکا رنج تھا کہ ان سے یہ خدمت نہ لیگئی
ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۲ حد الغایت صفحہ ۱۳
جس سے معلوم ہوا کہ کسطرح خلاف روایت کام کیا گیا ہے ۔ لہذا ان کو بھی معرفت

کے ساتھ حوالہ بجا اکر تاہوں۔ اور جو نتایج آپ لکھتے ہیں اسکی حقیقت دکھاتاہوں۔

(۱) میرا کلام بہت صحیح ہے اور نتیجہ آپکا غلط ہے کیونکہ میری تقریر بنا بر روایات اہل سنتہ ہے اور اب میں اعتقاد کا نام نہ لونگا کیونکہ آپنے حکم دیا ہے روایت اور چیز ہے اعتقاد اور چیز ہے) اس سے میرا تخلو کیونکر ظاہر ہوا۔ کیا انجیل سے اگر کوئی مسلمان بمقابلہ عیسائی یہ ثابت کرے کہ اس سے حضرت عیسیٰ کی نبوت نہیں ثابت ہوتی تو اسکے یہ مطلب ہونگے کہ وہ مسلمان بھی حضرت عیسیٰ کا قایل نہیں ہے خدا آپ پر رحم کرے

خوب سمجھ لیجئے ابتدا سے ابتک جتنی بحثیں ہوئی ہیں یا آیندہ ہونگی صرف مطابق روایات اہل سنتہ ہیں عقیدہ فرقہ حقہ شیعہ کو اس میں کسی طرح کی مداخلت نہیں اُس کی حقیقت علیحدہ دکھائی جائیگی انشاءاللہ المستعان۔

(۲) عدم اظہار مخالفت جناب امیر سے جو نتیجہ اپنے نکالا ہے کہ حضرت علی نے کبھی مخالفت نہیں ظاہر کی آپ کی صریحی تحریف ہے کیونکہ گفتگو متعلق بہ قرآن ہے۔ اور آپ کی روایتیں جسقدر لکھی گئیں اُن میں کوئی ایسی روایت یہاں نہیں دی گئی کہ جناب امیر علیہ السلام نے یہاں کسی قسم کی صریح مخالفت کی ہو۔

(۳) جب اس کا اقرار کرتے ہیں آپکی روایتوں سے تو ثابت ہے کہ ذرا ذرا سی بات کیلئے حضرت علی خلفای ثلثہ سے الجھتے انکو ٹوکتے تھے پھر کیوں ایسا افترا مجھپر کیا۔ حالانکہ آپکو معلوم ہے میرا عقیدہ خلاف آیت و روایات صحیحہ نہیں ہے

رہا یہ کہ قرآن کی تحریف کرتے وقت انھوں نے کیوں چپ سادھ لی اور اصل دین کی بربادی کیوں گوارا کرلی؟ پس آپ کو معلوم ہے کہ جس طرح جناب سالتمآب نے تیرہ برس تک زمانہ قیام مکہ میں چپ سادھ لی تھی اور بقول آپکے اصل دین کی بربادی گوارا کی تھی۔ اسی طرح جناب امیر نے بھی کیا۔ کیونکہ جناب امیر کی مجبوریاں آں حضرت سے بمدارج بڑھی ہوئی تھیں وہاں رسول اللہ نیا دین لائے تھے جس کے دشمن صرف کفار تھے۔ یہاں جناب امیر کی جانفشانیوں سے دین اسلام قایم ہو چکا تھا کفار اور منافقین دونوں اس دین کے دشمن ہیں۔ لہذا اگر سکوت نہ فرماتے تو بالکل دین اسلام برباد ہو جاتا۔

آپ اُس خیال کے آدمی ہیں جو حضرت عمرؓ کا خیال بروز صلح حدیبیہ تھا کہ دب کر کیوں صلح کیجائے اور ہم لوگ باتباع جناب امیرؑ اِس خیال کے آدمی ہیں جو جناب رسالتمآبؐ کا خیال تھا کہ دب کر حدیبیہ میں صلح کیا۔ جب حضرت عمرؓ کو اُس روز سب سے زیادہ نبوت میں شک ہوا تو آپکو کیوں نہ جناب امیرؑ کے مصالح میں شک ہوگا

روایتیں بلکہ تاریخی واقعات ہر زمانہ کی اور ہر موقع کی فریقین کے یہاں صحیح ہیں جن سے صاحب عقل سمجھ سکتے ہیں مگر جن لوگوں کی عقل ہی نہ درست ہو وہ کیا کر سکتے ہیں ۔

**قولہ** اڈیٹر صاحب الشمس نے ایک عنوان یہ بھی قایم کیا ہے۔ اور اس بات کے ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ عہد رسولؐ میں حافظان قران بہت تھوڑے تھے اور بخاری کی روایت سے صرف چار حافظوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے باقی اینده ۔

**اقول** یہ عبارت میں نے اس غرض سے لکھی کہ باقی آیندہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے بعد کچھ لکھیں گے مگر افسوس مشتہر ۲۲ مورخہ ۷ شعبان تو شایع ہی نہوا جس سے قوم کا نقصان ہوا ۱۴ شعبان سے لغایۃ ۱۴ رمضان بالکل ساکت رہے

۲۱ ۔ رمضان کو پھر اس سلسلہ کو شروع کیا مگر نہ اس طرح کہ باقی آیندہ کا کچھ بقایا ہوتا بلکہ الشمس مشتہر ۵ و ۶ لکھ کر ایک نیا انداز شروع کیا کہ میری تحریر کو تو بالکل حذف کر دیا اور اپنی تقریر شروع کی حالانکہ حسب اقرار انکے عبارت خصم کا لکھنا اداب مناظرہ کے فرایض سے ہے۔ اور اس عنوان الشمس مشتہر ۵ و ۶ کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو معلوم ہو وہ ان نمبروں کا جواب لکھ رہے ہیں ۔

الحمد للہ اس تقریر کا پورا جواب اسی قاعدہ سے جس کے ہم پابند تھے کہ پہلے اُن کی عبارت لکھتے پھر اسکا جواب الشمس نمبر ۹ میں نہایت بسط سے دیا گیا جس سے ان کی پوری تحریر کا جواب ختم ہوا جو الشمس کے متعلق آجتک لکھا تھا والحمد للہ

یہ بھی واضح رہے کہ اڈیٹر صاحب نے جو کچھ لکھا خواہ غلط ہو یا صحیح وہ صرف الشمس مشتہر ۲ و ۳ کے متعلق ہے جلد الشمس مشتہر ۵ و ۶ مشتہر ۷ و ۸ نمبر ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ مشتہر بالکل لاجواب ہی رہا اور امید نہیں کہ کسی سنی سے اسکا **قیامت تک جواب ہو سکے** کیونکہ حق کو کہانتک چھپا سکتے ہیں ۔

| تمثیل انجیل اربعہ | اب ہم حسب وعدہ کچھ اناجیل اربعہ بلکہ توریت کے متعلق بھی لکھنا ضروری سمجھتے ہیں |
|---|---|

جس سے اڈیٹر صاحب کی غلطی تمثیل اناجیل اربعہ سے تمام عالم پر ظاہر ہو۔

پس واضح ہو کہ توریت و انجیل جو اسوقت مروج ہے نہ آسمانی کتاب ہے نہ خدا کا کلام ہے بلکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی امت سے کسی نے اس کو جمع کیا ہے جو بہ حیثیت سوانح عمری ہے۔ پس اس کا ذکر بمقابلہ قرآن اگرچہ اُس کے ہزاروں نسخے بھی موجود ہوتے نامناسب ہے۔ کیونکہ جسنے ان کتابوں کو دیکھا ہے وہ بہ بداہت حکم لگا دے گا کہ نہ یہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی نہ اس کتاب کو یہ دعویٰ ہے کہ ہم خدا کی طرف سے اُترے بلکہ ہر لفظ اُس کا کہہ رہا ہے کہ ہم انسانی کمزوریاں کے ظاہر نشان ہیں جسکے ثبوت میں یہ چند فقرے توریت کے کافی ہیں۔

(۱) کتاب خروج باب ۲۴ ورس ۳ اور موسیٰ نے آکے خداوند کی ساری باتوں اور عدالتوں کا بیان لوگوں سے کیا اور سارے لوگوں نے متفق ہو کر جواب دیا اور کہا کہ ساری باتیں جو خداوند نے فرمائی ہیں ہم کرینگے۔ (۴) اور موسیٰ نے خداوند کی ساری باتیں لکھیں اور صبح کو سویرے اٹھا اور پہاڑ کے تلے ایک قربان گاہ اور بنی اسرائیل کے بارہ فرقوں کے حساب کے موافق بارہ ستون بنائے۔

اس فقرہ سے کون سمجھ سکتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے یا خدا کی کتاب ہے۔ یا حضرت موسیٰ کا کلام ہے بلکہ ایک ایسے شخص کا بیان ہے جو حاضر واقعہ ہے یا سنکر لکھ رہا ہے۔

(۲) ورس ۷ پھر اس نے عہدنامہ لیا اور لوگوں کو پڑھ سنایا وے بولے کہ سب کچھ جو خدا نے فرمایا ہے ہم کرینگے اور تابع رہینگے" کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے یا حضرت موسےٰ کا کلام ہے دیکھئے اس میں عہدنامہ کا علیحدہ ذکر ہے حضرت موسیٰ کا علیحدہ خدا کا علیحدہ

ورس ۱۲ اور خدا نے موسیٰ کو کہا کہ پہاڑ پر مجھ پاس آ۔ اور وہاں رہ اور میں تجھے پتھر کی لوحیں اور شریعت اور احکام جو میں نے لکھے ہیں دونگا تاکہ تو انھیں سکھلائے" اس پوری عبارت کی عبارت کو پڑھ جاؤ کسی واقعہ نگار کا بیان ہے

باب ۳۲ ورس ۱۵۔ اور موسیٰ پھر کر پہاڑ سے اُتر پڑا اور شہادت کے دونوں تختے اس کے ہاتھ میں تھے وے تختے لکھے ہوئے تھے دونوں طرف اِدھر اودھر لکھے ہوئے تھے۔ ۱۶۔ اور وے تختے خدا کے کام سے تھے۔ اور جو لکھا ہوا سو خدا کا کام سے تھے اور اُن پر کندہ کیا ہوا تھا۔ ۱۹۔ اور یوں ہوا کہ جب وہ لشکر گاہ کے پاس آیا اور بچھڑا اور ناچ دیکھا تب موسیٰ کا غضب بھڑکا

اور اُس نے تختے اپنے ہاتھ سے پھینک دئے اور پہاڑ کے نیچے توڑ ڈالے۔ صفحہ ۱۱۰

کیا ان عبارتوں کی نسبت کوئی آدمی گمان کر سکتا ہے کہ یہ کلام خدا ہے یا حضرت موسیٰ کا کلام ہے ہرگز نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو یہی موجودہ توریت اُس کی تکذیب کریگا کہ حضرت موسیٰ نے اُن تختوں کو توڑ ڈالا۔ اور پھینک دیا پھر وہ توریت کہاں سے آگئی اور اگر آگئی تو وہ یہ توریت کیونکر ہو سکتی ہے۔

باب ۳۴ درس ۱ پھر خدا نے موسیٰ سے کہا کہ اپنے لئے پہلی لوحیں کے مطابق لوحیں پتھر کی تراش اور میں ان لوحوں پر وہ باتیں جو پہلے لوحوں پر تھی جنہیں تو نے توڑ ڈالا لکھونگا"۔ ۲۷۔ اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو یہ باتیں لکھ کیونکہ ان باتوں کے موافق میں تجھ سے اور اسرائیل سے عہد باندھتا ہوں۔ ۲۸۔ اور وہ چالیس دن رات خداوند کے پاس رہا اور نہ روٹی کھاتا نہ پانی پیتا تھا۔ اور اس نے اس عہد کی باتوں کو دے دس حکم لوحوں پر لکھے"۔ صفحہ ۱۱۲

اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہ کتاب یہی تھی جس پر وہ عہد لکھا گیا اور دس حکم۔ موجودہ توریت وہ ہے نہ بحکم خدا لکھی گئی نہ بحکم حضرت موسیٰ۔ بلکہ ایک غیر شخص نے اُس کی تاریخی حالت بیان کی ہے سکی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ اسمیں کسقدر اختلاف ہے۔ کہاں تو پہلے خدا نے کہا تھا میں خود لکھونگا جس طرح پہلے لکھا تھا۔ اور یہاں حضرت موسیٰ سے حکم ہے کہ تم لکھو صدق اللہ تعالیٰ ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔

کتاب استثنا باب ۳۱ درس ۲۴ اور ایسا ہوا کہ جب موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو کتاب میں لکھ چکا اور وہ تمام ہوئیں ۲۵۔ تو موسیٰ نے لاویوں کو جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے فرمایا کہ ۲۶۔ اس شریعت کی کتاب کو لیکے خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کی ایک بغل میں رکھو تا کہ وہ تمہارے برخلاف گواہ رہے صفحہ ۲۷۴

باب ۳۴ درس ۵ سو خداوند کا بندہ موسیٰ خداوند کے حکم کے موافق مواب کی سرزمین میں مر گیا۔ ۶۔ اور اس نے اسے مواب کی ایک ترائی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا ۷ اور موسیٰ اپنے مرنیکے وقت ایک سو بیس برس کا تھا کہ نہ اس کی آنکھیں دھندلائیں اور نہ اسکی تازگی جاتی رہی (۸) سو بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے مواب کے

میدانوں میں تیس دن تک رویا کئے اور انکے رونے پیٹنے کے دن موسیٰ کے لئے آخر ہوئے (۹) اور نون کا بیٹا یشوع دانائی کی روح سے معمور ہوا.... (۱۰) اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نہیں اٹھا جس سے خداوند نے سامنے آشنائی کرتا ص ۲۷۹ توراۃ

کیا ان عبارتوں کو دیکھ کر کوئی شخص جو صحیح الحواس ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ یہی تورات ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی جس کا لکھنے والا اب تک یہ نہیں جانتا کہ حضرت موسیٰ کہاں دفن ہوئے کیا یہی شان ہے کلام خدا کی کہ انکے مرنے کے بعد کا حال بھی ہو جو دہے کہ ایک سو بیس برس کے ہو کر مرے انکھیں اُن کی نہیں دھندلائیں۔

اُس کتاب کی بلکہ انجیل کی بھی حالت نے خود عیسائیوں کو ایسا مجبور کیا کہ جارج سیل لکھتے ہیں یہ کتابیں اون حضرات کے بعد دوسرے مقدس لوگوں نے بذریعہ الہام یا بموجب ایت روح القدس کے لکھی ہیں ۔ اہل کتاب تو جا ہے جو سمجھیں مگر جو لوگ حقیقی یہودی ہیں وہ کیا کہینگے جو اس کے قایل ہیں کہ تورات میں کبھی تحریف نہیں ہوئی۔ یہ وہی تورات ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور ہر نبی اس کا محافظ تھا کیونکہ اسکے قایل امام بخاری فخر الدین رازی وغیرہ بھی ہیں دیکھو الشمس نمبر ۶ صہ

رہی انجیل اس کا یہ حال ہے کہ دنیا میں کہیں وہ اصل نسخہ بھی نہیں ہے جس کے یہ ترجمے شایع ہیں یعنی صرف ترجمہ ہے اصل کتاب جو سریانی زبان میں تھی کہیں بھی نہیں پھر یہ ترجمہ بھی تیسری چوتھی یا پانچویں صدی کا ہے۔ اور اس کی حالت مسلمانوں کو بہ نسبت تورات کے زیادہ معلوم ہے لہذا میں اس سے نہیں تعرض کرتا۔

اب اڈیٹر صاحب از راہ کرم فرمائیں کہ انھوں نے جو یہ لکھا کہ اگر حضرت عثمان نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آج جو اختلافات اناجیل اربعہ میں تم دیکھتے ہو۔ مجموعہ عہد عتیق کی جو حالت تمھارے پیش نظر ہے اس سے بھی زیادہ قرآن کی حالت ہوتی وہ کہاں تک درست ہے۔ کیونکہ یہ تو جب ہوتا کہ کوئی صحابی اپنے دل سے گڑھ کر کوئی کتاب لکھتا اور اس کو خدا کا کلام کہتا جیسے کہ تا جس کا کوئی قایل نہیں۔ اور جب کسی طرح یہ ہوا نہ ہو سکتا تھا تو اُن مصاحف کے پائے جانے سے ایسا اختلاف یا کمی بیشی یہ بدتر اختلاف کیونکر ہو سکتا تھا جیسی یہ سب غلط فہمی ہو رہی ہے۔ کیونکہ

موجودہ روایتوں سے صرف چار آدمی کا جمع کرنا قرآن کو معلوم ہوتا ہے جن میں سے مولی ابوحذیفہ
کا تو ذکر ہی جانے دو جو جنگ یمامہ میں مارے گئے۔ ان کے قرآن کی ترتیب وغیرہ کا حال معلوم نہیں
ہے جناب امیر اور عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب ان کے قرآن کی ترتیب کا پتہ آپ کی
کتابوں میں موجود ہے جس سے ہر شخص جو صاحب عقل ہے حکم لگا سکتا ہے اگر یہ تینوں قرآن
دنیا میں موجود رہتے تو بھی کوئی اختلاف نہ ہوتا کیونکہ جناب امیر کے قرآن کی ترتیب حسب روایت
اتقان یوں تھی۔ فمنهم من رتبها على النزول وهو مصحف على كان اوله اقرء ثم المدثر
ثم نون ثم المزمل ثم تبت ثم التكوير وهكذا الى آخر المكي والمدني وكان اول مصحف ابن
مسعود البقرة ثم النساء ثم آل عمران على اختلاف شديد وكذا مصحف ابي وغيره ص ۶۳

# نتائج وسوالات

چونکہ یہ تحریر باوصف اختصار بھی طول ہو گئی اس لئے مختصر طور پر خلاصہ نتائج اس کے قابل لحاظ ہیں

(۱) قرآن اہل سنت کے یہاں قدیم کلام نفسی ہے۔ جس کا وجود و نزول ناممکن

(۲) قرآن پورا ایک دفعہ چوتھے آسمان پر نازل ہوا اور وہاں سے وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا ۲۳ برس
کی مدت میں اور یہ قرآن اسی کے موافق ہے جو لوح محفوظ سے نازل ہوا

تو اب سوال یہ ہے کہ آیات منسوخ التلاوۃ بھی اس میں داخل ہیں یا خارج۔ اور انکے نکل جانیکے بعد
یہ قرآن اسکی موافق رہا لوح محفوظ سے نازل ہوا یا کیا؟

(۳) قرآن سات حرف پر نازل ہوا اور اب ایک لغت قریش پر تو سات لغت الا مطابق لوح محفوظ تھا یا یہ جواب موجود

(۴) قرآن جسقدر نازل ہوتا تھا اس کو آنحضرت لکھواتے جاتے تھے۔ بلکہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی
اس کو لکھوا دیتے۔ جس پر سوال یہ ہے کہ کیوں لکھواتے تھے کیا آپ حافظ قرآن نہ تھے؟ یا آپ کو اپنے حافظہ
پر اعتماد نہ تھا کیونکہ اڈیٹر صاحب نے آنحضرت کے قول سے یا علی سے لے لو ان اجزا کو قرآن
کے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ جناب امیر حافظ قرآن نہ تھے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳ نمبر ۲۴

(۵) آنحضرت نے مختلف اوقات میں فرمایا اور بالخصوص قریب رحلت میں قرآن اور اہل بیت کو تم میں
چھوڑے جاتا ہوں دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں اور علی قرآن

کے ساتھ ہیں قرآن علی کے ساتھ

اس پر یہ سوال ہے کہ جب ایڈیٹر صاحب حضرت علی نے قران کو نہیں جمع کیا۔ تو یہ حدیث غلط ہوئی یا صحیح؟

(۶) عمر صاحب نے آں حضرت کے سامنے چند مرتبہ توریت اور دوسری کتب اہل کتاب کو لکھ کر پڑہا۔ اور سنایا جس سے حضرت کو ملال بھی ہوا اور ابوبکر صاحب نے گالیاں دیں اور دیگر انصار نے ہاتھ سے مارا مگر کسی حدیث میں یہ مضمون دیکھا گیا کہ عمر صاحب نے یا ابوبکر صاحب نے کبھی آنحضرت کے عہد میں قرآن کی کوئی سورہ خود لکھا ہو یا کسی سے لکھوایا ہو۔

تو کیا اس سے نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ ان کو قران سے مطلق ہمدردی نہ تھی اور تمامتر میلان کتب یہود کی طرف تھا کیا اہل سنۃ سے کوئی صاحب ایسی حدیث دکہا سکتے ہیں کہ شیخین نے بعہد آنحضرت کبھی اپنے لئے قران کو لکھا یا لکھوایا ہو۔

(۷) جب آنحضرت نے وصیت نامہ لکھنا چاہا اور عمر صاحب نے حسبنا کتاب اللہ کہا۔ تو وہ کتاب خدا کہاں تھی اور کس کے پاس کیونکہ یہ بالیقین معلوم ہے وہ کتاب جمع نہیں ہوئی تھی پھر بجز مغالطہ دہی و اغوای عوام اس کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے یہ لکھا ہے کہ عمر صاحب کا یہ قول صرف خلافت سے متعلق تھا نہ اور کسی مطلب سے۔

(۸) کسی روایت اہل سنۃ سے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ آنحضرت نے قرب رحلت یا بوقت وفات یا زمانہ مرض میں دربارہ جمع قرآن کسی سے وصیت کی ہو خواہ شیخین سے یا جناب امیر سے کیونکہ اڈیٹر صاحب نے اگر حدیث لکھی ہے تو شیعوں کی جسمیں آنحضرت نے جناب امیر سے وصیت کی ہو ملاحظہ ہو الشمس ۱۲ صہ ۵۲

اس پر یہ سوال ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔ کیا جمع قرآن کی ضرورت نہ تھی؟ کیا یہ امر کوئی اہم نہ تہا تو پھر آنحضرت کیوں ہمیشہ لکھوایا کرتے تھے؟

یا یہ باعث تہا کہ قران مرتب ہو چکا تہا کسی قسم کا رروائی اسکے متعلق باقی نہ تھی؟ جس کی تکذیب روایات مابعد سے ہوتی ہے

یا یہ باعث تہا کہ اس کا حکم مخصوص جناب امیر کو تھا جنھوں نے بعہد آنحضرت لکھا تہا

اور یاد کیا تہا اور سب مجموعہ آپکے حوالہ کیا تہا اور تمام امۃ کو بتا دیا تہا کہ علی قرآن کے ساتھ
ہیں اور قرآن علی کے ساتھ اور قرآن و اہل بیت جدا نہوں گے —
اگر یہی باعث تہا تو پھر اہل سنۃ نے اُن روایتوں کو کیوں نہ لکھا کیا یہ فعل خلاف
دیانت نہیں ہوا ؟

(۹) اگر جناب امیر المومنین نے قرآن کو جمع نہیں کیا تو وہ کتنے کیا ہوئے جو بعہد آنحضرت
لکھی گئی تھی آپکے حکم سے جبکہ باتفاق علمای اہل سنت ہے کہ آں حضرت نے سب کو اپنے
سامنے لکھوایا تہا اور زیادہ تر یا کل جناب امیر سے لکھوایا تہا کیونکہ کسی روایت اہل سنت
سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خلفائے ثلاثہ کے جمع کے وقت وہ کتنے پہلے ہوں جو انحضرت
نے لنیے لئے لکھوائے تھے۔

(۱۰) اگر جناب امیر علیہ السلام مشغول جمع قرآن نہوئے تو وجہ تاخیر بیعت خلیفہ اول کیا تھی
پھر کس وجہ سے آپ شریک بیعت نہوئے۔

(۱۱) چونکہ اس پر اتفاق علمائے اہل سنۃ ہے (و اہل سنت نہیں) کہ جناب امیر نے بعد
وفات اور قبل بیعت ابوبکر قرآن کو جمع کیا جسمیں ناسخ منسوخ سب تھا کسی قسم کا تغیر و تبدل
نہوا تہا۔ تو اب اہل سنۃ بتائیں وہ قرآن جناب امیر کیا ہوا اور کس وجہ سے شایع نہوا حضرت
لائے تھے خلیفہ اول کے پاس یا نہیں لائے تو اس کی نسبت کیا رای قایم ہوئی کسی روایت
سے اس کا پتہ دینا چاہیے —

(۱۲) اگر جمع قرآن ضروری تہا تو از خود خلیفہ اول نے کیوں نہ اسکے جمع کا قصد کیا کیونکہ
وہ خلیفہ تھے اور قرآن ایسا امر اہم تہا۔ اُس سے چشم پوشی کیوں کی جو دوسروں کے سمجھنے
اور بتانے کی ضرورت پڑی حالانکہ تم پڑھ چکے ہو کہ عمر صاحب توریت اور دیگر کتب اہل کتاب
کے کس قدر مشتاق تھے کہ بعہد انحضرت خود جُزا خریدا اور اُس کو درست فرمایا اور اُس پر
لکھوایا اور لاکر حضرت کو سنانے لگے جس سے آپکا چہرہ متغیر ہوا

(۱۳) بعد قتل اہل یمامہ جن کی تعداد چار سو بیان کی جاتی ہے جب یہ نے عمر صاحب نے بتایا ہی
قرآن پر افسوس ظاہر کیا اور اس کا ارادہ کیا کہ ہم قرآن کو جمع کریں تو انہیں کیوں تا مل ہوا جو کر

صاحب سے پوچھنے پر رکہا اور ابوبکر صاحب نے اُس کو شورہ مسلمین پر موقوف کیا۔ حالانکہ سب کو معلوم ہو کہ خود آنحضرت لکھواتے تھے بلکہ جمع بھی کرا گئے تھے۔ دیکھو الشمس نمبر ۳ و ۴ صفحہ ۹۰

اس سے اِن لوگوں کی ہمدردی قرآن سے ظاہر ہوئی یا نادانی ؟ کیونکہ اسی قرآن کے بل پر تو آنحضرت کا وصیت نامہ روکا تہا۔ اب اتنے حفاظ کے مارے جانے پر بھی ان کا دل نہیں چاہتا کہ وہ قرآن جمع ہو اس کا کیا باعث ہو سکتا ہی۔ کیونکہ یہ تو یقینی ہو کہ جناب امیر قرآن کو جمع کر چکے ہیں مگر نہ اس کو لیا نہ بطیب نفس اسپر آمادہ ہیں کہ لکھا جائے۔ بجز انحراف از قرآن کیا باعث تہا۔

(۱۴) تمامی روایات اہل سنت اس پر گواہ ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور ابی ابن کعب کا قرآن مرتب تہا اور ابن مسعود اس آخری عرض میں شریک تھے جو حضرت نے جبرئیل امین کو سنایا تہا اور جو کچھ ردوبدل ہوا وہ سب ان کے سامنے ہوا۔ پھر کیوں وہ قرآن نہ لیا گیا۔ جو دوسرے قرآن کے جمع کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ اگر بقول اہل سنت اس میں کچھ زیادہ منسوخ التلاوۃ شامل تہا تو بعد نقل کرنیکے اُس پر اصلاح دینا آسان تہا بہ نسبت اس کے کہ ہزاروں آدمیوں سے پوچھ کر پندرہ بیس برس میں لکھا جائے۔

(۱۵) جب خود حضرت عثمان اتنے بڑے حافظ قرآن تھے کہ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ جاتے تو انہیں نے کیوں نہ پورا قرآن لکھوا دیا جو اس مصیبت کا سامنا ہوا۔

(۱۶) جو روایتیں حفاظ قرآن کی صحیح بخاری میں مختلف طور سے وارد ہیں اُن میں حضرت علی کا اور حضرت عثمان کا نام کیوں نہیں لکھا گیا۔ ان میں سے کون سی روایت صحیح ہو کون سی غلط اور غلط روایت لکھنے سے کوئی گناہ ہی یا نہیں۔

(۱۷) جب اتنے حفاظ قرآن موجود تھے پھر ان سے کیوں نہ لکھوایا گیا جو تمام شہر میں منادی کی گئی کہ جس کے پاس جو کچھ قرآن موجود ہو لائے۔

(۱۸) یہ سب حفاظ کیوں نہ شریک کئے گئے جو صرف تنہا زید سے کام لیا گیا جو حافظ قرآن نہ تھے کیونکہ اگر حافظ قرآن ہوتے تو اپنی یاد پر لکھتے نہ کہ دوسروں سے پوچھ پوچھ کر

(۱۹) حفاظ قرآن کی تعداد چار سو کیوں بتائی گئی جو یمامہ میں مارے گئے۔ پھر موضع ملاحظہ

ستر بڑھا کر ۷۰ ہم کیوں نہیں کہا جاتا کہ اتنے حافظوں کے مارے جانے کے بعد قرآن ضائع ہوا

(۲۰) جو لوگ کہ دوسری لڑائیوں میں مارے گئے یعنی قتال مرتدین میں جو یمن کندہ عمان بنی حمیر۔ بنی ہوازن وغیرہ میں ہوئے کیا ان میں کوئی حافظ قرآن نہ تھا۔ ان لوگوں کی تعداد ان حفاظ قرآن سے کیوں خارج کی گئی۔

(۲۱) جب یہ مسلمات سے ہے کہ قرآن کی پہچان اسکی تالیف معجز نظام ہے جو وقت سے لیکر آج تک ۱۳۰۰ برس تک انھوں نے مشاہدہ کیا اور تجربہ کیا دیکھو الشمس نمبر ۳ و ۴ ص ۹

تو یہ گواہی لیکر داخل کرنے کا طریقہ کیوں جاری ہوا۔ کیا ایسا امر جو معجزہ ہو اور جس کی ترکیب تمام عالم کو مبہوت کئے ہو۔ کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شہداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین سے تمام عالم کو عاجز بنا رہا ہو اس کی شناخت گواہوں کی محتاج ہو؟

(۲۲) کیا حضرت کے زمانہ میں قرآن اسی وقت نازل ہوتا تھا جب شخص رہتا تھا جو ہر وقت گواہ تیار ہوتے۔

(۲۳) کیا آپ نے کسی کو نزول قرآن پر گواہ رکھا تھا۔

(۲۴) کیا جس کو آپ نے قرآن سکھایا یا بتایا۔ تو حضرت نے اس پر کسی کو گواہ بھی رکھا تھا۔

(۲۵) یا اس صحابی نے کسی کو گواہ رکھا۔

(۲۶) یا جن لوگوں سے حضرت نے لکھوایا۔ یا جس نے آپکے سامنے قرآن کو اپنے لئے لکھ دیا حضرت کے لئے لکھا گیا۔ یا لوگوں نے یاد کیا تھا اس وقت کوئی گواہ ہوا تھا۔

(۲۷) اگر کوئی نہیں ہوا تھا تو اب یہ قاعدہ کیوں جاری ہوا کہ دو گواہ لئے جائیں

(۲۸) کیا حضرت کا کوئی حکم اس بارے میں تھا کہ گواہیاں لیکر [illegible]

(۲۹) پھر اس کا باعث بجز اس کے کیا تھا کہ جناب امیر کا قرآن کسی وقت میں پیش ہو سکے۔ اور اگر حضرت رائج کریں تو وہ جھوٹا قرار پائے اگرچہ وہ حضرت حفصہ ہوں زوجہ نبی۔

(۳۰) قرآن میں تو صاف حکم ہو ادا جاءکم فاسق بنبا فتبینوا تو کیا صحابہ بھی فاسق تھے جو ایکی خبر قرآن کے متعلق ناجائز سمجھے جاتے تھے

(۳۱) قرآن کا نسخ تصرف ابوبکر صاحب کی روایت نحن معاشر الانبیاء لا نورث ولا نورث سے ہو گیا

مگر ایک صحابی کے بیان سے قران ہونا نہیں ثابت ہو سکتا یہ کیسا معاملہ
(۳۲) اگر گواہیاں ضروری تھیں تو ابن مسعود کے قران پر کیوں نہ لی گئی جو زبردستی اُن کا قران چھین کر جلایا گیا اور پسلی توڑی گئی۔
(۳۳) پھر گواہی میں کیوں اختلاف کیا گیا۔ کوئی کہتا ہے دو گواہ ہو کوئی کہتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ کتابت بھی ہو قرات بھی ہو۔
(۳۴) اگر گواہی ایسی ضروری تھی تو پھر ابی ابن کعب کی درشت آمیز تقریر پر بلا گواہی نئے کیوں قران کی آیتیں مل دیں اور ان کا کہنا مان لیا ملاحظہ ہو مناظرہ عمر و ابی بن کعب
(۳۵) اگر وہ لوگ قران کو جانتے تھے قران کو پہچانتے تھے تو اس کے نام کے بارہمیں کیوں اختلاف ہوا کہ کیا نام رکھا جاے۔ الشمس نمبر ۱۲ روہم جلد۲ ملاحظہ ہو
۳۶ ان روایتوں میں حضرت سلمان فارسی ابوذر غفاری مقداد عمار بن یاسر کا نام کیوں نہیں لیا گیا۔
(۳۷) کیا اُن لوگوں کو کوئی سورہ کوئی آیہ قران کا یاد نہ تھا جو لاتے
(۳۸) کیوں نہیں لائے
(۳۹) کیوں نہیں ان سے پوچھا گیا
(۴۰) جب یہ مسلمات سے ہے کہ نسخ قران بغیر حکم صریح انحضرت معلوم نہیں ہو سکتا تو منسوخ التلاوۃ کا قاعدہ کس بنیاد پر قائم ہوا۔
(۴۱) کیا جو آیتیں لوگوں کو یاد تھیں صرف اس وجہ سے کہ دوسرا گواہ نہیں ہے منسوخ التلاوۃ قرار پا سکتی ہیں
(۴۲) کیا جو آیتیں بحکم انحضرت لکھی گئیں تھیں وہ اس وجہ سے منسوخ التلاوہ قرار پائیں کہ کوئی گواہ نہیں ہے۔
(۴۳) کیا اس کے متعلق کوئی قاعدہ آنحضرت بتا گئے تھے یا کوئی حکم اسکے متعلق دیا تھا
(۴۴) کیا ان سب کا مجموعہ یہ نہیں بتاتا کہ عمداً ایسے کارروائی کی گئی کہ پورا قران کسیکو نہ مل سکے کہ مجموعہ قرآن لیا جاتا ہے جو مرتب ہو چکا تھا نہ اُن حافظوں سے مدد لی جاتی ہے جن کو انحضرت

تعلیم امت کے لئے مقرر کر گئے تھے۔ نہ اس پر خیال ہوتا ہے کہ کبھی حضرت نے نہ تعلیم قرآن پر کسی کو گواہ بنایا نہ وقت نزول کسی کو گواہ بنایا۔ پھر یہ عمداً کارروائی کس غرض سے کی گئی۔

(۴۵) پھر قرآن اسطرح کیوں مرتب ہوا کہ مدنی سورہ پہلے۔ مکی پیچھے۔ ناسخ پہلے منسوخ پیچھے۔

(۴۶) جناب امیر نے مطابق تنزیل کس طرح جمع کیا۔ جس میں نہ کسی قسم کا تغیر تھا نہ تبدل نہ تقدم نہ تاخر

(۴۷) یہ فعل حکم رسول کے مطابق ہوا تھا یا خلاف اگر خلاف حکم کیا تو کیا خرابی پڑی تھی

(۴۸) اگر مطابق حکم رسول کیا تو پھر اس کے خلاف کیوں جمع کیا گیا

(۴۹) عثمان کا احسان اسلام پر زیادہ ہے جنھوں نے سب قرآن کو باستثنای مصحف حفصہ جلادیا گیا۔

(۵۰) یا مروان کا احسان زیادہ ہے جس نے حفصہ کے مرنیکے بعد اُن کا قرآن لیکر چاک کیا

(۵۱) سنیوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو آیتیں منسوخ ہو جاتی تھیں ان کو خدا لوگوں کے دلوں سے بھلا دیتا تھا۔ اور جن جن چیز پر وہ لکھا ہوتا تھا ان سب چیزوں سے دفعتہً غائب ہو جاتا تھا پھر اُن منسوخ التلاوۃ آیتوں کا پتہ کیونکر معلوم ہوا

(۵۲) مسلمات اہل سنتہ سے ہے کہ قرآن سات قراءت پر نازل ہوا وہ قرائتیں کیوں موقوف ہوئیں۔ کیا اس بارے میں آنحضرت کا کوئی خاص حکم تھا

(۵۳) یہ قرائتیں سب موافق تھیں اس قرآن کے جو لوح محفوظ سے نازل ہوا یا مخالف اگر مخالف تھا تو کسنے اسے جاری کیا۔

(۵۴) اگر موافق تھا تو ان قراءتوں کے نکل جانے سے موجودہ قرآن مطابق رہا یا کیا۔

(۵۵) جن ستر آدمیوں کے نام قرآن سے نکال ڈالے گئے ان کے بارہیں کوئی آنحضرت کی ہے کہ انکا نام نہ ہٹنے پائیں۔

(۵۶) ابولہب۔ زید کا نام کیوں رکھا گیا۔ کیا اسکے ذریعہ سے طعن یا تفاخر نہیں ہوسکتا۔

(۵۷) صحابہ کی جہالت اور بے پروائی کی اس سے بڑھ کر کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ جب تک عثمان نے مجموعہ قرآن مرتب نہ کیا کسی کے پاس پورا قرآن نہ تھا کیونکہ بصراحت مذکور ہو وہ قرآن

ابوبکر کے پاس پھر عمر کے پاس پھر حفصہ کے پاس جس سے عمر نے معہد لیا

(۵۸) جب عثمان نے جلانے پر کوئی صاحب معترض نہو تو تحریف کرنے پر کیونکر معترض ہوتا

(۵۹) جب ایک قرأت کو دوسرے سے افضل کہنا موجب کفر ہے تو سب کا جلانا اور رمٹانا کیونکر کفر نہ ہوگا۔

(۶۰) پھر فایدہ کیا ہوا جب روایتوں کے ذریعہ سے وہ سب اختلافات موجود ہیں۔

(۶۱) حکم عثمان کہ بوقت اختلاف لغت قریش کو اختیار کرو کس دلیل سے تھا کیا وہ بھی منزل من اللہ تھا جو دوسری نقتوں میں تھا۔

**یہ مختصر نتائج اور سوالات ہیں جو تحریرات سابقہ سے پیدا ہوتے ہیں۔** کیا اڈیٹر صاحب ہمارے مخاطب ان کا جواب معقول دے سکتے ہیں۔ کیا سواد اعظم میں کوئی شخص ایسا ہے جو اسکے جواب باصواب سے اپنے سواد الوجہ کو دفع کرے۔

# تتمۃ الکلام

چونکہ اڈیٹر صاحب جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے جمع قرآن سے انکار کر رہے ہیں جس کے شواہد کچھ سابقا اسی مضمون البدر التمام میں منقول ہوئے۔ لہذا بعض دیگر شواہد بھی درج کئے جاتے ہیں کہ یہ بحث کامل اور مکمل ہوجائے اگرچہ بعض عبارتیں اسمیں مکرر ہیں۔

(۱) طبقات ابن سعد بصری کاتب واقدی م۲۳۰ نسخہ قلمیہ

اخبرنا اسمعیل بن ابراهیم عن ایوب وابن عون عن محمد قال نبئت ان علیا ابطاعن بیعۃ ابی بکر فلقیہ ابوبکر فقال اکرهت امارتی فقال لا ولکنی آلیت بیمین ان لا ارتدی بردائی الا الی الصلوۃ حتی اجمع القرآن قال فزعموا انہ کتبہ علی تنزیلہ قال محمد ولو اصیب ذلک الکتاب کان فیہ علم قال ابن عون فسالت عکرمۃ عن ذلک الکتاب فلم یعرفہ

استیعاب نسخہ قلمیہ ص۱۰۵

روی ربیعۃ بن عثمان عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عهد رسول اللہ وهو حی عثمان بن عفان وعلی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ وعبد اللہ بن مسعود من المهاجرین وسالم مولی ابی حذیفہ

بن ربیعہ مولی لھم لیس من المھاجرین

## تاریخ الخلفا ذکر جناب امیرؑ

واحد العلماء الربانیین والشجعان المشھورین والزھاد المذکورین والخطباء المعروفین واحد من جمع القرآن وعرضہ علی رسول اللہ ص وعرض علیہ ابو الاسود الدئلی وابو عبد الرحمن السلمی وعبد الرحمن ابن ابی لیلی

## صواعق محرقہ ذکر جناب امیرؑ

وھو احد العشرۃ المشھود لھم بالجنۃ واخو رسول اللہ ص بالمواخاۃ وصھرہ علی فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین واحد السابقین الی الاسلام واحد العلماء الربانیین والشجعان المشھورین والزھاد والخطباء المعروفین واحد من جمع القرآن وعرضہ علی رسول اللہ ص وعرض علیہ ابو الاسود الدولی وابو عبد الرحمن السلمی وعبد الرحمن بن ابی لیلی۔

## ایضاً صواعق محرقہ

واخرج ابن ابی داؤد عن محمد ابن سیرین قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابطأ علی عن بیعۃ ابی بکر فلقیہ ابو بکر فقال اکرھت امارتی فقال لا ولکن آلیت لا ارتدی بردائی الا الی الصلوۃ حتی اجمع القرآن فزعموا انہ کتبہ علی تنزیلہ فقال محمد بن سیرین لو اصیب ذالک الکتاب کان فیہ العلم

## عقد نبوی وسر مصطفوی ابن عبدروس مینی نسخہ قلمیہ ص۱۹

واحد العلماء الربانیین والشجعان المشھورین والزھاد والخطباء المعروفین واحد من جمع القرآن وعرضہ علی رسول اللہ ص وعرض علیہ ابو الاسود الدولی وابو عبد الرحمن السلمی وعبد الرحمن بن ابی لیلی

## مفتاح النجا فی مناقب آل العبا تصنیف مرزا محمد بدخشانی

اخرج الحافظ ابن الحافظ ابو بکر عبد اللہ بن ابی داؤد سلیمان بن الاشعث الازدی السجستانی عن محمد بن سیرین قال لما توفی رسول اللہ ص ابطأ علی عن بیعۃ ابی بکر فلقیہ ابو بکر فقال اکرھت امارتی فقال لا ولکن آلیت لا ارتدی بردائی الا الی الصلوۃ حتی اجمع القرآن فزعموا انہ کتبہ علی تنزیلہ قال محمد بن سیرین لو اصیب ذالک الکتاب کان فیہ العلم

## تحفۃ المحبین مرزا محمد بدخشانی ذکر جناب امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام نسخہ قلمیہ ص۳

وبالجملۃ فضائلہ اکثر من ان تحصی وھو احد العلماء الربانیین والشجعان المشھورین والزھاد

المذکورین من الخلفاء المهدیین واحد من جمع القرآن وعرضه علی رسول اللہ صلعم وعرض علیہ ابو الاسود الدؤلی وابو عبد الرحمن السلمی وعبد الرحمن بن ابی لیلی

ازالۃ الخفا جلد دوم ص۲۹۰ نسخہ قلمیہ

و نصیب وافر از احیاء علوم دینیہ آنست کہ جمع کردن قرآن را بحضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ترتیب داد ان را لیکن بتقدیر مساعدۃ شیوع آن نشد اخرج ابو عمر عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عہد رسول اللہ صلعم وہو حی عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود من المہاجرین و سالم مولی ابی حذیفہ بن عتبہ بن ربیعۃ مولی لہم لیس من المہاجرین

ہذا آخر الکلام فی ہذا المقام وقد تم البدر

التمام واللہ ولی التوفیق و

الانعام

ہ

نے کہا ہو قبل ان یغیر عثمان المصاحف جس سے بصراحت تمام نسبت تغیر عثمان کی طرف ظاہر ہی پھر یہ جواب کیونکر چل سکتا ہی کہ عثمان کو رسم خط کی پابندی لازم تھی یا وہ تغیر نہیں دیسکتے تھے

(۲) تمامی روایات کے ملانے سے معلوم ہوتا ہو کہ عثمان کا یہ الزام غلطی قرآن کا پہلے زمانہ کی مصاحف پر نہ تہا بلکہ اپنے زمانہ کے نوشتہ کی نسبت یا ارشاد ہوا پھر کس عقل سے ابن روزبہان یہ جواب دیسے ہیں کیونکہ اس سے لازم آتا ہی عثمان پر اُن کاتبوں کی متابعت لازم ہو جنہوں نے ان کو حکم سے لکھا تہا جو بالکل خلاف عقل ہی۔

(۳) اور اگر اسکو متعدد واقعہ پر محمول کریں تو لازم آتا ہی کہ عثمان اُس نوشتہ کو بھی غلط کہیں جو جہد شیخین میں لکھا گیا تہا تو ہر طور سے قرآن کا غلط ہونا عثمان کے نزدیک ثابت ہوتا ہی

مترجم کہتا ہی کہ آپکو تقریر بالا سے معلوم ہو چکا کہ بظاہر ان روایات سے معلوم ہوتا ہی کہ کوئی نوشتہ جب ان لوگوں کے پاس نہ تہا ورنہ اگر ہوتا تو کتابت کی غلطی اُس سے درست کرلی جاتی۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب کے بیان سے مکرر آپ سن چکے ہیں کہ بہت سے آیتوں کو عمر نے چھپلا ادرسایا پھر عثمان پر کیوں قید لگائی جاتی ہو کہ وہ ایسا نہیں کرسکتے تھے اور اگر ایسا ہوتا کہ اُس کا تغیر جایز نہوتا تو صحابہ اُن سے کیوں ایسی فرمایش کرتے کہ اس کو بدل دو کیونکہ آخر وہ سب صحابہ تھے اور آداب قواعد شریعت سے واقف تھے تو اب بہداہتہ معلوم ہوا کہ عمداً عثمان صاحب نے اس غلطی کو رہنے دیا۔

ترجمہ دوسرا جواب فاضل رشید نے شوکت عمریہ میں یہ دیا ہی قرأت حضرت عثمان دریں آیہ ان هذین لساحران بود چنانچہ قرأت حضرت عایشہ وابن زبیر وسعید بن جبیر وحسن وغیرہم ہمین است پس نزد ایشان قول حق تعالیٰ ان هذین لساحران باشد نہ ان هذان لساحران تا متوجہ شود بر ایشان طعن حکم لحن در قول حق تعالے وحضرت عثمان را کہ ترجیح قرأت خود بر قرأت دیگران بموافقت قرأت خود با محاورہ متعارفہ عرب لزوم لحن در آں قرأت دیگراں نمودہ اند۔ پس استدلال بحضرت عثمان را کہ ترجیح قرأت خود ومرجوحیت قرأت دیگراں بلزوم لحن بر قرأت دیگراں بطوریکہ اصحاب آں قرأت محتاج بطرق توجیہات آں شدہ اند قایم نمودہ اند تخطیہ در قرآن نامیدن از عجایب اختلافات باشد آرے اگر قرأت حضرت عثمان آن هذان لساحران می بود باوجود آں ایشان بر آں قرأت اعتراض می نمودند البتہ شبہہ صاحب ایسالہ کہ بہ نسبت علمای خود وارد کردہ است بر ایشان متوجہ می شد ولیس فلیس۔ امام رازی

در تفسیر کبیر در تفسیر کریمہ مذکورہ می فرماید القراءة المشہورة ان ھذان لساحران ومنہم من ترک ھذہ القراءة وذکروا وجوھا احدھا قرء ابو یحیی وعیسی بن عثمان ھذین لساحران قالوا وھی قراءة عایشہ وعثمان وابن الزبیر وسعید بن جبیر والحسن بعد ذکر دلائل اس قرات کے کہتے ہیں روی عن عثمان انہ نظر فی المصحف فقال ار ی فیہ لحنا وستقیمہ العرب بالسنتھا انتہی

فاضل رشید کی یہ تحریر خود بتا رہی ہے کہ وہ بھی اس کو قبول کرتے ہیں کہ بیشک عثمان نے اس قران متعارف موجود کی نسبت یہ حکم دیا کہ اسمیں غلطی ہے اور یہی ہمارا مطلب ہے کیونکہ اسی قدر ہمکو ثابت کرنا ہے کہ خود ائمہ اہل سنت بھی اسکے قایل ہیں کہ اس قران میں غلطی ہے اور الفاظ غیر متعارف اسمیں موجود ہیں جس کا الزام وہ شیعوں پر دیتے ہیں کہ تحریف و غلطی کے قایل ہیں

مترجم کہتا ہے کہ ہمنے اصل عبارت فاضل رشید اسی غرض سے یہاں لکھی کہ اہل سنت کو معلوم ہو کس وضاحت سے فاضل رشید نے اس کا اقرار کیا ہے کہ عثمان صاحب اس کی غلطی کے قایل تھے و لزوم لحن در قرات دیگراں لموذہ اند یعنی عثمان اسکے قایل ہوئے ہیں کہ دوسروں کی قرات جو اب تک قران میں موجود ہے ان ھذان لساحران غلط ہے۔ اس کے بعد اُنکا صاحب کا یہ کہنا کہ ہمارے علما کی تصریح اسکے ساتھ نہیں دکھائی کسدرجہ کی حیاداری ہے

ترجمہ مگر تعجب ہے فاضل رشید سے کہ یہاں تو یہ لکھا اور ایضاح لطافۃ المقال میں بالکل بدل گئے چنانچہ لکھتے ہیں سبحان اللہ کسانیکہ قران را بجہت ترتیب عثمان در حکم تقویم پارینہ می انگارند و یا حفظ و ضبط قرات آن و ترتیب علوم کثیرہ متخرجہ از ان [illegible] قوانین برائے اصول تفسیر کالعدم ندانند بلکہ ان را متغیر و محرف می پندارند در حق اشخاصیکہ بجان و دل خادم آن ہستند و خدمت آن را سرمایہ سعادت و وسیلہ نجات دانستہ بانحای شتی تعمیل آوردہ باشند کلمہ یعنی بطریق تشنیع محکوم بر زبان رانند۔ بالجملہ عدم نسبت وجود حکم بوقوع لحن لفظی در قران شریف بطرف کتابی از کتب اہل سنۃ در مقام مناظرہ با وجود ادعای وقوع آن بر مذہب ایشان خصوصا در صورت سبق وعدہ موثقہ بر لزوم ذکر شواہد ہجو ادعای عجیبہ ایشان از لطایف نمایاست الخ

اس عبارت کو دیکھ کر ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ فاضل رشید نے اس کلام میں کہ اہل حق قران کو تقویم پارینہ سمجھتے ہیں یا کوئی سروکار اسکے حفظ و قرات سے نہیں رکھتے۔ کیسا افترا کیا ہے جسکی خدمتیں

# اصلاح

وہ ماہانہ رسالہ ہے جو آٹھ برس سے فرقہ حقہ
شیعہ کی حمایت اور نصرت مین جان لڑائے ہے
جبکہ کوئی اخبار و رسالہ اس فرقے کا نہ تھا اسنے
قوم کی اصلاح اور مخالفین کے دفیعہ کا بیڑا اٹھایا
اور قوم نے اپنے کل اغراض ملکی و مالی کا اسکو
سرپرست و نگران مان لیا۔

اس فرقہ اصلاح نے آجتک جسقدر کتابین علم
کلام مین شائع کین اور جسقدر مخالفونکا جواب دیا قوم
مین مشہور ہے۔ دو سال سے تنقید بخاری کا
سلسلہ جاری ہو۔ اہلسنت کے اصح الکتب بعد
کتاب اللہ الباری صحیح البخاری کی شرح اس خوبی
سے کیجاتی ہو کہ صحیح اور اتفاقی روایتین الگ
ہو جاتی ہین اور وضعی و غلط روایتین الگ
باوجود ان خوبیون کے قیمت صرف ۶ر سالانہ

## تنقید بخاری

پہلا حصہ اصلاح جلد ۹ سے شروع ہوا اور نمبر جلد ۹ پر ختم ہوا بوجہ
کثرت شوق شائقین دوبارہ یہ حصۂ اول چھپوایا گیا ہے
جسمین صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل حدیثون پر تفصیلی
مگر مختصر نظر کیگئی ہے جسکے ملاحظہ قدرت خدا یاد آتی ہے قیمت

## الشمس

الشمس نے اہل سنت کے وہ اسرار
کھولے ہین جو آج تیرہ سو برس
مین بھی نہ کھلے تھے اگر تمام عالم کے اہلسنت جمع
ہوں تو بھی کوئی جواب صحیح و معقول نہین دیسکتے
قیمت جلد اول (۱۲) قیمت جلد ثانی (۶ر)

# نہج البلاغہ

اس کتاب مستطاب سے کون ناواقف ہوگا کہ جناب
امیر المومنین امام المتقین مظہر العجائب و الغرائب اسد اللہ
الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبے اور
خطوط اور مختلف حدیثین جنپر مسلمانون کے دین و دنیا
کی ترقیونکا دارومدار ہے جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے
اسمین جمع کی تھین قدیم زمانہ سے متعدد شرحین اسکی
عربی فارسی مین لکھی گئین مگر باینہمہ یہ کتاب کمیاب
بلکہ نایاب تھی۔ جناب فخر الحکما دام ظلہ نے اسکا
بامحاورہ ترجمہ کیا ہے اور مبسوط شرح تحریر فرمائی ہے
مگر چونکہ کتاب بہت ضخیم تھی اسلیے یہ انتظام کیا گیا کہ
ہر سال اسکے ۱۲ جزو ۲۹+۲۲ تقطیع پر شائع ہوتے ہیں لہذا
۶ر سالانہ مقرر کیا گیا ہر چہ ماہ پر جتنے جزو شائع ہوتے ہین
پوری کتاب کی قیمت درجہ اول [illegible] و درجہ دوم [illegible]

## رسالہ وضو

جسنے دنیا کو منوا دیا کہ اسلام مین مذہب
حق شیعہ ہے جسکا وضو اور نماز اور
افعال مطابق کتاب و سنت ہے [illegible] سے
زیادہ کتب معتبرہ اہلسنت [illegible]
رسول اللہ کا ہے جو شیعون مین جاری ہے قیمت

## مناظرہ امجد

حصہ اول جسمین قرآن اور احادیث
رسول اللہ و جناب امیر و حسنین اور
اقوال عائشہ و صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و خلفائے
اہلسنت سے بالخصوص معاویہ بن ابی سفیان پر جو کچھ
بصراحت تمام مذکور ہے آجتک اس مادہ مین ایسی کوئی
کتاب نہ لکھی گئی تھی۔ قیمت فی جلد [illegible]

نمبر ۴ و ۵ | مقاصد و قواعد پرچہ ہذا | جلد ۳

(۱) کتب علم کلام مذہب شیعہ پر جو بیجا حملے ہو چکے ہیں اُنکا مفصل جواب خصوصاً اُس اخبار کا جواب جو لکھنؤ سے مخصٖ شیعوں کی مخالفت میں شائع ہوتا ہے اور چاہتا ہی کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کیلیے کتاب مستطاب استقصار پر حملہ کرے جو محال ہے۔

(۲) بعد فراغت اسکے اُن مختصر رسائل کا جواب جو مخالفین کیطرف سے بغرض تشنیع مذہب حقہ شیعہ شائع ہوئے خصوصاً آیات بینات - ہدایات الرشید - منہاج السنۃ ابن تیمیہ در زبان عربی۔

(۳) حجم اِس رسالہ کا کم از کم ۲۴ صفحہ ہوگا۔ مگر قوم کی توجہ سے عنقریب بڑھا دیا جائے گا۔

(۴) پانچ خریدار دینے پر صرف الشمس اور ۲ خریدار دینے پر اصلاح و الشمس دونوں مفت بطور کمیشن ملینگے

(۵) قیمت پیشگی سالانہ مع محصول ڈاک (۶ عہ)

(۶) مراسلات میں نمبر چٹ لکھنا ضرور ہے ورنہ تعمیل محال ہے

(۷) سابق مقام چھوڑتے وقت فوراً دفتر کو مطلع کرنا ہوگا ورنہ عدم وصولی پرچہ کی شکایت معاف

(۸) درصورت عدم وصول پرچہ تاریخ اشاعت سے ۲ ہفتہ تک پرچہ مفت ملیگا اسکے بعد ۲ کا ٹکٹ آنا چاہیے

(۹) جملہ مراسلات اڈیٹر کے نام ہونا چاہئیں۔

نوٹ۔ (۱) نامہ نگار اسکے صرف وہ علما ہو سکتے ہیں جو خاص مذاق علم کلام میں تحریر کریں یا علماے متقدمین کی سوانح عمریاں مفصل یا مختصر تحریر فرمائیں مگر جبتک پوری تحریر آئیگی شائع نہو گی۔ (۲) چونکہ اِس رسالہ میں خاص علم کلام سے بحث ہوگی لہذا کتب کی خاص ضرورت ہی جو شخص اِس ذریعہ سے مدد کریگا اُسکا بالخصوص شکریہ ادا کیا جائیگا

مرکز اشاعت دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

اڈیٹر و مہتمم · سید محمد حیدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الشمس

| نمبر ۴ و ۵ | بابت ماہ ربیع الثانی و جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ | جلد ۳ |
|---|---|---|

## عرض حال

الشمس نے جہاں تک اپنے مقصد میں کامیابی پائی اس کا حال تو آپکو خود اسکی تحریروں سے معلوم ہوگا اور
[illegible] یہ جو اس سے پہلے شایع ہو رہا ہے اور اصلاح [illegible] میں شایع ہوا مگر قوم نے اسکی کہاں تک قدردانی کی اسکی ظاہر
[illegible] کے بعد [illegible] نمبر [illegible] شایع ہوئے ہیں حالانکہ اس عرصہ میں [illegible] نمبر اصلاح کے شایع ہوئے۔

میں یہ سمجھتا ہوں الشمس گو دیر سے چھپتی ہے اور ایک خاص مقصد میں جسمیں وہ شوخی ہے نہ وہ رنگ مگر علمی تحریریں
جسمیں ایسی تحقیق کوٹ کوٹ کر بھری ہیں کہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ تو کیا ابھی ہماری معزز قوم میں علمی مذاق
نہیں پیدا ہوا ہے جو اپنے اس علمی رسالہ کی قدر کرے جسنے تمام عالم کو روشن کر دیا

ہاں اس قدردانی کا ایک ادنی ثبوت یہ ہے کہ اشاعت اس کی تو خود ہی ابتدا سے کم تھی تا بہ [illegible] ہو گیا جسمیں
۲۵ [illegible] سے پیر فرمانی کا [illegible] تو کیونکر

[illegible] میں اس [illegible] کو بھی باقی دار [illegible] پاس بذریعہ ویلو روانہ کرتا ہوں کہ کم سے کم خریداروں کی
صحیح تعداد معلوم ہو کہ اسی قدر پرچہ چھپوایا جائے۔ ناحق انبار نہو۔

چونکہ عموماً اہل سنت نے اور لکھنؤ والے گمنام نے بڑے شد و مد سے شیعوں کو قائل تحریف قرآن مشہور
کرنا چاہا تھا اس لئے میں نے حسینیہ [illegible] کے جواب کی ابتدا کی اور فضل خدا سے اسقدر کامیاب بھی ہوا کہ اس کا
طبقہ ایسا [illegible] ہوا کہ [illegible] مگر اب وہ الشمس کا نام بھی نہیں لیتا بلکہ اقرار کرنا پڑا کہ روایات اہل سنت
بیشک مثبت تحریف قرآن ہیں مگر ابھی ایک پردہ رکھکر مقر ہیں

چونکہ اصلی مقصد الشمس کا یہ ہے کہ دنیا کو معلوم ہو جائے اہل سنت کسقدر قرآن کو مانتے ہیں جسکے حفظ
اور احترام کا انکو دعوی ہے پھر یہ کہ شیعوں میں قرآن کی کسقدر عظمت ہے اور مطابق حکم رسول قرآن و
اہلبیت [illegible] میں تفریق نہیں ہوسکتی لہذا **بتقریب ولادت جناب امام حسن مجتبیٰ
علیہ السلام یہ رعایت کیجاتی ہے کہ جو شخص ۱۵ ماہ رمضان المبارک کو منی
بذریعہ منی آرڈر بھیجدے ہر سہ جلد الشمس اسکے پاس بہ ادائے محصول
روانہ ہوگا۔**

میرا ارادہ تھا کہ بعد اتمام مضمون البدر التمام جو ۱۳۱۵ھ میں تمام ہوا مناظرہ حصہ ثانیہ کا جواب شایع کروں مگر چونکہ مولوی عبد الرحیم صاحب کی تحریر دلچسپ تھی اور اس کے جواب میں یوسف کید سے کام لیا گیا تھا اس لئے اسکے جواب الجواب مسمی بہ **قول کریم** کو مقدم کیا اور بعد اتمام مضمون **جلد ثالث** پر ریویو مناظرہ حصہ ثانیہ کا جواب شروع ہوگا۔ کہ سب مضامین جو روایات اہل سنت سے متعلق ہیں اسی جلد میں تمام ہو جاوینگے۔ اور جلد چہارم سے روایات شیعہ کی بحث شروع ہو جس سے معلوم ہو کہ روایات شیعہ کیسی صریح اور بکثرت ہیں قلت قرآن میں اور انکے عقاید ایسے صحیح ہیں کہ کسی فرد بشر کو بھی کبھی عذر نہیں ہو سکتا

اگر ہمارے لایق مخاطب اپنے پرانے مضامین بوسیدہ میں تکرار فی النقل سے کام لیتے تو بہت جلد یہ مرحلہ طے ہو جاتا رہتا مگر افسوس ایک تو انھوں نے ترجمہ تنزیہہ الشیعہ کا سرقہ کیا پھر تفسیر مضامین سہو ونسیان کو اسطرح تکرار کر کے لکھا کہ ان مضامین مردودہ کے رد میں میرا وقت عزیز زیادہ ضایع ہوا مگر اسی وجہ سے کہ جسقدر انھوں نے لکھنا چاہا اسی قدر حق واضح ہوتا گیا۔ واللہ یحق الحق ویبطل الباطل

## اڈیٹر کی اسلامی غیرت

ہمارے کرمفرمائے اخبار مورخہ ۷ جمادی الثانی میں تالیف القرآن مولفہ مسٹر اکبر مسیح کی خبر دی ہے کہ انھوں نے یہ رسالہ اسی غرض سے شایع کیا ہے کہ تالیف قرآن مجید کو کتب یہود و نصاری سے ثابت کریں اس کتاب کی نسبت اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں مفصل جواب اس رسالہ کا انشاء اللہ تعالی کسی اور وقت لکھا جائیگا۔ مگر آج تک ایک حرف بھی اسکے متعلق نہ لکھا اور شیعوں پر اعتراض کر کے اپنا دین و ایمان خاک میں ملاتے ہیں کیا یہی اسلامی غیرت ہے کاش وہ اس رسالہ کا ذکر ہی نہ کئے ہوتے کہ انکے فرقہ کو معلوم ہی نہو تا کہ کسی عیسائی نے اسلام پر کوئی حملہ بھی کیا ہے اور جب اس کا تذکرہ کیا تھا تو جواب بھی اس کا لکھتے مگر ان کا مطلب تو قوم کے برباد کرنے سے ہے انکو خوب معلوم ہے ایسی تحریروں سے انکے عوام خوش نہیں ہوتے انکی خوشی اسی میں ہے کہ جہانتک ہو سکے ائمہ طاہرین علیہم الصلوۃ والسلام کو خوب سی گالیاں دی جائیں خدا ایسے ایمان فروشوں سے بچائے اگر ان سے اس رسالہ کا جواب ممکن ہی نہیں ہے تو وہ اس رسالہ تالیف القرآن کو دفتر الشمس میں بھیجدیں اور قدرت خدا کا تماشا دیکھیں۔

ہم امید رکھتے ہیں کہ حضرات اہل سنت اڈیٹر صاحب کو اس رسالہ کے جواب لکھنے پر بہت جلد مجبور کرینگے ورنہ ہو سکے تو میرے پاس بھیجدیں۔

اڈیٹر

# القول الکریم لمجیب عبد الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

شکر خدا کہ الشمس کی ضو فشانی نے ایک عالم کو منور کر دیا جس سے وہ راہ راست دیکھنے لگے جنہیں رات کے پھیکے چمک والے مصنوعی ستاروں نے بے راہ کر دیا تھا اور قریب تھا کہ ایسے قعر ضلالت میں گر پڑیں کہ پھر نہ نکل سکیں۔ مگر اس آفتاب عالمتاب کی روشنی نے کچھ ایسی ہدایت کی کہ اب عام طور سے حق جلوہ گر ہو رہا ہے جسکی تصدیق اس سے ظاہر ہے کہ وہی اخبار گمنام اسطرح رو رہا ہے۔ لائق اڈیٹر کی تحریروں کا جو بطور تمہید لکھا ہے بخیال تضیع وقت میں جواب نہیں دیتا الا بعض مقام پر قوسی نشانوں میں کچھ لکھ دوں گا

نقل عبارت نجم لکھنؤ مورخہ ۲۴ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ اب مخبرات نے یہ حیلہ و فریب تجویز کیا ہے پوشیدہ طور پر سنیوں کے پاس خط بھیجنے شروع کئے کہ شاید کوئی دام فریب میں آجائے اور کسی کی تحریر میں اس قسم کا کوئی لفظ ہمیں مل جائے جس سے ہم کہہ سکیں کہ فلاں سنی تحریف کا معتقد ہے یا یہ کہ مسئلہ تحریف میں آپ کی تشفی نہیں ہوئی (محض اتہام ہے۔ ہاں جب آپنے زبانی مناظرہ سے فرار کیا۔ الشمس کی عبارت کا نقل کرنا چھوڑا۔ میری اس درخواست کو نا منظور کیا کہ میں الشمس کے خریداروں کا نام شائع کرتا ہوں آپ اپنا اخبار مفت انکے پاس بھیجئے آپ اپنے خریداروں کا نام شائع کریں میں انکے نام بلا قیمت روانہ کروں۔ تو جن حضرات کا نام کبھی انکے اخبار میں شائع ہو گیا انکے پاس الشمس بھیجا گیا کہ حجت تمام ہو اگر آپکے خیال میں اس کا نام حیلہ و فریب ہے تو الحمد للہ اسمیں کل انبیا اور اولیا میرے شریک ہیں) اگرچہ اس مخبری (کیا تہذیب ہے) کی کاروائی کا حاصل کچھ بھی نہیں مگر کہنا یہ ہے کہ دین حق کی مشعل ایسی فریب و دغا کے جھونکوں سے بجھ نہیں سکتی۔ (اپنے منہ میاں مٹھو)

فرض کیجیے کہ آپ نے معاذ اللہ کہ دیگر کسی سنی سے کچھ لکھوا لیا تو ہمارا کیا ضرر ہو سکتا ہے بحمد اللہ سلف سے
آج تک کوئی سنی عالم سے جاہل تک ہمیشہ سے پڑھے تک تحریف کا خیال بھی دل میں نہیں لا یا نہ لا سکتا ہے
اور اگر کوئی بد مغز ایسی بات منہ سے نکالے تو ہم تمام اہل سنت اسلام سے اسکو ایسا بے تعلق سمجھیں گے
جیسے نبوت صادقہ سے کذب مکذبین کو خود دیکھیے امام عالی مقام مولوی حامد حسین اسی بحث تحریف میں
لکھ چکے ہیں مصحف عثمانی کہ حضرات اہل سنت اس قرآن کامل اعتقاد کنند و معتقد نقصان انرا ناقص الایمان بلکہ
خارج از اسلام پندارند چونکہ علامہ کا یہ قول غلط لیا ہو کہ خداوند عالم فرماتا ہے اذا جاءک المنافقون
قالوا نشہد انک لرسول اللہ تو کیا اس سے درحقیقت وہ معتقد نبوت ہو گئے اور کیا خدا نے غلط کہا ہے
ہرگز نہیں اسی طرح جناب علامہ کا یہ قول ہے ورنہ سابقاً محی الدین عربی وغیرہ کی تصریحیں گذر چکی ہیں)
ایڈیٹر اصلاح نے ہمارے عزیز دوست جناب منشی محمد شفیع صاحب مقیم ضلع سلطانپور کو خطوط
بھیجے تو کیا پایا اور مولوی عبد الرحیم صاحب کو خط لکھا تو کیا حاصل ہوا (اتمام حجت - الحق من ربکم فمن
شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر)

الغرض بحث تحریف کی تکمیل چونکہ اس اعلیٰ پیمانہ پر ہو چکی ہے لہذا اسکے متعلق اب مجھے کچھ لکھنے کی
بالکل ضرورت باقی نہیں ہے مگر چند روز سے مولوی عبد الرحیم صاحب محرر عدالت باندا کی ایک تحریر
میرے پاس آئی ہوئی (جبھی اثر ہوا الشمس کا جواب کہ موصول ہوا کہ الشمس جو مفت بھیجا گیا اس کا کیا نتیجہ ہوا اگر ایک
شخص کا ایمان بھی درست ہو جائے تو اپکے خرافات روں سے بدرجہا بہتر ہے) چونکہ انھوں نے محض بنا بر تحقیق
اپنی پوری محنت سے وہ تحریر لکھی ہے اس لئے مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اس تحریر کو بجنسہ جنابکے بھی
شایع کر دوں، مگر افسوس کہ آپ تو اس بحث کو ختم کر چکے تھے پھر کیوں عمری جوش پیدا ہوا ملاحظہ کیجیے اپنا
اسوہ رحمہ ۲۴ صفر جس میں لکھتے ہیں کہ اصل مقصد کہ بحث تحریف ختم ہو گیا اور فریقین کا عقیدہ قرآن کریم کی
نسبت پوری تحقیق و تنقیح کے ساتھ بیان ہو چکا پھر اشاعۃ مورخہ ۲ صفر جس میں لکھتے ہیں اگر چہ بحث تحریف
کامل ہو گئی جو باتیں لکھی گئیں وہ بحمد اللہ ایسی جامع و محققانہ ہیں کہ جو باتیں نہیں لکھی گئیں وہ بھی انہیں سے مستنبط ہو سکتی
ہیں جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ آپ کس طرح گھبرا گھبرا کر بھاگ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بحث تحریف بھاگیں
نہ بچے مگر خود اپکے مذہب والے دامن کھینچتے ہیں کہ کہاں جاتے ہو جواب تو دو کیونکہ الشمس کا جواب
نواب شوال ۱۳۴۴ھ سے چھوڑے بیٹھے ہیں کیسے الشمس نے کیا اثر کیا اور کس طرح اپکے ہم مذہبوں نے صحیح مذہب کا ...

تحریر نمبر ۳

# خط مولوی عبد الرحیم صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ

قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی۔

فضیلت پناہ حقیقت دستگاہ جناب ۔۔۔۔۔ صاحب دامت برکاتہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اخبار صدق ۲۰ محرم گذشتہ میں دیکھ کر سخت افسوس ہوا کہ آپنے میرے مضمون کو جو رسالہ اسلام جالندھر میں شایع ہوا ہے اخبار کے مقابلہ میں معترضانہ تحریر سمجھ کر شکایت فرمائی ہے کہ میں نے وہ اعتراض براہ راست آپکی خدمت میں کیوں نہ بھیجا تاکہ آپکو اسکے جواب کا موقع ملتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرا مقصود اس خط سے (آپ) پر اعتراض کرنا نہ تھا اور نہ مجھ سے پہلے ان کو یہ جرات ہو سکتی ہے اپنے مقصد کو واضح کرنے کے لئے میں اس کی ایک نقل آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اور ساتھ ہی آپ کو اپنے بیان نامہ کی ایک یاد دلاتا ہوں جو اسی مقصد سے ۸ جنوری ۱۹۳۱ء کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا لیکن اسکو یہ عزت حاصل نہیں ہوئی کہ آپ اسکی طرف کچھ بھی توجہ کرتے (ایڈیٹر صاحب کی دروغ بیانی اچھی طرح کھل گئی اور تمام عالم کو معلوم ہو گیا کہ کس شان سے بہانہ جو لکھا تھا کہ آپنے براہ راست میرے پاس کیوں نہ بھیجا جو رسالہ اسلام جالندھر میں بھیجا۔ جب وہ خط دوسرے رسالہ میں شایع ہوا تو آپ کی آنکھ کھلی اور یوں بات بنانے لگے اسپر بھی ایڈیٹر صاحب نے پہلے خط کو شایع کیا اور بے غیرت نا بدتر) اسی وجہ سے ابھی دوسرے خط کو آپکی خدمت میں بھیجنے کی جرات نہیں ہوئی۔ لیکن اخبار کے پیوستہ دو نمبر دیکھ کر اب ہمت ہوئی ہے کہ امر زیر بحث کے متعلق بغرض تنقیح کا کچھ عرض کروں۔

اسکے متعلق ان دو نمبروں میں جو کچھ لکھا گیا ہے حق یہ ہے کہ بلحاظ مسلمات سنی و شیعہ دونوں کافی زیادہ ہے۔ لیکن میں پھر بھی عرض کرونگا کہ یہ بھی کافی نہیں مسئلہ نسخ التلاوت کی معقولیت و ثبوت پر موقوف ہے اور اسکے متعلق مناظرہ کے حصہ دوم میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس سے بوجوہ ذیل اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ ا۔ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الخ اس مقصد پر قطعی الدلالت نہیں ہے بلکہ بظاہر نہایت مضمون وہ نسخ شرائع سابقہ یہود و نصاری سے متعلق ہے۔ کوئی قول آنحضرت صلعم کا بھی ایسا

میں پیش نہیں کیا گیا ہے۔ نہ نسخ تلاوت کی کوئی معقول وجہ بیان کی گئی ہے۔ آیات منسوخ التلاوت سے حیثیت کلام الٰہی ہونیکی کبھی سلب نہیں ہو سکتی۔ لہذا ان کی تلاوت پر ثواب کا مترتب ہونا ضروری ہے پھر کیا وجہ ہوئی کہ ایک معتدبہ حصہ قرآن مجید کو منسوخ التلاوت کرکے ثواب سے محروم کر دینے کے علاوہ نقصان میں ڈالا گیا جس سے یہ بھی نقصان ہوا کہ چند سور مجموعہ آیات کے اس طرح جبر مرفوع التلاوت والکتابۃ ہو جانیکی وجہ سے اسی قدر معجزات نظم قرآن کے (فاتوا بسورۃ من مثلہ) ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے۔ یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی وفات کے عین قبل منسوخ التلاوۃ حصہ قرآن کو ممتاز طور پر صحابہ پر ظاہر کر دیا تھا اور بدینوجہ انھوں نے بروقت جمع قرآن اس تمام حصہ کو جسمیں سے کچھ کچھ متعدد صحابہ کو متفرق طور پر یاد بھی تھا داخل مصحف نہ کیا اگر ایسا ہے تو بالانسخ تلاوت ہی سے متعلق سمجھ لیجائے تب بھی یہ امر کہ کوئی خاص حصہ کلام اللہ کا منسوخ التلاوت ہو گیا۔ جداگانہ ثبوت کا محتاج ہوگا۔ اور یہ امر ضروری ہوگا کہ بموجب اس آیت کے اس حصہ منسوخ شدہ کا بدل بھی ملے۔ جو اس سے بہتر ہو یا اسکے مثل ہو۔ اس بدلیت کا کوئی پتہ کسی روایت میں نہیں ملتا بجز عشر رضعات والی حدیث حضرت عائشہ کے لیکن اسمیں بھی اشکال ہے کہ مصحف میں ناسخ کا وجود ہی نہیں ہے اور خود حضرت عائشہ یا کسی صحابی سے بہ سند آنحضرت صلعم بہل ناسخ کا بھی منسوخ ہو جانا منقول نہیں ہے۔

اسی طرح مناظرہ حصہ دوم کے صفحات ۴۰ تا ۴۴ میں جو روایات درج کی گئی ہیں ان میں سے دوسری تیسری چوتھی پانچویں ساتویں آٹھویں اور گیارھویں میں کوئی اشارہ کسی صحابی کا بھی منسوخیت کیطرف نہیں ہے چھٹویں روایت میں ایک نامعلوم سورہ کی منسوخیت کی نسبت آنحضرت صلعم کی تصریح ابن عمر سے منقول ہے لیکن یہ روایت مخرجہ طبرانی ہے لہذا قابل التمسک نہیں ہے (عبارت تا صفحہ ۔) چودھویں روایت میں محض یہ حضرت انس کی ہے جبتک اس رای کی تائید میں کسی دوسرے صحابی کا قول نہو اسوقت تک ایسے اہم معاملہ میں اس پر بھروسہ کر لینا غیر محفوظ ہے۔ نویں اور دسویں روایت کے موجب دو مختلف سورتوں کے کچھ حصے ایسے مستقل کلام ہیں سب صحابہ کو یاد تھے لہذا بموجب اس اصل موضوع کے کہ کسی حصہ

ان کا کچھ حصہ بعض صحابہ کو یاد تھا۔ یا ان کا کچھ دھیلا سا خیال انکے دماغ میں موجود تھا۔
واقعہ آیہ سورہ احزاب کے زمانہ کی بحث میں جو اپنے تعلیق امام بخاری کو پیش فرمایا ہے
اسکی نسبت گذارش یہ کہ اس جگہ تین روایتیں زیر بحث ہیں (۱) ایک وہ روایت جسمیں جنگ
یمامہ کے بعد جمع قرآن بعہد حضرت صدیق کا ذکر ہے اور ساتھ ہی سورہ توبہ کے اخری دو آیتوں
کا ذکر ہے۔ یہ روایت بخاری میں ایک جگہ باب جمع القران میں اور دوسری جگہ تفسیر سورہ
توبہ میں درج ہے اور دونوں جگہ پوری پوری درج ہے
(۲) دوسری روایت وہ ہے جسمیں واقعہ قدوم حذیفہ کے بعد نسخ مصاحف بعہد حضرت
عثمان کا ذکر ہے
(۳) روایت وہ ہے جسمیں سورہ احزاب کے ایہ کا ذکر ہے۔ بخاری باب جمع القران کتاب
الجہاد تفسیر سورہ احزاب۔ دوسری روایت کے اخیر میں بخاری باب جمع القران میں ہے
**قال الزہری** کے بعد تیسری روایت بھی درج ہے۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ الحاق
امام بخاری کا فعل ہے یا امام زہری یا کسی اور کا امام بخاری اور امام زہری کے درمیان
واسطہ دوسری روایت میں موسی اور ابراہیم اور تیسری روایت میں ابو الیمان اور شعیب
ہیں پس یہ کیونکر قیاس کر لیا جاوے کہ امام زہری تک ایک ہی سند ہونے کی وجہ سے
امام بخاری نے ان دونوں روایتوں کو ملا دیا ہے البتہ تیسری اور پہلی روایت میں یہ
مماثلت ہے تاہم ان دونوں کو نہیں ملایا گیا۔ حالانکہ اس کے لئے ایک مرجح یہ بھی تھا کہ
ان دونوں کا ماخذ حضرت زید بن ثابت ہیں برخلاف اسکے دوسری روایت کی ماخذ
حضرت انس ہیں۔ مگر اسپر بھی امام بخاری کیطرح امام ترمذی نے بھی تیسری روایت کو
دوسری کے ساتھ بیان کیا ہے پہلے کیساتھ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ خود امام زہری نے
ان روایات کو شعیب اور ابراہیم سے بیان کرتے وقت پہلی روایت کو منفرداً اور دوسری
و تیسری کو متصلاً بیان کیا تھا اور اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ بھی نہیں ہو سکتی کہ
تیسری روایت عہد عثمانی کے متعلق ہے اور اسی وجہ سے حضرت زید ابن ثابت نے
اسکو پہلی کیساتھ نہیں بیان کیا تھا بلکہ اس سے الگ بیان کیا تھا اور جب امام زہری
کو عہد عثمان کے واقعہ کے متعلق دوسری روایت حضرت انس سے پہونچی تو انہوں نے

ساتھ ملا کر تعلیم کیا مگر چونکہ اسکی سند مختلف تھی اس وجہ سے دونوں کے درمیان میں اختلاف اسناد ظاہر کرنے کے لئے یہ الفاظ وحدثنی خارجہ بن زید بن ثابت یا یہ الفاظ و اخبرنی خارجہ بن زید ابن ثابت بڑھائے

ترمذی شریف میں اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ تیسری روایت کی الحاق کرنیکے بعد چند اور روایات بھی امام زہری سے روایت کئے گئے تھے جو مابعد کے واقعات سے متعلق ہیں اور بسلسلہ وقوع واقعات درج ہیں

تیسری روایت میں اس واقعہ کا وقت اس فقرہ لما نسخنا الصحف فی المصاحف میں ظاہر کیا گیا ہے یہ فقرہ کارروائی عہد صدیقی پر صادق نہیں آتا بلکہ کارروائی عہد عثمانی پر صادق آتا ہے اسلئے کہ پہلی کارروائی میں نسخ المصحف فی المصاحف نہیں ہوا بلکہ تتبع القرآن من الرقاع والاکتاف والعسیب وصدور الرجال ثم جمعہ فی الصحف الفاظ روایت کے بموجب صحف کا وجود پہلی کارروائی کے قبل نہیں تھا بلکہ اسکے سبب سے ہوا تھا دوسری کارروائی کے دوران میں ان صحف میں بذریعہ نسخ ونقل ایسی وحدت انفصالی پیدا کی گئی کہ اس مجموعہ پر مصحف کا اطلاق ہونے لگا۔ اس قیاس کی تردید کے لئے تنہا تیسری روایت ہوتی جا ابراہیم کی روایت جسبطرح کہ وہ معجم میں منقول ہے بلفظ عن ہے۔ دوسرے ابراہیم ایک ضعیف راوی ہیں (تقریب التہذیب)

اسی جگہ یہ امر بھی قابل گذارش ہے کہ محولہ بالا دونوں واقعے نہایت ہی اہم کثیر التعلقات اور متعدد اللسان واقعات ہیں۔ لیکن باینہمہ پہلا صرف حضرت زید سے اور دوسرا صرف حضرت انس سے مروی ہے۔ ترتیب سور کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سوائے برات و انفال کے باقی کی ترتیب توقیفی ہے لیکن اس استثنا کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی جیکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم ہر سال بماہ رمضان قرآن مجید کا مقابلہ حضرت جبرائیل سے فرمایا کرتے تھے اور سال وفات میں دو مرتبہ ایسا کیا ضرور ہے کہ آنحضرت نے قرآن شریف کو کسی ترتیب خاص سے پڑھا ہوگا لہذا تمام سور وآیات مرتب ہو گئیں اس لئے کہ بعد عرضہ اخیرہ کے نزول وحی نہیں ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آخری عرضہ کے وقت حضرت زید بن ثابت بھی حضور نبوی میں حاضر تھے اور سنتے جاتے تھے اور انھوں نے اسی ترتیب کے مطابق

حضرت صدیق کے عہد میں مصحف مرتب فرمایا تھا اس حالت میں سورہ انفال وسورہ توبہ کی ترتیب کے متعلق جو روایت ترمذی (صفحہ ۲) وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے مروی ہو وہ مشتبہ ہو جاتی ہو خصوصاً جبکہ اس کی ایک راوی عوف بن ابی جمیلہ شیعہ ہیں تقریب التہذیب اور اسکے مقابلہ میں ابن عباس کی دوسری روایت میں حضرت علیؓ کا یہ قول موجود ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور سورہ برات قتل کے لئے نازل ہوئی ہے (یعنی اس وجہ سے اسکے ساتھ بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی) مناظرہ حصہ اول پرچہ ۳ صفحہ اول

علاوہ اس کے امور مندرجہ ذیل کی بابت بھی میں آپ کی تحریرات فیض سمات کا متوقع ہوں۔

(۱) جیسا رواج تراویح میں ختم قرآن کا فی زمانہ ہے کیا ایسا ہی رواج بزمانہ خلافت حضرت عمر بھی تھا۔ چند معتبر اسناد

(۲) عرضہ اخیرہ میں حضرت ابن مسعود موجود تھے اور اسی عرضہ اخیرہ کے مطابق حضرت زید بن ثابت نے مصحف صدیقی مرتب فرمایا تھا تو پھر حضرت ابن مسعود نے فاتحہ اور معوذتین کے بارہ میں اختلاف کیوں فرمایا اور اگر روایات مظہرہ اختلاف صحیح ہیں تو عاصم کی قرات میں جس کا سلسلہ اسناد حضرت ابن مسعود تک پہونچتا ہے فاتحہ اور معوذتین کیسے داخل ہیں

بندہ ابو عبد الرحیم عفی عنہ محررہ [illegible]

**اقول** یہ پورا خط مولوی عبد الرحیم صاحب کا ہے اس کے جواب میں اڈیٹر صاحب حسب ذیل قلم فرما ہیں جسکو ہم قولہ اور اقول کے ساتھ لکھتے ہیں۔

**قولہ الجواب** اگرچہ مولوی عبد الرحیم صاحب کے جسقدر شبہات ہیں ان کا جواب میری سابقہ تحریرات سے بخوبی ظاہر ہو مگر مزید توضیح کے لئے میں بالاستقلال ان شبہات کے جواب علحدہ ترتیب لکھتا ہوں امید ہے کہ مولوی صاحب بنظر انصاف وتامل ملاحظہ فرمائینگے تو یہ شبہات بالکلیہ مرتفع ہو جائینگے

**اقول** آپ مولوی صاحب کو دھوکہ نہیں دے سکتے کیونکہ انھوں نے الشمس بھی دیکھا ہے جسمیں دیکھ لیے ہیں کہ آپ الشمس کے مقابلہ میں بالکل لاجواب ہیں اور ماہ شوال سے تو اس کا نام لیتے

---

صفحہ ۸ رسالہ مؤید القرآن از مولوی علی بخش مرحوم

سمجھ جاتے ہیں افسوس کہ آپ اپنی قوم کو الشمس دیکھایا نہ دیکھنے دیا ورنہ معلوم کتنوں کا ایمان
درست ہو جاتا۔ ورنہ ابھی تحریف تو یہی لغو ہے لہذا ہم نے مولوی صاحب رد وہنی کر دیجئیے

**قولہ** سب سے پہلا اور سب سے بڑا شبہہ مولوی صاحب کو نسخ تلاوت پر ہے۔ مولوی صاحب کے نزدیک کسی
ایت کا منسوخ ہو جانا بالکل غیر معقول اور غیر ثابت اور محض بے وجہ اور بے فایدہ ہے لہذا وہ ان
روایات کو نسخ التلاوت پر محمول کرنا نہیں پسند کرتے بلکہ وہ استفہام پر دو نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں
یا تو اصل بحالت نہ اختیار ہے کہ قرآن میں کچھ قدر قلیل کمی ہو گئی ہے کچھ حصہ کلام الٰہی کا درج
مصحف ہونے سے رہ گیا ہے اور یا یہ سب روایتیں غلط ہیں دشمنان اسلام کی بنائی ہوئی ہیں جو محدثین و
مصنفین کی وجہ سے یہ روایتیں کتابوں میں داخل ہو گئی ہیں۔ اس دوسرے نتیجہ کی تائید بھی
مولوی صاحب نے متعدد وجوہ سے کی ہے

ج اصل یہ ہے کہ قرآن کریم کا ہر قسم کی کمی بیشی تغیر تبدل سے محفوظ ہونا ایک ایسا ضروری
اور متواتر عقیدہ اسلام کا ہے کہ اس پر عقلی و نقلی ہر دونوں قسم کے براہین قایم ہیں (مگر یہ عقیدہ اسی
وقت قایم ہو سکتا ہے کہ آپ اہل قران بنیں۔ اہل سنۃ ہو کر ایسا دعویٰ نہیں کر سکتے الشمس مجلد
دوم پھر سے ملاحظہ ہو اڈیٹر) اور وہ یہ ہیں ایسے صاف اور روشن ہیں کہ عقل سلیم کبھی ان سے سر تابی
نہیں کر سکتی (مگر ان تک ایک دلیل بھی عیسیٰ نہ لکھی۔ اڈیٹر) یہی وجہ ہے کہ مخالفین اسلام
بھی قرآن پاک کے اس معجزہ کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکے اور اس حیرت انگیز اعجاز پر ان کو
سوا دم بخود ہو جانے کے اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا (جیسا کہ اسرار القرآن اور کشف القرآن
سے ظاہر ہے جو حال میں عیسائیوں نے شایع کیا۔ اڈیٹر) جیسا کہ میں بہ اختصار آخر بحث تحریف
میں اسکو بیان کر چکا ہوں

**اقول** شاید وہ حصہ ابھی شایع نہیں ہوا اپنے ذہنی خیال کو مجسم سمجھ لیا ہے اور جن مخالفین
اسلام نے تسلیم کیا ہے وہ اعجاز قرآن کو اور اسکی اصل عبارت منزل من اللہ کے باقی رہنے کو
بخلاف توریت و انجیل۔ نہ اسکو کہ جس ترتیب سے نازل ہوا اسی ترتیب سے یہ لکھی ہوئی موجود
ہے اور میں انشاء اللہ اس بحث کو عنقریب لکھوں گا

**قولہ** یہ عقیدہ خود قران مجید کی ایہ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون سے
بصراحت تمام ثابت ہوتا ہے

**اقول** اگر کچھ بھی آپ میں حیاے قرآنی ہوتی تو ایسا نہ لکھتے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۸ صفحہ ۲ مدے کہ پہلے اسمیں اختلاف ہے ضمیر انا لہ لحافظون کدھر راجع ہے قرآن کی طرف یا آنحضرت کی طرف۔ پھر امام فخر الدین رازی صاحب اور ابن مسعود مفسر اور علامہ صالح بن مہدی مقبلی وغیرہ کا انکار اس امر سے کہ یہ آیہ عدم جواز تحریف کی دلیل ہو۔

**قولہ** یہ عقیدہ اسلام کا ایسا زبردست عقیدہ ہے کہ آج تک کسی مسلمان نے اسمیں اختلاف نہیں کیا اور اگر کوئی شخص اس میں اختلاف کرے تو مسلمان اسکو خارج از اسلام سمجھتے ہیں

**اقول** اسکے اشارہ (یہ) کا مشار الیہ نہیں معلوم ہوتا اگر اعجاز قرآن منزل من اللہ ہونا ہے تو بیشک مسلمات اہل اسلام سے ہے اگرچہ بہت سے علما نے اسکے اختلاف کیا ہے اور اگر یہ ہے کہ اسمیں کسی طرح کا تغیر تبدل نہیں ہوا تو نہ یہ عقیدہ اہل سنت ہے نہ عقیدہ تمام اہل اسلام ہے آپکا ذاتی عقیدہ تو دوسری بات ہے حالانکہ خود آپکا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کما مر ودیجئے

**قولہ** پس جب کہ یہ عقیدہ ایسے دلایل قطعیہ و براہین یقینیہ سے ثابت ہے تو کوئی روایت یا واقعہ اس عقیدہ میں خلل انداز نہیں ہو سکتا

**اقول** اس سے بھی معلوم ہوا کہ روایت اور واقعہ اس شان کا ہے جسکو آپ غیر کافی سمجھ رہے ہیں۔ اور جب کوئی دلیل قطعی آپنے دی ہی نہیں نہ لکھی کسی عالم سے انکی دلیل عقیدہ کیا پھر ان روایات کی موجودگی میں کیونکر ایسا عقیدہ قایم ہو سکتا ہے۔

**قولہ** ورنہ قطعیات کا امان اٹھ جائیگا خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ روایت یا واقعہ قوت ثبوت میں ان براہین قطعیہ کا ہمسر بھی نہو

**اقول** اولا براہین قطعیہ کا دعویٰ آپکو زیبا نہیں ثانیا دعویٰ عدم ہمسری لغو ہے کیونکہ اصح الکتب کی روایتیں ہیں۔

**قولہ** لہذا روایات نقصان قرآن کے متعلق صرف دو نتیجے نکل سکتے ہیں (۱) امر دوہ ایسی صحیح نہیں (۲) ان روایتوں کا مطلب اور ہو۔ وہ نتیجہ جو مولوی صاحب نے نکالا ہو کہ مخالفت سے اختیار ہے قرآن میں جو کچھ ہو گیا کسی حال میں نہیں نکل سکتا کیونکہ قرآن میں کمی بیشی کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا

**اقول** توکیا حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباس و ابن مسعود و ابی ابن کعب و عائشہ و ابو درداء وغیرہ صحابہ کبار کاذب تھے مفتری تھے۔ اور وہ امر محال کے قایل تھے جو فرمایا خدا نے قرآن کنتیوتہ

**قولہ** ہیں اب اس نتیجہ کو کسی طرح اپنے پاس نہ آنے دیجئے اور صرف مخفین دونوں نتیجوں پر غور کیجئے۔

**اقول** جو نتیجہ مولوی صاحب نے سونچا تھا وہ توصحابہ کی خیر خواہی کا تھا اور واقعات پر مبنی کہ صحابہ کو مطلق اس سے دلچسپی نہ تھی اور نہ کوئی انکے پاس نوشتہ تھا نہ حفاظ قرآن سے مدد لی گئی بلکہ وہ قصداً نکال دی گو وہاں تو ایسا ہونا لازمی ہے بخلاف ان دونوں نتیجوں کے جن کی تعلیم آپ دیرہے ہیں کہ اگر صحت روایات سے انکار کیا جاے تو اسلام کا ایک حکم بھی نہیں باقی رہ سکتا کیونکہ کل نہیں تو اکثر بلکہ بہت اکثر روایتوں ہی سے معلوم ہوتے ہیں دوسری نتیجہ کا یہ نتیجہ ہے کہ پھر نہ ہم علم حاصل کریں نہ کوئی کتاب دیکھیں بلکہ جو کچھ ارشاد فرمائیں اسپر ایمان لائیں۔ کیونکہ جب عربی کی لیاقت حاصل کی ترجمہ کرسکتے ہیں تو خواہی نخواہی وہی نتیجہ ذہن میں آے گا جس سے آپ منع کررہے ہیں اور مولوی عبدالرحیم صاحب سمجھتے ہیں

**قولہ** ان دونوں نتیجوں پر بھی بلحاظ ان روایات کے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں نتیجے اس مقام پر موجود ہیں اکثر روایات کی صحت بھی مخدوش حالت میں ہے

**اقول** اس کو بتانا چاہیے کہ کون سی روایت موضوع ہے اور پھر اس کا الزام آپکے ان علما کے سر پر ہوگا جنھوں نے ایسی روایت بنائی اور درج صحاح ستہ کیلئی۔

**قولہ** اور ان روایات کا وہ مطلب بھی نہیں ہے جو حریف نے محض کور چشمی سے مراد لیا ہے

**اقول** آفتاب کی طرف جو دیکھتا ہے اس کی آنکھ ضرور اندھی ہو جاتی ہے اسی لیے بعض نے تو دیکھنا اپنے چھوڑ دیا مگر جو لوگ سمجھدار ہیں وہ تو خوب سمجھتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے جناب من۔ یہ معاملہ قرآن ہے اسمیں کف لسان نہیں چل سکتا اس کو صحابہ ہی کے لیے مخصوص رہنے دیجئے۔

**قولہ** میں نے بحث تحریف میں روایات کی صرف اسی پہلو کو زیادہ وضاحت سے لکھا ہے

...یں نے سب کو خاک میں ملا دیا اور حق کو واضح کر دیا

**قول** ہم نے ان روایات کی صحت میں کلام کرنا ضروری نہیں خیال کیا کیونکہ یہ روایتیں اگر صحیح
تسلیم کر لی جائیں تب بھی ہمارے مقصد کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ ہاں اسقدر ہمیں ضرور
کہنا ہے مگر ان میں کی اکثر روایات ادنی طبقہ کی ہیں ان روایتوں کا صحیح مطلب جو صرف یہ
ہے نہیں بلکہ اکابر مفسرین و محدثین نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ ان روایتوں میں منسوخ التلاوۃ
آیتوں کا ذکر ہے

**قول** آپ تسلیم نہ کرتے تو کیا کرتے صحاح ستہ کی روایتیں ہیں۔ باقی رہا علما کا سمجھنا جیسا
انکے یہاں نہ قول صحابی حجت ہو نہ فہم صحابہ تو پھر فہم علما کیونکر حجت ہو سکتا ہے اصل مضمون
روایت یا حدیث یا آیت کو دیکھیے کہ کیا کہتا ہے علما کیے تو ہزاروں بات بناتے ہیں۔

**قولہ** نسخ التلاوت کا غیر معقول ہونا اب بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیا کلام الٰہی کا
منسوخ ہو جانا محال ہے؟

**اقول** اس سے یہاں بحث نہیں۔ بحث اتنی ہے کہ حکم باقی اور تلاوت منسوخ۔ وہ بھی
اسطرح کہ نہ رسول اللہ نے بتایا کہ یہ حکم منسوخ ہوا نہ کوئی صحابی اس کا مدعی ہوا بلکہ وہ
صاف صاف کہتے ہیں ہم اسطرح پڑھتے تھے اب یہ آیہ نہیں ملتی بہت سا قرآن
جاتا رہا۔ فلاں آیہ فلاں صحابی کے پاس تھا وہ مارا گیا۔ فلاں آیہ ہمارے سرہانے
میں لکھا ہوا تھا بکری کا بچہ آکر کھا گیا لکھنے والا وہ ... گیا پھینک اگئی اور آپ سب کو
منسوخ التلاوہ کہدیں کون عاقل مان سکتا ہے!!!

**قولہ** پھر کتب سابقہ کیونکر منسوخ ہو گئیں (بحکم خدا و نص رسول ہادی بر) یا جو کتب الٰہیہ منسوخ
ہو سکتی ہیں مگر آیات قرآنیہ منسوخ نہیں ہو سکتیں

**اقول** جو منسوخ ہوئیں وہ بھی یہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ پھر ان آیتوں نے کیا قصور
کیا جو نکال ڈالی گئیں۔

**قولہ** اس تفریق کی کیا وجہ۔ جب تک مولوی صاحبان دونوں باتوں میں کسی ایک
ثبوت نہ دیں اس وقت تک نسخ التلاوت کا غیر معقول ہونا ہرگز قابل التفات نہیں ہو سکتا

**اقول** مولوی صاحب نے سب ... ایسا نسخ ... قطعی الدلالت ...

(۳) کوئی قول آنحضرتؐ کا بھی اس باب میں پیش نہیں کیا گیا (۴) نہ نسخ تلاوت کی کوئی معقول
وجہ بیان کی گئی (۵) آیات منسوخ التلاوت سے حیثیت کلام الٰہی ہونیکی سلب نہیں ہوسکتی
(۶) لہذا انکی تلاوت پر ثواب کا مترتب ہونا ضروری ہے (۷) پھر کیا وجہ ہوئی کہ ایک معتد
بہ حصہ قرآن مجید کو منسوخ کرکے ثواب سے محروم کردیئے (۸) کے علاوہ فتنہ میں ڈالا گیا (۸) جس
سے یہ بھی نقصان ہوا کہ چند سور و مجموعہ آیات کے اس طرح پر منسوخ التلاوت والکتابت
ہوجانیکی وجہ سے اسی قدر معجزات نظم قرآن کے (فاتوا بسورۃ من مثلہ) ہمارے ہاتھ
سے جاتے رہے (۹) یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا کہ آنحضرتؐ نے اپنی وفات کے قبل منسوخ
التلاوت حصہ قرآن کو ممتاز طور پر صحابہ پہ ظاہر کردیا تھا۔ تا امر تقریر جو سابق مرقوم ہوئی
کیا یہ سب قابل مولوی عبدالرحیم صاحب کے نہیں ہیں؟

اڈیٹر صاحب کی یہ ایماندارانہ کارروائی ہر شخص کو بتاسکتی ہے کہ جب وہ اپنے مذہب
ملک و دست کی تحریریں بیجا تصرف کرتے ہیں کہ انکے دلایل سے عمداً چشم پوشی کرکے یہ
دعوے کرتے ہیں کہ جب تک اس کا ثبوت نہ دیں اسوقت تک نسخ التلاوت کا غیر معقول
ہونا ہرگز قابل التفات نہیں ہوسکتا۔ تو پھر الشمس کو ان سے کیا امید ہوسکتی ہے کہ وہ انکے
دلایل کو لکھ کر کسی امر کا معقول جواب دینگے۔

**قولہ** نسخ تلاوت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ تمام مفسرین کا اسپر اجماع ہے کہ کچھ
حصہ آیات القرآن کا منسوخ التلاوت ہوگیا ہے۔

**اقول** اجماع کا دعوی بھی خوب ہی کیا حالانکہ بتصریح امام احمد بن حنبل مدعی اجماع
کاذب ہے اور کسی مسئلہ میں آج تک اجماع نہیں ہوا پھر اس نسخ التلاوت کو کہاں سے
سرخاب کا پر لگ گیا جو اجماعی مسئلہ قرار پایا۔

افسوس ہے الشمس کو دیکھتے ہی نہیں ورنہ آپکو معلوم ہوتا کہ اسکے کتنے علماء نے اس سے
انکار کیا ہے ملاحظہ الشمس نمبر ۳ جلد ۱ ص ۲۵ وحکی القاضی ابو بکر فی الانتصار عن
قوم انکار هذا الضرب لان الاخبار فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع
علی انزال القرآن ونسخہ باخبار احاد لا حجۃ فیها اتقان ص ۳ جلد ۱

باقی آئندہ

# جلد ثالث پر ریویو

گذشتہ سے پیوستہ

واستنزل الوزیر عن ذلک فابی ان ینزل عنه او یرجع عما یقرء به من هذه الشواذ المنکرة
التی تزید علی المصحف العثمانی فانکر ذالک جمیع من حضر المجلس واشاروا بعقوبته ومعاملته
بما یضطره الی الرجوع فامر بتجریده واقامته بین الهنبازین وامر بضربه بالدرة علی
قفاه فضرب نحو العشرة ضربا شدیدا فلم یصبر واستغاث واذعن بالرجوع والتوبة
فخلی عنه وفیه ایضا قرأت فی کتاب لعله القاضی ابو یوسف القزوینی سماه اقواج
القرآن قال کان ابن شنبوذ احد قراء المتنسکین وکان یرجع الی ورع ولکنه کان
یمیل الی الشواذ ویقرء بها وربما اعلن ببعضها فی بعض صلوته التی یجهر فیها بالقراءة
وسمع ذالک منه وانکر علیه فلم ینته للانکار فقام ابو بکر بن مجاهد فیه حق القیام وشهر
امره ورفع حدیثه الی الوزیر فی ذالک الوقت وهو ابو علی بن مقلة فاخذ وضرب
اسواطا زادت علی العشرة ولم تبلغ العشرین وحبس واستتیب فتاب وقال انی قد
رجعت عما کنت اقرأ به ولا اخالف مصحف عثمان ولا اقرأ الا بما فیه من القراءة المشهورة
وکتب علیه بذالک الوزیر محضرا بما سمع من لفظه وامره ان یکتب فی اخره بخطه و
ذکر ان المحضر بخط ابی الحسین احمد بن محمد بن میمون وکان ابو بکر بن مجاهد یحرد فی کشفه
ومناظرته فانتهی لشامه الی ان اخاف علی نفسه من القتل وقام ابو ایوب السمسار فی صلاح
امره وسئل الوزیر ابا علی ان یطلقه وان ینفذه الی داره مع اعوانه باللیل خیفة علیه لئلا
یقتله العامة ففعل ذالک ووجه الی المداین سرا مدة شهرین ثم دخل بلیه بعدا
مستخفیا من العامة ونسخة المحضر المعمول علی ابن شنبوذ بخط ابن میمون بقیة لمحمد بن احمد
بن ایوب المعروف بابن شنبوذ قد کنت اقرأ حروفا تخالف ما فی مصحف عثمان بن عفان
رضی الله عنه المجمع علیه والذی اتفق اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ورضی عنهم
علی تلاوته ثم بان لی ان ذالک خطأ فانا منه تائب وعنه مقلع والی الله عز وجل بریء
اذ کان مصحف عثمان هو الحق الذی لا یجوز خلافه ولا ان یقرأ بغیر ما فی نسخة خط ابن

شنبوذ فی ہذا المحضر یقول محمد ابن احمد بن ایوب بن شنبوذ ما فی ہذہ الرقعۃ صحیح وہو قولی واعتقادی واشہد اللہ عز وجل وسایر من حضر علی نفسی بذالک وکتب بخطہ فمتی خالفت ذالک او کان منی غیرہ فامیر المومنین اطال اللہ بقاءہ فی حل وسعۃ من دمی ذالک فی یوم الاحد لسبع خلون من ربیع الآخر سنۃ ثلاث وعشرین وثلثمائۃ الخ

خلاصہ اس واقعہ کا یہ ہے کہ بغداد میں ایک شخص تھا جو بنام ابن **شنبوذ** مشہور تھا۔ وہ محراب میں مطابق قراۃ ابن مسعود و ابی ابن کعب قرأت کرتا جو اس مصحف کے خلاف تھا۔ اس کی ہمہ تن کوشش یہ تھی کہ قبل جمع عثمان جو قرائتیں جاری تھیں انکو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر پڑھا کرتا تھا۔ اور اگر کوئی اسکی مخالفت کرتا تو اس سے آمادہ مناظرہ رہتا۔ یہ قصہ اسکا مشہور ہوا اور ہر کس و ناکس اس سے مطلع ہوا یہانتک کہ خلیفہ تک یہ خبر پہونچی ۳۲۳ھ میں خلیفہ نے اسکی گرفتاری کا فرمان جاری کیا۔ وزیر نے اوس سے مباحثہ کیا وہ اپنے طریقہ پر قایم رہا اور ہر طرح دلایل سے اوس کو ثابت کیا۔ وزیر نے ہرچند کوشش کی کہ وہ ان قراءتوں سے باز آئے مگر اوسنے نہ مانا اور اپنے اصرار پر قایم رہا تب علمائے اہل سنت نے فتوی دیا کہ اسکی تعزیر کی جائے کہ وہ مجبور ہوکر اس قرات سے باز آئے۔ آخر وہ غریب برہنہ کیا گیا اور پشت گردن پر دس سے بیس تک درے لگائے گئے جس سے وہ بیتاب ہوگیا اور فریاد کرنے لگا اور توبہ کرنے لگا اقرار کیا تب اوسکی جان چھوڑی گئی۔ قاضی ابو یوسف قزوینی نے ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام انواع القراء ہے اوس میں لکھا ہے کہ ابن شنبوذ قراء متمسکین تھا اور صاحب ورع تھا مگر وہ شاذ آیتوں کی تلاوت کرتا اور اکثر نمازوں میں اوسکو باواز بلند پڑھتا۔ لوگوں نے اپنی ناراضی اس سے ظاہر کی سب سے زیادہ ابوبکر بن مجاہد نے اس میں شدت کی یہانتک کہ وزیر کو اسکی خبر ہوگئی اوس نے بلوا کر درے لگائے اور قید کیا۔ پھر کہا گیا کہ توبہ کرو اوسنے توبہ کیا اس قصہ میں اوس کو خوف تہا کہ لوگ قتل کر ڈالینگے۔ ابو ایوب کچھ اصلاح چاہی۔ وزیر سے استدعا کی کہ قید سے آزاد کیا جائے مگر عوام میں یہ شورش مخالفت پہیلا ہی تہا کہ رات کو چھپا کر مداین بہیجا جہاں وہ دو مہینے تک چھپا رہا دو مہینہ بعد چھپ کر اپنے مکان میں آیا بمقام بغداد اور ایک محضر اوسکی طرف سے شائع کیا گیا جسمیں اوس نے اقرار کیا کہ ہم اون قراءتوں سے باز آئے

اور بجز قرات عثمانی دوسری قرات نہ پڑھیں گے یہ روز یکشنبہ ماہ ربیع الاخر ۳۲۳ کا واقعہ
اس واقعہ سے ہر بافہم نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اصلی مقصود کیا تھا؟ کہ کسی طرح قرات ابن
مسعود و ابی بن کعب وغیرہ نہ رائج ہونے پائے۔ ورنہ جو لوگ اسطرح کی تحریف کو قران
میں بحالت نماز جائز رکھتے ہیں اور خاصکر قرات ابن مسعود کی اجازت ہی ہے یہانتک
کہ اسکی اجازت ہے کہ قران کو چھوڑکر توراۃ۔ انجیل۔ زبور نماز میں پڑھا کرے۔ اونکا کیا بگڑتا
تھا جو اس غریب متورع۔ قاری قران کو اسطرح پڑھنے دیں مگر یہ کیونکر گوارا ہو تاکہ عثمان
کی قرات موقوف کرکے ابن مسعود و ابی بن کعب کی قرات رواج پائے۔

## ترجمہ توراۃ عربی میں بمصنفہ خلیفہ ثالث عثمان

ناظرین کو یہ سنکر اور بھی حیرت ہوگی بلکہ تقریر سابق کا یقین ہوگا کہ توراۃ کے ترجمہ کرنے والے عربی میں حضرت عثمان بن عفان خلیفہ ثالث اہل سنت ہیں چنانچہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے

بذیل قصہ قتل عثمان اما واللہ لقد علمتم ان رسول اللہ قال لا یحل دم امرئ مسلم
الا فی احدی ثلث الردۃ عن الاسلام والزنا بعد الاحصان ولا واللہ ما کان ذلک
منی فی جاہلیۃ ولا اسلام او رجل قتل رجلا فیقاد بہ فقال بعضہم انہ یقول مقالا وقال
اخرون سمعتم منہ لیصرفنکم فابوا رمیۃ بالسہام و استقبلوہ بما لا یستقبل مسلم
ثم اشرف علیہم عبد اللہ بن سلام وکان من اہل الدار فقال یا معشر من حاضر دار
عثمان من المہاجرین والانصار ممن انعم اللہ علیہم بالاسلام ولا تقتلوا عثمان

جب عثمان کو لوگوں نے محصور کیا تو عثمان نے کہا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کسی
مسلمان کا قتل نہیں جائز ہے مگر تین صورت میں ایک یہ کہ مرتد ہو جائے اسلام سے (یہی
تو سبب قتل ہوا) دوسرے یہ کہ زنا کرے بعد احصان کے اور یہ ایسی بات ہے کہ کبھی نہیں
ہوئی نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں تیسری صورت یہ ہے کہ کسی آدمی کو قتل کرے تو بعوض اسکے قتل
کیا جائے (ابن مسعود کا قاتل کون ہے) بعض صحابہ نے کہا یہ تو ایک بات کہہ رہا ہے دوسرے
نے کہا اگر ایسی باتیں سنوگے تو تم یوں ہی واپس جاؤگے پس سب نے انکار کیا اور تیر مارنا شروع کیا
عبد اللہ بن سلام یہودی الاصل بھی اوسی مکان میں تھا چھت پر چڑھ کر اون کے

... یا یہودی اشبع بطنک والبس ظہرک واللہ لا تبتغی فیہ شاتمان ولا ینتاقر فیہ
دیکان فقال اما الشاتمان والدیکان فصدقتم ولکن الانسان الا کثران فینا ظہران فیہ فحصروا
بہ دارہ حتی شجعوا بالتفت الی عثمان فقال لہم علموا انما اشبعت بطنی وکسوت ظہری فحصروا

سامنے آیا اور کہا اے مکان عثمان کے محاصرہ کرنے والو! اے مہاجر و انصار۔ اے مسلمانو
نہ قتل کرو عثمان کو اسلئے کہ عثمان کا حق ہر مسلمان پر وہی ہے جو باپ کا ہوتا ہے بیٹے پر۔ اور قسم
خدا کی مدینہ کی دیوارونپر بارہ ہزار وہ فرشتے ہیں جنسے خدائی امداد کی تمہارے نبی کی قسم خدا
کی اگر تم اسے قتل کروگے تو خدا اسدرجہ غضبناک ہوگا کہ سب فرشتے چلے جائینگے اور اون لوگونکو قتل کریگا
جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے اپنے باپ کی صلبونمیں ہیں اور ماں کی رحمون میں۔ قسم خدا کی میں
انہیں توراۃ میں لکھا ہوا پاتا ہوں جسے خدا نے نازل کیا اپنے نبی موسی علیہ السلام پر اور لکھا
اوسکو اپنے ہاتھ سے عبرانی میں اور لکھا اوسکو تمہارے خلیفہ نے عربی میں المظلوم
الشہید (یعنی یہ صفت عثمان توراۃ میں ہے) قسم خدا کی اگر تم اسے قتل کروگے تو پھر
کبھی خدا کی طاعت نہ ہوگی مگر بہ خوف اور نہ صلہ رحم کیا جائیگا بطور مکافاۃ او رقرہ
لوگ قتل کیے جائینگے جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے۔ صحابہ نے جواب دیا اے یہودی بھرلے
اپنے شکم کو اور چھپالے اپنی پشت کو اس معاملہ میں تو نہ دو بکریاں لڑینگی نہ دو مرغ چونچ
مارینگی۔ عبداللہ بن سلام نے جواب دیا یہ تو تم سچ کہا کہ دو بکریاں بھی نہ ذبح ہونگی نہ دو
مرغ۔ مگر دو مینڈھے اس میں ضرور لڑ مرینگے پھر عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا
یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ تم نے ہمارا پیٹ بھرا ہے اور پیٹھ ہماری چھپائی (یعنی خلعت دیا)
پس صبر کرو اے امیر المومنین کہ میں کتاب اللہ میں پاتا ہوں کہ تمہارے بارے میں خلیفہ
مظلوم لکھا ہوا ہے صفحہ ۱۰۔

عبداللہ بن سلام کے جواب میں جو صحابہ نے کہا لا ینتطح فیہا عنزان ولا ینقر فیہا دیکان
یہ ایک عربی مثل ہے جس کا اوس مقام پر استعمال ہوتا ہے کہ کسی طرح کا اختلاف نہیں ہوتا
مجمع بحار الانوار میں ہے ومنہ لا ینتطح فیہا عنزان ای لا یلتقی فیہا اثنان ضعیفان
لان النطح من شان التیوس دون الکباش ولا العنوز یعنی ان القصہ مخصوصہ
لا یجری فیہا خلاف ونزاع صفحہ ۳۶۷ ج ۳
یعنی لا ینتطح فیہا عنزان کے مطلب یہ ہوتے کہ اس معاملہ میں عنزکہ یعنی بکریاں نہ لڑینگی کیونکہ لڑنا
کام صرف بکرون کا ہے نہ مادہ کا اور یہ مثل وہاں کہی جاتی ہے جہاں کسی قسم کا اختلاف یا نزاع

نمبر کتاب جمہرۃ الامثال ابی ہلال مین ہے قولہم لا ینتطح فیہا عنزان یضرب مثلا
للامر یبطل ویذہب ولا یکون لہ طالب واول من قالہ النبی اخبرنا ابو احمد قال اخبرنا
یحیی بن محمد مولی بنی ہاشم قال حدثنا بکر بن عبد الوہاب قال حدثنا الواقدی
قال اخبرنا عبد اللہ بن الحرث بن فضیل عن ابیہ قال کانت عصماء بنت مروان
من بنی امیہ بن زید قال وزوجہا زید بن الحصن الخطمی وکانت تحرض علی المسلمین
وتوذیہم وتقول الشعر فجعل عمیر ابن عدی علیہ نذرا لئن رد اللہ عز و جل سالما
من بدر لیقتلنہا فقال فعدا عمیر فی جوف اللیل فقتلہا ثم لحق النبی فصلی معہ
الصبح وکان النبی یتصفحہم اذا قام یدخل منزلہ فقال لعمیر بن عدی اقتلت
عصماء فقال نعم قال فقلت یا رسول اللہ علی فی قتلہا شیء فقال رسول اللہ لا
ینتطح فیہا عنزان قال وہی اول ما سمعت منہ ص ۲۷۵ ج ۲۔

خلاصہ اس کا یہی ہے کہ یہ مثل وہان کہی جاتی ہے جہان کسی قسم کے اختلاف کی امید
نہ ہو اور سب سے پہلے آنحضرت نے مروان کی بیٹی عصما کے بارہ مین استعمال کیا تھا۔
جس سے معلوم ہوا کہ قتل عثمان ایسا اجماعی امر تھا کہ اس مین دو آدمیون کے اختلاف کا
بھی اسمین خوف نہ تھا کیونکہ سب کا فتوی ہو چکا تھا۔ اور انکا قتل ویسا ہی آسان اور ضروری
تھا صحابہ نے اس بارہ مین وہی مثل جاری کی جو آنحضرت نے مروان کی بیٹی عصما کے
قتل کے بارہ مین فرمایا تھا جس کے مطلب یہ ہوئے کہ وہ عورت اور یہ مرد ایک حکم مین ہے
بہر حال ہمارا مقصود اس جملہ سے ہے جو عبد اللہ بن سلام نے تعریف اور حقوق عثمان
کے بارہ مین کہا کہ یہ خلیفہ ہے جس نے توراۃ کو اپنے ہاتھ سے عربی مین ترجمہ کیا
جس سے معلوم ہوا کہ عثمان نے توراۃ کو عربی مین ترجمہ کیا حالانکہ آپ مکرر پڑھ چکے ہین
کہ دو تین مرتبہ عمر صاحب توراۃ کو لائے تھے اور حضرت کو سنانے لگے جب آنحضرت
حد درجہ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اگر موسی زندہ ہوتے تو تم لوگ ہمکو چھوڑ کر اون کے
پیرو ہوجاتے حالانکہ وہ ہماری متابعت کرتے یہانتک کہ ابوبکر صاحب نے عمر کو گالی
دی اور ایک انصاری نے ان کے ہاتھ پر مارا جس سے ظاہر ہے کہ توراۃ کیطرف

یعنی قرآن کا لکھنا ترجمہ اسلام کے خلاف تہا مگر یہ لوگ دیگر ایسے شیدائی تھے کہ عمر صاحب تو لکھا ہوا اور پڑھ کر سناتے اور عثمان صاحب نے ترقی کی کہ اوسکا ترجمہ کر ڈالا تو کیا اس کے بعد بھی کوئی کہسکتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے۔

یہ بھی آپ بکار دیکھئے کہ آج تک کوئی روایت نہیں ملی جسمین عمر صاحب کا قرآن کو بذات خاص لکھنا یا لکھوانا مذکور ہو اور آج تک ایسی ہی کوئی روایت ملی جس سے عثمان صاحب کا خود قرآن کو لکھنا یا اوس کے اہتمام مین شریک ہونا معلوم ہو مگر ترجمہ توراۃ مین یہ اہتمام تہا کہ بذات خاص اوسمین متوجہ تھے اور خود اپنے ہاتھ سے لکھا کیا یہی شان اسلام ہے۔

اب ان دونو امرون کو ملاؤ تو تم کو معلوم ہو کہ یہ کیسے مسلمان تھے کہ باوصفیکہ حضرت ممانعت فرماتے ہین لیکن رنج ظاہر کرتے ہین مگر یہ توراۃ کے ایسے شیدائی ہین کہ نہ حضرت کا حکم مانتے ہین نہ اوس کے ملال سے باز آتے ہین بلکہ یہ ترقی کرتے ہین کہ خود اوسکا ترجمہ کرتے ہین اور اون کے علما آج تک اسکا فتوی دے رہے ہیں کہ بجائے قرآن تم نماز مین توراۃ پڑھا کرو تو پھر بتائیے یہ مسلمان ہین یا یہودی؟

ہان ہان اس سے آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ ترجمہ توراۃ جو عثمان صاحب نے لکھا تہا وہ شائع ہو چکا تہا مسلمانون کے ہاتھ مین جا چکا تہا جبھی عبداللہ بن سلام کہہ رہے ہین کہ تمہارے خلیفہ نے توراۃ کو عربی مین اپنے ہاتھ سے لکھا کیونکہ اگر یہ ترجمہ نہ شائع ہوا ہوتا تو نہ عبداللہ بن سلام کو اس کے تذکرہ کا موقع تہا اور اگر تذکرہ کرتے تو وہ سب تکذیب کرتے لہذا معلوم ہوا کہ وہ ترجمہ شائع ہو چکا تہا جبھی تو کسی نے انکار نہین کیا۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ عبداللہ بن سلام نے جو صحابی کہا جاتا ہے حقوق عثمانی مین نہ جمع قرآن کا نام لیا ہے نہ اون کے اور کسی خدمت کو اس قابل سمجھا کہ یہان ذکر کرے بلکہ صرف کتابت ترجمہ توراۃ کو وہ ایسا عظیم حق قرار دیتا ہے کہ اس سے عثمان صاحب کو اپنے مثل مسلمانوں کا باکہہ رہا ہے جس سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ خود عبداللہ بن سلام کے دل مین اسلام کی کس قدر عظمت تہی بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اون مسلمانون کے نزدیک بھی یہ حق ایسی قابل تہا جبھی اسکو ذریعہ نجاۃ عثمان قرار دیا کہ کیون تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جسنے تمہارے لئے توراۃ کا ترجمہ کر دیا

ہان ہان عبداللہ بن سلام کی ایسے حالت مین موجود تھی اور اوسکی یہ سفارش بھی تو تمکو بتادیگی کہ خلیفہ صاحب پر کسدرجہ یہودیت کا اثر غالب تہا کیونکہ تم عبارت مذکورہ صدر مین پڑہ آئے ہو کہ تمامی صحابہ نے عبداللہ بن سلام کو بخطاب یا یہودی مخاطب کیا ہی اور تم کو یہ بھی معلوم ہی کہ زید بن ثابت کاتب قرآن کو حضرت ابن مسعود یہودی اور بچہ یہودی کہتے تھے جس سے تم کو خود بخود معلوم ہوگا کہ جمع قرآن مین کسقدر تحریف ہوئی ہوگی کیونکہ یہود کی تحریف تو ایسی ہی کہ قرآنین نصوص صریحہ اوسکے موجود ہین اگرچہ بخاری وغیرہ نہ مانین اور پھر اون کا دست وبازو خلیفہ بنا جامع قرآنین اوکا کاتب قرآن ہونا خود تمکو بتادیگا کہ کیا کیا گیا ہوگا۔

اب مین زیادہ لکہنا نہین چاہتا بلکہ تم کو یاد دلاتا ہون کہ حضرت عایشہ آخر کس مناسبت سے انکو نعثل کہتی تہین کیا وہ صدیقہ نعوذاً لکوبھی کیا اپنے دل سے ازراہ دروغ و افترا یہودی کا خطاب انکو دیا تہا۔

آخر وہ مقبرہ یہود مین کیون مدفون ہوئے جو آج تک تمام عالم کو بتارہا ہی کہ یہ یہود کے مقبرون کا حصہ دیوار کہینچ کر کے ملایا گیا ہے۔

ان واقعات سے جہان آپکو اصلی حالات معلوم ہون گے وہان یہ بھی معلوم ہوگا کہ علما اہل سنة جو اس قدر تحریف کی مخالفت مین کوشش کر رہے ہین اصلی غرض اونکی یہی ہے کہ قرآنکی تکذیب کرین اسیلئے تحریف توراۃ سے بھی منکر ہو گئے اور یہہ نسبت قرآن لوسکے غیر محرف ہونے پر زور دینے لگے حالانکہ قرآن مین کئے مقام پر یحرفون الکلام عن مواضعہ موجود ہی اور اسنے قایل ہوئے کہ توراۃ اور انجیل مذہب کہنا نہین پڑھ سکتے ہین پہلے بتائے قرآن کی نسبت انکے دلمین کیا تنگ ہی اور کہان تک اوس کے معتقد ہین۔

اب آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ اصلی قرآن جو جمع کردہ جناب امیر المومنین علیہ السلام تہا جسے حضرت نے بعد وفات رسول سب کامون پر مقدم کیا کیون نہ لیا گیا ابی بن کعب کا قرآن کیون نہ مقبول ہوا عبداللہ بن مسعود کا قرآن کیون نہ لیا گیا حالانکہ عرض آخر میں بھی شریک تھے اور آنحضرت نے بالخصوص انکو معلم قرآن مقرر کیا تہا اور حکم تعلیم دیا تہا کہ

ان سے قرآن سیکھو۔ مگر ہائے ہائے صحابی معظم کی اسی قرآن کی بدولت وہ گت بنائی گئی کہ آج تک وہ کہتے ہونگے ؏ ازکفن دست بروں آرم و فریاد کنم۔

مسلمانو! اگے سمجھو رسول اللہ نبی معصوم تھے۔ مرتے وقت کیوں انکی وصیت کی لنی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ عزوجل و عترتی اسیوجہ سے کہ حضرت کو بخوبی معلوم تہا ہمارے بعد قرآن اپنی حالت پر نہ رہنے پائیگا۔ اہل بیت ہمارے قتل ہونگے مگر مسلمانوں کی نجات اگر ممکن ہے تو اسی صورت میں کہ قرآن اور اہل بیت دونوں سے تمسک کریں دونوں کو ملا کر لیں ورنہ یہی نتیجہ ہوگا جو ہوا۔

اس عبارت کا یہ جملہ کہ صحابہ نے عبداللہ بن سلام سے کہا ای یہودی بہت ہی معنی خیز ہے کیونکہ یہ بزرگ صحابی رسول اللہ ہیں اور اہل سنۃ کے نزدیک اگر بہتر نہیں تو ہمسر خلفا ضرور ہیں مگر صحابہ انکو یہودی کہہ رہے ہیں تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا صحابہ نے غلط کہا یا سچ اگر غلط کہا تو مصدق آیہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہوئے اور مخالف لاتنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان اور اگر سچ کہا تو خلیفہ ثالث کا ہم نوالہ و ہم پیالہ ہونا اس یہودی کا ثابت ہوا تو کیا اس کے بعد بھی اس میں تامل ہوسکتا ہے کہ ان پر یہودیت کا رنگ نہیں چڑھ سکتا جس کو تحریف بھی لازم ہے۔

پھر وہ فقرہ بھی قابل غور ہے جو صحابہ کرام نے بحق عبداللہ بن سلام استعمال کیا کہ یہودی اشبع بطنک وا کسی ظہرک جس سے جہاں انکی طماعی معلوم ہوی کہ بطمع مال و زر ہمراہ عثمان تہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کی نظر میں بھی انکی طماعی ثابت تھی اور سمجھتے تھے کہ یہ دنیادار ہے بطمع دنیا حمایت خلیفہ کر رہا ہے۔ پھر بتائیے کہ ایسے دنیاداروں کی کسی بات پر اعتماد ہوسکتا ہے۔

عبداللہ بن سلام کا بار بار یہ کہنا کہ کتاب اللہ منزل میں خلیفہ مظلوم شہید لکہا ہے صاف صاف بتا رہا ہے کہ اس ترجمہ توراۃ میں اسی قسم کی تحریف کی گئی تھی کہ آیندہ کام دیگی۔ مگر شکر خدا کہ وہ ترجمہ شائع نہ ہوا اور پیوند خاک ہوگیا ورنہ آپ دیکھتے کہ اہل سنۃ کیا کیا شور و غل مچاتے۔

ان تمام حالات سے ہر با فہم کو معلوم ہوسکتا ہے کہ اہل سنت اور اون کے خلفا قرآن اور اسلام ہنکے کیسے دشمن تھے کہ نہ اون نوشتوں کو رہنے دیا جو بعہد رسول اللہ لکہا گیا تہا نہ لوگوں کو

# القول الکریم المجیب عبد الرحیم

گزشتہ سے پیوستہ

پھر ملاحظہ ہو الشمس المبشرہ جلد ۳ صفحہ ۱ جس سے معلوم ہوگا کہ کتنے علما اس سے منکر ہیں طرہ یہ ہے کہ خود ایڈیٹر صاحب نے بھی اس عبارت کو اپنے حصہ دوم میں نقل کیا ہے اور اس تحریر میں بھی ملاحظہ ہو مگر بنظر اخفای حق یہاں تک خوش نہ ہوئے اجماع ہیں پھر اس کا کیا جواب ہے جبکہ اقاضی عن قوم ایک قوم علما کی منکر ہے تو کیا ان کے انکار کے بعد بھی اجماع ہو سکتا ہے حصول المامول میں ہے اذا خالف اهل الاجماع واحد من المجتهدين فقط فذهب الجمهور الى انه لا يكون اجماعا ولا حجة قال الغزالى المذهب انه لا ينعقد مع مخالفة الاقل وقيل حجة وليس باجماع ورجحه ابن الحاجب وقيل لا ينعقد مع مخالفة الاثنين دون الواحد وقيل مع الثلثة دون الواحد صفحہ یعنی جب اہل اجماع کے قول سے ایک مجتہد بھی مخالفت کرے تو بنا بر قول جمہور وہ اجماع نہیں ہے نہ حجت ہے۔ غزالی نے کہا کہ مخالفت اقل سے منعقد ہوگا مگر وہ اجماع نہیں ہے اور اسی کو ترجیح دیا ہے ابن حاجب نے اور بعض نے کہا کہ دو آدمی کی مخالفت سے اجماع باطل ہوگا۔ اور بعض نے تین آدمی کی شرط لگائی ہے تو پھر تو پورے دعوے اجماع باطل ہوا کیونکہ مخالفت اسکی ایک جماعت ہے اور ایک قوم

افسوس کہ آج تک آپ کو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ اس قسم کے نسخ کے اقرار سے کیا خرابی لازم آتی ہے جس کو آپ نے سمجھا۔ علما نے تصریح لکھدیا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اخبار احاد سے قرآن کی قرآنیت اور منسوخیت ثابت ہے جسکو کوئی عاقل نہیں قبول کر سکتا۔ کیونکہ منسوخیت تابع قرآنیت ہے اور قرآن ہونا اگر ایسی روایتوں سے ثابت ہو تو پھر قرآن اور حدیث میں فرق ہی کیا رہیگا مگر آپ کو تو شیعوں سے کد ہے لہذا اس کو دیکھیے گا کہ اس سے آپ کے اصول پر کیا الزام آتا ہے نہ اس کو دیکھیے گا کہ قرآن کی کیا حالت ہو رہی ہے اور وہی کہے جائیگا کہ یہ سب منسوخ التلاوۃ ہے

قولہ یہ مسئلہ کوئی اجتہادی اور عقلی نہیں کہ بس ضرور ہے اس مسئلہ کا ماخذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا حاصل کیا

**اقول** تو لا ہم بیان کر چکے کہ کسی مسئلہ کی نسبت دعوی اجماع باطل ہے۔ حصول المامول میں ہے ورحم اللہ الامام احمد بن حنبل فانہ قال من ادعی وجود الاجماع فھو کاذب ص۱۶ پس پہلا فایدہ اپ کو اس دعوے سے یہ ملا کہ بقول امام احمد بن حنبل آپ کاذب قرار پائے کیونکہ وہ عام طور سے فرماتے ہیں جو شخص مدعی اجماع ہے وہ کاذب ہے ثانیاً اگر امکان وجود اجماع بھی تسلیم کیا جائے تو علم اس کا محال ہے لان طریق نقلہ اما التواتر والاحاد والعادۃ تحیل تواترا واما الاحاد فغیر معمول بہ فی نقل الاجماع حصول المامول ص۶ کیونکہ نقل اسکی یا بذریعہ تواتر ہو یعنی جو عادۃً محال ہے یا بذریعہ اخبار احاد تو وہ اجماع میں مسدود ہے۔

**ثالثاً** اسمیں اختلاف ہے کہ وہ حجت ہے کہ نہیں رابعاً اسمیں اختلاف ہے کہ وہ حجت قطعیہ ہے یا حجت ظنیہ آخری فیصلہ یہ کیا گیا ہے قال البزدوی وجماعۃ من الحنفیۃ الاجماع مراتب فاجماع الصحابۃ مثل الکتاب والخبر المتواتر واجماع من بعدھم بمنزلۃ المشھور من الاحادیث والاجماع الذی سبق فیہ الخلاف فی العصر السالف بمنزلۃ خبر الواحد حصول المامول ص۱۰

یعنی بزدوی وغیرہ جماعت حنفیہ نے کہا اجماع کی چند مراتب ہیں اجماع صحابہ تو مثل قرآن و حدیث متواتر ہے اور اجماع انکے بعد کا بمنزلہ حدیث مشہور ہے۔ اور جس اجماع میں اختلاف ہوا وہ بمنزلہ خبر واحد ہے۔ پس اگر بفرض محال اجماع علما قبول بھی کیا جائے تو وہ اختلاف وہ بمنزلہ ایک خبر واحد کے ہے جس کو کوئی حجت نہیں جانتا

**خامساً** ان سب سے قطع نظر کرنے کے بعد اسمیں گفتگو ہے کہ کس دلیل سے ایسا اجماع کیا گیا فقال جماعۃ لابد لہ من مستند لان اھل الاجماع لیس لھم الاستقلال باثبات الاحکام وحکی عبد الجبار عن قوم انہ یجوز ان یکون عن غیر مستند وھو ضعیف لان القول فی دین اللہ لا یجوز بغیر دلیل ولھذا کانت الصحابۃ لا یرضی بعضھم من بعض بذالک بل یتباحثون حتی احوج بعضھم القول فی الخلاف الی المباھلۃ فثبت ان الاجماع لا یقع منھم الا عن دلیل ص۲۲

کیونکہ ایک جماعت علما اس کی قایل ہے کہ کوئی اجماع بغیر کسی دلیل شرعی از کتاب و

وسنت) کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل اجماع مستقل نہیں ہیں اثبات حکم میں عبد الجبار حاکی ہیں کہ بعض لوگ قایل ہوے ہیں کہ بغیر دلیل کے بھی اجماع ہو سکتا ہے مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ دین خدا میں بغیر دلیل کے کلام کرنا جایز نہیں۔ اسی وجہ سے صحابہ اسقدر مباحثہ کرتے تھے طلب دلیل میں کہ آمادہ مباہلہ ہو جاتے تھے پس ثابت ہوا کہ اجماع بے دلیل کے نہیں ہو سکتا۔

میں نے جو مخاطب صاحب کے جواب میں اسقدر تحریر کیا اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ انکا قول کوئی وزن رکھتا ہو جسکے جواب میں اسقدر تفصیل کی ضرورت ہو بلکہ اسوجہ سے کہ چونکہ وہ مولوی عبد الرحیم صاحب کو جو انکے ہم مذہب ہیں دھوکہ دیرہے ہیں اور **اجماع** کا نام لیکر ڈرا رہے ہیں کہ وہ اس ہیبت ناک لفظ کو سنکر خاموش ہو رہیں ورنہ خلافت شیخین بھی تشریف لے جاتی ہے۔ اس لئے مینے حقیقت اسکی سمجھا دی کہ خود علماے اہل سنت نے اس اجماع میں کتنے شقوق نکالے ہیں۔ اور اسی وجہ سے مسئلہ خلافت کو انھوں نے اصول دین سے خارج کر دیا بخلاف قران کی کہ کوئی اسکے اعجاز و قرانیت ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ حالانکہ مینے بتصریح تمام علما بتا دیا ہے کہ منسوخ التلاوت کا قول اس کا موجب ہے کہ ہم اخبار احاد سے قران ہونیکے قایل ہیں جو محال ہے

اب میں پھر بالاعلان کہتا ہوں کہ اگر مخاطب یا حضرات اہل سنت کا کوئی عالم ایک حدیث یا ایک ایت بھی ایسی نکالدے کہ رسول اللہ نے یا صحابہ نے لفظ منسوخ التلاوۃ کا کبھی استعمال کیا ہو تو صد انعام حاضر ہے

ہاں اسکی صدہا روایتیں ہیں کہ بعد رسول اللہ یہ آیتیں پڑھی جاتی تھیں جو نہ لکھی گئیں۔ اتنی ایتیں ساقط ہو گئیں۔ فلاں ایت کو بکری کھا گئی۔ فلاں لفظ غلط لکھ دیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ وقد مرّ

**قولہ** اور خود قران مجید سے بھی اسقدر ثابت ہے کہ اللہ تعالی ایت کو منسوخ کر دیا کرتا ہے قولہ تعالی ما ننسخ من ایۃ اور یہ بھی ثابت ہے کہ بعض ایتیں قلب مبارک جناب سرور عالم سے فراموش کر دیجاتی تھیں قولہ سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ

**اقول** یہاں نہ مطلق نسخ کی بحث ہے نہ اسکے جواز یا عدم جواز کی بلکہ صرف منسوخ التلاوت کی بحث ہے کہ وہ جایز ہے یا نہیں اب ایہ ما ننسخ جو عام ہے خاص کا اثبات چاہتا ہے

جو محال ہے حالانکہ خود بعض نسخ میں اسقدر اختلاف ہو کہ اسکی حد ہی نہیں اور جب سے علما اصل
نسخ کے منکر ہیں اور نسخ کو بمعنی اثبات کہتے ہیں نہ بمعنی نسخ یعنی تغیر و تبدل
چونکہ اس کی تفصیلی بحث ہو چکی ہے لہذا اس کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں رہا

آپ کا استدلال: یہ سنقرئک فلا تنسیٰ سے پس کمال درجہ موجب تعجب ہو کہ آخر آپ حضرات
کے دل میں خدا اور رسول کی دشمنی کیوں اسقدر بھر دی گئی کہ کبھی آپ راہ حق پہ نہیں آتے
خدا فرمائے ان علینا جمعہٗ و قرآنہٗ کہ ہمپر ہے قرآن کا جمع کرنا اور پڑھوانا اور آپ
فرماتے ہیں کہ حضرت تو بھول جاتے تھے بھلا ایسے بھولکڑ نبی پر کون ایمان لا سکتا ہو
خدا فرماتا ہو فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور آپ رسول اللہ کو اہل الذکر
سے خارج کر کے اہل النسیان بناتے ہیں۔ لعنت ایسے مذہب پر
خدا فرماتا ہو وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس اور قد آتینا من لدنا ذکرا اور
ضیاء او ذکرا للمتقین اور آپ کہتے ہیں خدا نے آپ پر نسیان کو نازل کیا۔ کہ بعض آیتیں
قلب مبارک سرور عالم سے فراموش کر دیجاتی ہیں۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ صادق ہیں
یا خداوند عالم۔
اسی آیہ سنقرئک فلا تنسیٰ پر تو نہ نظر پڑی جسمیں خدا فرماتا ہو کہ قریب ہے میں تجھے پڑھاؤں
کہ پھر نہ بھولے اور آپ فرماتے ہیں۔ بعض آیتیں قلب مبارک سے فراموش کر دیجاتیں
معاذ اللہ اس مرض نسیان نے یہانتک ترقی کیا کہ بروایت حسن بصری آنحضرت
پورا ایک قرآن بھول گئے جیسا کہ شرح اصول بزودی میں ہو جسکے مطلب ہوے کہ پھر
خدا کو دوبارہ زحمت اٹھانی پڑی کہ نیا قرآن تصنیف کیا اسمیں بھی آپ یہ پیچ لگاتے
ہیں کہ اس کی بھی بعض آیتیں قلب مبارک سے فراموش کر دیجاتی ہیں
اگر اسی مضمون جگر خراش پر قناعت کی جاتی تو پھر بھی کچھ صبر آتا مگر نہیں اسپر یہ
ترقی کیگئی کہ حضرت تو بھول گئے مگر صحابی کو یاد ہے۔
صحیح بخاری میں خاص ایک باب اسکے لئے باندھا گیا ہو کہ رسول اللہ قرآن بھول جاتے
عایشہ سے روایت ہو کہ حضرت نے ایک صحابی کو پڑھتے سنا تو فرمایا خدا اسپر رحم
کرے کہ مجکو اسنے ایک آیت یاد دلا دی جو فلاں سورہ میں تھی منہ ۱۲

اب اس آیہ شریفہ کو ملاحظہ فرمائیے جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے سنقرئک فلا تنسیٰ
الا ما شاء اللہ ایت کا ترجمہ تو یہ ہے کہ قریب ہے ہم تجھے ایسا پڑھا دیں کہ پھر تو نہ بھولے
الا ما شاء اللہ مگر وہ چیز کہ اللہ چاہے۔ اسی حصہ پر یہ سارا زور و شور ہے کہ خدا نے فلا تنسیٰ
سے استثنا کیا ہے لہذا پہلا حصہ فلا تنسیٰ غلط ہے۔

سارے قرآن ہی کو اپنے حصہ بنایا جس سے حضرت کا نسیان ثابت کیا جاتا ہے اور اسپر اتنی
ترقی کی گئی کہ حضرت ایک **پورا قرآن بھول گئے** حالانکہ ایک معمولی عقل والا
آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ خدا نے فلا تنسیٰ میں عدم نسیان کی نسبت حضرت کیطرف کی ہے کہ
تم نہ بھولوگے جس سے اس کا اشتباہ ہوتا ہے کہ خود حضرت میں بذاتہ یہ قوت تھی لہذا خداوند
عالم نے بغرض رفع اشتباہ فرمایا الا ما شاء اللہ مگر یہ کہ خدا چاہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ قوت
بھی عطیہ خدا ہے جسقدر وہ چاہیگا یاد رہیگا اور جسکو چاہیگا بھلا دیگا۔ اس سے یہ نتیجہ
نکالنا کہ خواہی نخواہی حضرت بھول بھی گئے سراسر نادانی ہے

نسیان اور چیز ہے انسا اور چیز۔ نسیان خود بھولنا ہے انسا منافی شان رسالت ہے کہ ایسا
شخص جو خود بھول جاتا ہو کیا ہدایت کر سکتا ہے بخلاف انسا کے کہ وہ من جانب اللہ ہوتا
ہے کبھی بنا بر مصلحت۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے اما الاستثناء ففیہ قولان الاول انہ لیس علیٰ حقیقتہ
فقد روی عن الکلبی انہ لم ینس بعد نزول ھذہ الایۃ شیئا وعلی ھذا فالمقصود
من الاستثناء اما نفی النسیان راسا کما تستعمل القلۃ فی معنی العدم واما التبرک
بذکر ھذہ الکلمۃ و تعلیم العباد ان لا یترکوھا فی کل ما یخبرون عنہ وفیہ انہ تع
قادر علی انسائہ الا انہ لا ینسیہ بفضلہ واحسانہ وھو لطف للنبی لیکون معتقدا
من القادر راسہ ما ینزل علیہ من الوحی قلیلا کان او کثیرا فان کل جزء
من اجزائہ یحتمل ان یکون ھو المستثنیٰ صـ جلد ۳۰

یعنی استثنا کے بارے میں دو قول ہے ایک یہ کہ نہیں ہے اپنی حقیقت پر کیونکہ کلبی سے
روایت ہے کہ حضرت بعد نزول اس ایہ کے پھر کچھ نہ بھولے پس مراد استثنا سے یا تو نفی نسیان
ہے بالکل کہ حضرت کبھی بھولے ہی نہیں جیسا کہ لفظ قلت کا استعمال ہوتا ہے معنی عدم

ہیں۔ یعنی اصل مقصود عدم ہونا ہو اور وہاں لفظ قلت لاتے ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ بغرض تبرک اسکو ذکر کیا جس سے یہ مقصود ہے کہ بندوں کو مناسب ہو نہ ترک کریں اس کلمہ کو ان باتوں میں جنمیں خبر دیتے ہیں اس سے (یعنی جسطرح انشاء اللہ کہتے ہیں اسی طرح الا ماشاء اللہ کہیں) اور اس میں تنبیہ ہو اس بات پر کہ خدا قادر ہی بھولا دینے پر مگر خداوند عالم اپنے فضل و کرم سے بھولنے نہیں دیتا۔ اور اسمیں ایک لطف ہو بنی صکے لیے تاکہ ہمیشہ بیدار رہیں اور مبالغہ کریں درس و تدریس وحی میں خواہ قلیل ہو خواہ کثیر کیونکہ ہر جز اس کا اس قابل ہے کہ وہی مستثنی ہو

کیا تماشا ہو کہ جس آیت کے بعد بقول کلبی حضرت کو کبھی سہو لغو اگرچہ شیعوں کے یہاں کبھی نہ ہوا وہی آیت اڈیٹر صاحب کے نزدیک اسکی دلیل ہو کہ حضرت بھولا کرتے۔

جس استثنا سے نفی نسیان مقصود ہو کہ کبھی حضرت کو نسیان عارض ہی نہو وہی استثنا انکے نزدیک اسکی دلیل ہو کہ حضرت بھولا کرتے

جس استثنا کو خدا نے اس غرض سے ذکر کیا کہ ہم انشاء اللہ یا الا ان یشاء اللہ کہا کریں اس سے اڈیٹر صاحب حضرت کے نسیان پر استدلال کرتے ہیں پھر بتلائے یہ کیسے مسلمان ہیں جو ہمیشہ اسمیں کوشاں رہتے ہیں کہ تنقیص شان رسالت کریں؟

آپ اگر تفسیر نیشاپوری کے اس فقرہ پر غور کرتے فانہ یورث الخلل فی الشرع کہ نسیان کا ہونا مورث خلل ہو شرع میں تو ہرگز ایسی جرات نہ کرتے کہ نسیان رسول کے قایل ہوتے۔ مگر آپ لوگوں کی اصلی غرض تو یہ ہے کہ جسطرح ہو سکے رسول اللہ کو ہمیشہ بلکہ اکثر غلطی سے قرار دیں اسی وجہ سے ہر جگہ وہی خیال ہوتا ہے

مگر یہ معمہ کسیطرح حل نہیں ہو سکتا کہ جن صحابہ کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ جو آیہ اگر رسول اللہ کو یاد نہ رہتا وہ ان کو یاد رہتا کہ جو حضرت فرماتے ہیں اس نے ہمکو یاد دلایا کیا نسیان بھی امراض ساریہ سے ہو یا امراض متعدیہ سے کہ بعد وفات رسول صحابہ میں پھیل گیا۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہو ورنہ پوری بحث کیجاتی۔ مگر اسقدر تو سب کو معلوم ہو گیا کہ جو آیہ دلیل حفظ رسول اللہ ہے کہ اسکے نزول کے بعد پھر حضرت کوئی آیہ نہ بھولے (حالانکہ کبھی بھی نہیں بھولے تھے) وہی اہل سنت نہیں بلکہ اڈیٹر کے خیال میں

دلیل نسیان ہے سبحانک ھذا بہتان عظیم

**قولہ** اب رہا یہ شبہہ کہ ایہ ما ننسخ من ایۃ سے مراد شرایع سابقہ ہیں ہرگز قابل التفات نہیں ہو سکتا کیونکہ قرینہ سیاقیہ و سباقیہ اس کا موید نہیں ہے آیت سے جہاں کہیں کوئی دوسرے معنی مراد لئے گئے ہیں تو اسکے ساتھ کوئی قرینہ موجود ہے اور جہاں کہیں قران میں بغیر قرینہ کے آیت کا لفظ وارد ہوا ہے وہاں ایت قرانی ہی مراد ہے احادیث سے اور اس آیت قرانیہ سے اب صرف اس امر پر غور کیجئے کہ نسخ التلاوۃ اگر محض بے اصل چیز ہوتی تو اسلام کے ہر فرقہ کے علما میں یہ غلط خیال کیوں پھیلتا خصوصا ایسی حالت میں کہ کوئی ضرورت اسلامی اس عقیدہ کی طرف داعی نہ تھی بلکہ اسکی وجہ سے علمائے یہود سے جو منکر نسخ تھے بہت کچھ مناظرے کرنا پڑے اور امام رازی جیسے عظیم القدر علما کو اپنے وقت گرانبہا کا بہت کچھ حصہ اس مسئلہ کی تنقیح میں خرچ کرنا پڑا

**اقول** اس کا تفصیلی جواب تو الشمس نمبر ۳ میں آپکو مل چکا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲ کہ ایکے علمانے نسخ کے معنی کتابت کے بتائے ہیں اور نسی کے معنی ترک کے پھر اس سے مطلق نسخ پر استدلال خرافت نہیں تو کیا ہے

اما امام رازی جیسے عظیم القدر علما کو اپنے وقت گراں بہا کا بہت کچھ حصہ اس مسئلہ کی تنقیح میں خرچ کرنا پڑا بہت درست ہے کیونکہ خود ایکے امام رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں جیسا کہ الشمس میں منقول ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے "یعنی بعد تقریر جملہ مطالب کے کتاب محصول میں جو اصول فقہ میں ہے اثبات نسخ میں ہمنے تمسک کیا تھا ایہ ما ننسخ من ایۃ او ننسہا سے مگر استدلال اس ایہ سے ضعیف ہے کیونکہ لفظ ما (جو ابتدائی ما ننسخ میں ہے) شرط کیلئے ہے جس کو جزا لازم ہے تو اب اس ایہ کے مطلب سمجھ وہی ہوئے جو شرطیہ من جاءک فاکرمہ کے معنی ہیں کہ اس سے انا اس شخص کا نہیں سمجھا گیا جس کے اکرام کا حکم ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ جب وہ آئے تو اکرام کرو نہ یہ کہ وہ اچکا اسی طرح اس ایہ کا بھی مطلب یہ ہوا کہ اگر نسخ ہوگا کسی ایہ میں تو خدا اس سے بہتر یا مثل اس کا لائے گا تو اس سے وقوع نسخ ثابت نہیں ہوتا بس اثبات میں ہم استدلال کرینگے ایہ ۲ اذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ سے اور یمحوا اللہ ما یشاء سے۔

تب آپ کو معلوم ہوا کہ بعد دل خود فراز ہی اس پر سے استدلال نسخ پر ضعیف ہے کیا
کیا استدلال اس سے کیا نشان کہتا ہے

یہ خیال بھی غلط ہو کہ ہر فرقہ کے علما میں یہ غلط خیال کیوں پھیلا ہے کیونکہ بہت
سے علما تو وہ نسخ کے منکر ہیں اور منسوخ التلاوت تو گویا کل یا اکثر لوگ منکر ہیں
اڈیٹر صاحب کو مناسب تھا اپنے وایر و تقریر کو صرف منسوخ التلاوت تک قرار
دیا انکار پر محدود کرتے ہیں عام نسخ کی بحث نہ چھیڑتے کیونکہ اسکی بحث بہت وسیع ہے اور
اجمالا کچھ تحقیق اسکی ہو چکی ہے اور انشاء اللہ اینتک کبھی ہو گی ۔ مگر یہ سمجھ لو کہ منسوخ
کی ضرورت جب قایم کی گئی تھی جب ہمیں سے قرآن بذریعہ خبر واحد بلکہ اجماع
بلکہ قیاس منسوخ ہوتا تھا اب نہیں ہے یا اسلام پر رحم کیجئے ۔ قرآن کی زیادہ بیحرمتی کیجئے
نسخ التلاوت پر آپکا یہ شبہہ کرنا کہ اس کی کوئی معقول وجہ نہیں بیان کی گئی
میرے خیال میں بالکل بے ہودہ ہے معقول وجہ سے کیا مراد ہے آیا سبب اس کا مراد ہے
یا حکمت یا کیا ۔ بصورت اگر ہم نسخ تلاوت کی کوئی عقلی وجہ یا حکمت نہ بیان کر سکیں
تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نسخ تلاوت باطل ہو جاوے بہت سے احکام شرعیہ ایسے ہیں
جن کی حکمت تک ہماری عقل کی رسائی نہیں کیا وہ سب احکام لغو اور باطل ہیں اچھا
آپ ہی بیان کریں کہ شرایع سابقہ کے منسوخ ہو جانے کی معقول وجہ کیا ہے

**معقول** اڈیٹر صاحب یہ کس قسم کی چالبازی ہے کہ مولوی عبد الرحیم صاحب کی پہلی دو
دلیلوں کا جواب کوئی نہیں دیتے کیونکہ مدعی نے لکھا تھا (۱) لیکن نسخ اس مقصد
قطعی الدلالت نہیں (۲) کوئی قول بھی آنحضرت کا اسبارہ میں پیش نہیں کیا گیا ۔ لیکن آپ
ان دونوں اعتراض جواب دیجئے یا تسلیم کیجئے ان دونوں قوی اعتراض کو چھوڑ کر
اس اعتراض پر نام نسخ تلاوت کی کوئی معقول وجہ بیان کی گئی آپکے حرف کی کیسی
دلیل ہے کیونکہ اس کا جواب تو یہ تھا کہ آپ کوئی معقول وجہ بیان کرتے مگر وہ آپ کہاں
لہذا آپ نے یہ جواب دیا " میرے خیال میں بالکل بے محل ہے " کتنا معقول جواب ہے مرحبا
لوگ تحسین کیجئے

پھر یہ جملہ کیسا دلچسپ ہے " اگر ہم نسخ تلاوت کی عقلی وجہ یا حکمت نہ بیان کر سکیں

جو بعہد شیخین لکہا گیا حتی کہ ایک مصحف جو بیچاری حفصہ کے پاس رہ گیا تہا وہ بھی اون کے مرنیکے بعد ہلاک کردیا گیا کہ کسی کو بجز اس قرآن کے جو باہتمام خلیفہ ثالث لکہا گیا اور یہودی اور یہودی بچے اوس کے کاتب اور مہتمم تہے مسلمانون کو کوئی قرآن نہ مل سکے۔

یہان آپکو یہ سنکر اور بھی حیرت ہوگی کہ آخر وقت مرتے مرتے بھی عثمان صاحب نے عمداً یہ ظلم کیا کہ قرآن پاک نجس ہوجائے اور طہارت ظاہری نہ باقی رہے ادبی کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہے

فدخل علیہ محمد بن ابی بکر فصرعہ فقعد علی صدرہ واخذ بلحیتہ وقال بالقتل ما اغنی عنك معویہ وما اغنی عنك ابن عامر وابن ابی سرح فقال لہ عثمان لو رآك ابوك لساءہ مکانك منی فتراخت یدہ عنہ وتابعہ وخرج فدعا عثمان بوضوء فتوضأ واخذ مصحفا فوضعہ فی حجرہ لیحترم بہ ودخل علیہ رجل من اہل الکوفۃ بمشقص فی یدہ فوجاء بہا منکبہ مما یلی الترقوۃ فادماہ ونضح الدم علی ذلك المصحف وجاء آخر فضربہ برجلہ وجاء آخر فوجاہ بقائم سیفہ (ص ۴۳)

یعنے محمد بن ابوبکر داخل دار ہوئے اور عثمان کو پٹک کر اون کے سینہ پر سوار ہوئے اور داڑہی کو پکڑ کر کہا اے نعثل تجہے معویہ ابن عامر ابن ابی سرح نے کیا نفع پہونچایا عثمان نے کہا اگر تمہارے باپ اس حالت کو دیکہتے تو ضرور ناگوار ہاتے اس سے محمد بن ابوبکر کے ہاتہ ڈہیلے پڑ گئے اور کہڑے ہوئے اوس کے بعد عثمان نے پانی منگا کر وضو کیا اور مصحف لیکر گود مین لیکر بیٹہے کہ شاید لوگ رحم کرین اسکے بعد ایک شخص اہل کوفہ سے آیا جسکے لئے ہاتہ مین ایک تیر تہا اوس سے زخمی کیا جس سے خون بہا اور وہ اوس مصحف پر پڑا دوسرے نے آکر پیر سے مارا اور تیسرے نے قبضہ سیف سے زخمی کیا۔

ہمارا غرض یہان قتل عثمان سے نہین متعلق ہے بلکہ اس سے کہ عثمان صاحب نے جان بوجہکر ایسی حالت مین قرآن گود مین لیکر بیٹہے حالانکہ وہ جانتے تہے سب قتل پر آمادہ ہین خون بہایا چاہتے ہین مگر چلتے چلتے وقت قرآن کو نجس کر گئے۔ اگر وہ دیندار ہوتے یا کچہ بھی قرآن کا عظمت اونکے دل مین ہوتی تو کوسے کرتے دور کرتے کہ قرآن کو ایسی نجاست غلیظہ سے بچائے نہ بجائے خود ایسا سامان کر رہے ہین۔

آخر مین ہم تمام مسلمانون کو اس طرف متوجہ کرتے ہین کہ صحابہ نے اس قتل کو کیسا ضروری
اور آسان سمجھا تھا کہ اس مین دو آدمی کا بھی اختلاف نکرین گے جسکی وجہ آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ نہ تھی
وہ کوئی گمنام شخص تھے یا بے قوم و قبیلہ تھے کہ کوئی اون کا حامی و مددگار نہ تھا بلکہ اونکے
اعمال و افعال بہ اجماع صحابہ اس قابل تھے کہ وہ واجب القتل تھے اور ایک شخص کو بھی صحابہ سے اون سے
ہمدردی نہ تھی ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ کسی معمولی عرب کا خون بھی ایسا ہلکا ہو کہ دو آدمی کو بھی
اس مین اختلاف نہ ہو۔

تاریخ کامل مین ہے کتب جمع من اہل المدینۃ من الصحابۃ وغیرہم الی من بالآفاق
منہم ان اردتم الجہاد فہلموا الیہ فان دین محمد قد افسدہ خلیفتکم فاقیموہ
فاختلفت قلوب الناس علی ما تقدم ذکرہ ص ۶۵ ج ۳ یعنی اہل مدینہ کے صحابہ نے
ملک تمامی بلاد مین اس مضمون کا خط لکھا کہ اگر تم لوگ جہاد چاہتے ہو تو یہان آؤ کہ تمہارے
خلیفہ نے دین محمد کو خراب کیا ہے اگر اوسے درست کرو۔ اسی وجہ سے سب کے دل اون سے پھر گئے
تو معلوم ہوا کہ چونکہ بہ اجماع صحابہ واجب القتل قرار پا چکے تھے اور سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ
اس خلیفہ نے دین اسلام کو خراب و برباد کیا اسی وجہ سے عبد السلام کے جواب مین کہا کہ یہان
تو دو آدمی بھی اختلاف کرنے والے نہین ہین۔

مزہ تو یہ ہے کہ بقول عبد اللہ بن سلام بارہ ہزار فرشتے محافظ مدینہ ہین جنکی نسبت یہ اپنا
خوف ظاہر کرتا ہے کہ قتل عثمان سے وہ سب چلے جاوینگے اون مین سے بھی کوئی عثمان کی مدد
نہین کرتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحابہ کے ساز [illegible] مین آگئے تھے اور ان کے اجماع مین
شریک ہو گئے کہ عثمان کو قتل ہی کرنا چاہیئے واجب القتل ہے۔

عبد السلام بھی چونکہ ان امور سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ [illegible] دن کیلیے موسعہ
شام کا حاکم بنایا گیا ہے لہذا یہ جواب دیا کہ ہان یہ تو نہ ہوگا مگر وہ ٹیرے دو نزلے لگینگے بلکہ ایک
غرض یہ تھی کہ ابھی سے اوبھارنا شروع کرین چنانچہ ویسا ہی ہوا بھی۔

افسوس کہ بخوف طوالت کلام ہم یہان زیادہ نہین لکھ سکتے مگر اس تقریر سے ہر شخص
سمجھ سکتا ہے کہ اسلام مین جو رخنہ پڑا ایسی ہی مفسد یہودی اور مشرکون کی شرکت سے جنکو آنحضرت

مدت العمر روکتے رہے کہ کوئی توراۃ نہ لائے انجیل نہ سنائے۔ آخر میں وصیت نامہ لکھنا چاہا تھا
اوسکو بھی ان منافقوں نے روکا۔ جناب امیر کا جمع کیا ہوا قرآن نہ لیا گیا اپنی رائے اور اپنے
انداز سے یہودیوں کی شرکت سے لکھوایا جب اس سے بھی دل نہ بھرا تو توراۃ کا ترجمہ کیا کہ لوگ
خلیفہ کا ترجمہ سمجھکر اسکی قدر و منزلت کریں گے مگر خدا نے اسکا یوں خاتمہ کیا کہ وہی قتل کر دیا
گیا جس نے ترجمہ کیا تھا۔ اس کے بعد علما اہل سنۃ نے اسکے رواج میں کوشش کی یہاں تک
کہ نماز میں توراۃ و انجیل پڑھنے کا فتوی بھی دیا اوسکے احکام بھی رائج ہوئے مگر خدا نے اپنے
خاص بندوں شیعہ اثنا عشریہ کو یہ توفیق عنایت کی کہ ہمیشہ روکتے رہے جس سے آج تک اسلام کی
صورت اسلام کی دکھائی دے رہی ہے کہ باوصف ہزاروں کوششوں کے اہل سنۃ کی
یہ کارروائی نہ چل سکی کہ اسلام میں توراۃ کو رواج ہو یا کوئی اس کا قصد کرے کہ نماز میں
پڑھے یا اوس پر عمل کر سکے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔

چوتھا نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں نے قرآن سے تمسک کیا اور قرآن کو اپنا رہبر بنایا
وہ اہل سنت کے یہاں واجب القتل ہوا اور عام طور سے قتل کیا گیا اگر آپ کو باور نہ ہو تو تمام
اہل سنۃ کے اسلاف کی سیرت ملاحظہ فرمائیے۔

میں یہاں نہ جنگ یمامہ کو لکھتا ہوں جسمیں چار سو صحابی قاری قرآن قتل کیے گئے
نہ ابن مسعود کا حال لکھتا ہوں بلکہ صرف جنگ جمل کا مختصر حال گذارش کرتا ہوں جس سے آپکو
معلوم ہو کہ بزرگان دین اہل سنۃ کو قرآن سے کس قدر محبت تھی اور کس قدر اوسکی عظمت کرتے تھے
کتاب زرونا بینی شرح تحفہ علویہ میں ہے عن بشیر الشیبانی فی قصۃ حرب الجمل قال
فاجتمعوا بالبصرۃ فقال علی من یاخذ المصحف ثم یقول لھم ماذا تنقمون تریقون
دماءنا ودماءکم فقال رجل انا یا امیر المومنین قال انک مقتول قال لا ابالی
قال فاخذ المصحف فذھب بہ الیھم فقتلوہ ثم قال من الغد مثل ما قال الامس
فقال رجل انا فقال انک مقتول کما قتل صاحبک قال لا ابالی فذھب فقتل ثم
قال الآخر کل یوم واحد قد حل لکم قتالھم الان فدنا ھولاء وھولاء فاقتتلوا قتالا
شدیدا فرجع علیھم ما کان فی المعسکر حتی الغد ذکر ھذہ الاحادیث انتہی

یعنے بشیر شیبانی قصہ حرب جمل مین راوی ہین کہ جب سب بصرہ مین مجتمع ہوے تو حضرت علی ؑ نے کہا کون تم سے ایسا ہے کہ جو قران کو لیکر جاے اور انلوگون سے پوچھے کہ تم ہمسے کیون ناراض ہو اور ناحق ہماری اور اپنی خونریزی کرتے ہو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا یا حضرت مین حاضر ہون حضرت نے فرمایا تو یہ لوگ تمکو قتل کرینگے اوسنے کہا مجھے پروا نہیں پس وہ شخص مصحف کو لیکر گیا اور اونھون نے قتل کرڈالا پھر دوسرے روز دوسرا شخص مصحف کو لیکر گیا اوسے بھی لوگون نے قتل کیا تیسرے روز تیسرا آدمی گیا وہ بھی قتل ہوا تب جناب امیر ؑ نے فرمایا اب تم کو ان سے قتال جائز ہو گیا بے تامل حملہ کرو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے صحابہ طلحہ۔ زبیر۔ عائشہ۔ ابن الزبیر وغیرہ صحابہ کیسے ایماندار صحابہ تھے اور کیسی محبت اونکو قرآن سے تھی کہ ہر دفعہ جناب امیر ؑ کے لشکر سے ایک آدمی قرآن لے کر جاتا ہے اور اون سے وجہ قتال دریافت کرتا ہے مگر کیا ایمان ہے کہ بی بی عائشہ صاحبہ اسکے قتل کا فرمان صادر کرتی ہیں اور کسی طرح حکم قرآنی کو نہیں مانتیں کیا اسپر بھی کوئی کہ سکتا ہے کہ یہ مسلمان تھے اور قرآن کے ماننے والے تھے

## تصریح جناب امیر کہ اہلسنتہ اہل قران نہیں ہین

اب مین آپکو صاف لفظون مین بتاتا ہون کہ آپ حضرات اہلسنتہ جو معویہ کے طرفدار ہیں بہ نص جناب امیر ؑ ہرگز اہل القرآن نہیں ہین اور نہ اہل ایمان اوسی روضہ ندیہ مین ہے وقال امیر المومنین انا احق من اجاب کتاب اللہ ولکن معویہ وعمرو بن العاص و ابن ابی سرح و ابن ابی معیط و ابن مسلمہ لیسوا باصحاب دین ولا قران انا اعرف بہم منکم صحبتہم صغیرا و رجالا فکانوا شر صغار و شر رجال ویحکم انما کلمۃ حق یراد بہا باطل انہم رفعوہا انہم یعرفونہا و یعلمون فیہا ولکنہا المکیدۃ و الخدیعۃ و الوہن فاعیرونی سواعدکم ساعۃ واحدۃ الخ ص ۳۰ یعنے جب معویہ نے قرآن کو بلند کیا تو جناب امیر المومنین ؑ نے فرمایا مین سب سے زیادہ مستحق ہون کہ کتاب خدا کی اجابت کرون۔ مگر معویہ۔ عمرو عاص۔ ابن ابی سرح۔ ابن ابی معیط۔ ابن مسلمہ نہ صاحب دین ہین نہ اہل القران مین تمسے زیادہ انکو بھی سمجھتا ہون بچپنے سے جوانی تک جانتا ہون یہ لوگ ابتداے بدترین صغار رہے اور بدترین رجال کیا یہ کلمۃ حق مگر مقصود اوسکے باطل ہے انہون نے رفع مصاحف اس غرض سے نہیں کیا کہ یہ لوگ قران کو سمجھتے ہین اور اوسکے احکام سے واقف ہین بلکہ یہ ایک مکیدہ ہے اور مکرو فریب تملوگ تھوڑی

دیر تک اپنی عدوں پر قایم رہو تو حق و باطل واضح ہو جائے مگر کسنے نہ مانا اور جو ہوا ہوا
اب اہل سنتہ کو اختیار رہے کہ وہ یا جناب امیر المومنین علیہ السلام کو صادق القول سمجھ کر
جیساکہ قول رسول ہے معویہ وغیرہ کو اہل اسلام اور اہل دین سے خارج سمجھیں اور اوسکے ساتھ
تمامی اہلسنتہ کو جو طرفدار معویہ ہیں یا معاذ اللہ حضرت کی تکذیب کرکے معویہ اور اوسکے طرفدارون
کو مومن سمجھیں جسکو تکذیب خدا اور رسول لازم ہی مگر ہم نہین کہہ سکتے کہ کون مسلمان ایسا ہوگا جو
جو اسکا مدعی ہو کہ کلام جناب امیر غلط ہو ورنہ قول رسول الحق مع علی و علی مع الحق اور
القران مع علی وعنہ غلط ہوگا۔

جناب امیر کا انلوگون کو تارک قران سمجھنا ایسا مشہور و معروف ہی کہ خود شاہ ولی اللہ صاحب بھی
ازالۃ الخفا مین لکھتے ہین بہ صفحہ ۱۵۳ ۔ اہل شام مصحف بر داشتند کہ درمیان ما و شما این
قران است و حضرت مرتضیٰ فرمود کہ این قرآن قران صامتست و من قران ناطق ام۔

اہل سنتہ کا یہ برتاو حاملان قران کے ساتھ کچھ اسی معاملہ جنگ جمل کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ
جب جب ان کے بزرگون کو موقع ملا ہے قرآن اور حاملان قران کے ساتھ یہی برتاو کیا ہی تاریخ
کامل ملاحظہ ہو اور وقایع ۵۰ ہجری مین ہے۔ فلما استخلف زیاد سمرۃ علی البصرۃ اکثر
القتل فیھا فقال ابن سیرین قتل سمرۃ فی غیبتہ ھذہ ثمانیۃ الاف فقال لہ زیاد
اتخاف ان تکون قتلت بریا فقال لو قتلت معھم مثلھم ما خشیت وقال ابو السوار العدوی
قتل سمرۃ من قومی فی غداۃ واحدۃ سبعۃ و اربعین کلھم قد جمع القران ص ۱۸۳ ج ۳
یعنی ۵۰ھ میں بعد وفات مغیرہ معویہ نے زیاد کو حاکم کوفہ مقرر کیا زیاد نے سمرہ صحابی کو بصرہ
مین اپنا نائب مقرر کیا اور روانہ کوفہ ہوا ابن سیرین کہتے ہین کہ سمرہ نے اس زمانہ غیبت مین
آٹھ ہزار مسلمانون کو ناحق قتل کیا۔ زیاد نے سمرہ سے پوچھا آیا تجھے اسکا تو خوف نہین
ہے کہ کسی کو ناحق قتل کیا ہو۔ سمرہ نے جواب دیا اگر اتنے ہی اور مسلمانون کو بھی قتل کرتے تو
ہمین خوف نہ آتا ابو السوار عدوی کہتے ہین کہ سمرہ نے ایکروز مین صبح کیوقت ہماری قوم سے
سینتالیس آدمیونکو قتل کیا جو حافظ قران تھے۔

اس واقعہ سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اہل سنت کو صحابہ کے دلمین کس قدر قرانکی عظمت

تھی کہ ناحق مارا گیا اوس بیچارے کا گناہ جو ہوا فقط یہ تھا کہ وہ کون صرف اس جرم پر کہ وہ شیعہ علی تھے
چونکہ یہان ذکر سمرہ صحابی ضمناً آگیا ہی لہذا آخری نتیجہ اوسکا بھی سن لیجئے کہ اوسی کتاب
تاریخ کامل مین ہے سنہ ۵۳ھ لما مات زیاد کان علی البصرۃ سمرۃ بن جندب وکان
علی الکوفۃ عبداللہ بن خالد بن اسید فاقر سمرۃ علی البصرۃ ثمانیۃ عشر شہرا
قیل ستۃ اشہر ثم عزلہ معویہ فقال سمرۃ لعن اللہ معویۃ واللہ لو اطعت اللہ
کما اطعتہ ما عذبنی ابدا وجاء رجل الی سمرۃ فادی زکوۃ مالہ ثم دخل المسجد فصلی
فامر سمرۃ بقتلہ فقتل فمر بہ ابو بکرہ فقال یقول اللہ قد افلح من تزکی وذکر اسم
ربہ فصلی قال و مات سمرۃ حتی اخذہ الزمہریر فمات شر میتۃ ص ۱۹۶ ج ۳۔
یعنے جب زیاد مرا ہے تو اوس کا نائب بصرہ پر سمرہ بن جندب تہا جسے معویہ نے ۱۸ مہینہ
اور بیان ہوا اور بروایتی چہہ مہینہ اوس کے بعد معویہ نے اوسے موقوف کر دیا تو سمرہ نے کہا
لعنت خدا ہو معویہ پر میئنے جس قدر معویہ کی اطاعت کی اگر خدا کی اطاعت کرتا تو وہ کبھی مجہہ پر
عذاب نہ کرتا۔ ایک شخص آیا اہل بصرہ سے سمرہ کے پاس اور زکوۃ مال ادا کرکے داخل مسجد
ہوا اور نماز پڑہنے لگا سمرہ نے کہا اسے قتل کرڈالو جب وہ قتل ہوا تو ابو بکر صحابی کا اودہر
گذر ہوا دیکہکر کہا خدانے تو یہ کہا کہ رستگار ہوا وہ جسنے زکوۃ دی اور یاد کیا خدا کے نام کو
اور نماز پڑہی (اور تمنے اسکے خلاف کیا کہ ایسے شخص کو قتل کرڈالا) راوی کا بیان ہی کہ سمرہ
نہایت بری موت سے مرا۔
ابتو اہل سنتہ کی روح شاد ہوگی کہ کیسے کیسے لایق صحابی اونکو ملے ہیں جو معویہ کے خیر خواہی
مین ہزاروں مسلمانوں کی اور جامعین قرآن کو قتل کرتے ہین اور جب وہی معویہ اوسکو
موقوف کرتا ہے تو خود معویہ پر لعنت کرلیتے ہین اور کہتے ہین کہ جتنی اطاعت ہمنے معویہ کی کی
اگر خدا کی کرتے تو وہ ہمپر عذاب نہ کرتا ہے ایسے لعینوں پر کون ایمان لا سکتا ہے۔
اہلسنت اگر حدیث نجوم پر ایمان لائے ہوئے تو کم سے کم اسی ایک صحابی کی تقلید کرکے
معویہ کے حق مین وہی کہتے جو وہ کہہ گئے تو شاید کچہہ ایمانداری کا دعوی زیبا ہوتا۔
پانچوان نتیجہ یہ ہوا کہ عام طور سے اہل سنتہ نے اسکی اجازت دی کہ قرآن کی مطبوع

چاہو بغرض تقی کرو. خون سے لکھو پیشاب سے لکھو سب جائز ہے۔
اگر تم کفار یہود و نصارے بلکہ ہنود کی کتابون کو بھی دیکھوگے جو اسلام کے جانی دشمن
ہین تو اس طرح کی بے ادبی کا حکم اون کی کتابون مین قرآن کی نسبت نہ پاوگے مگر اہل
سنتہ کے یہان یہ عام حکم ہے جس مین کسی طرح کا تردد نہیں رد المختار مین ہے
وکذا اختارہ صاحب الھدایۃ فی التجنیس فقال لو رعف فکتب الفاتحۃ بالدم
علی جبہتہ و انفہ جاز للاستشفاء وبالبول ایضا ص ۱۴۷ یعنی صاحب ہدایہ نے
بھی یہی اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر نکسیر پھوٹے اور سورہ فاتحہ کو خون سے پیشانی پر
بغرض شفا لکھین تو جائز ہے اور پیشاب سے بھی لکھنا جائز ہے۔
یہ حکم صریح ہے اسبارے مین کہ قرآن کو خون سے یا پیشاب سے لکھہ سکتے ہین اس مین
کسی طرح کا تردد نہین ہے۔
مزہ تو یہ ہے کہ اس مسئلہ مین خود صحیح بخاری کی یہ حدیث لکھتے ہین ان اللہ لم
یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم کما رواہ البخاری کہ خدا نے حرام مین شفا نہین دی ہی مگر
پھر بھی برخلاف اسکے یہ حکم دیا جاتا ہی کہ بغرض شفا خون سے یا پیشاب سے آیات قرآنی کو لکھہ
سکتے ہین۔
کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی دلیل ایسی ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ عظمت قرآن کے قایل
ہین یا حضرت کی اتباع کو ضروری سمجھتے ہین کہ باوصفیکہ حضرت بنص صریح فرماتے ہین کہ
حرام مین شفا نہین مگر یہ لوگ بغرض شفا آیات قرآنی کی کتابت کو خون سے پیشاب سے
جائز جانتے ہین چنانچہ اس کے بعد تاویل کرتے ہین ان مافیہ شفاء لا باس بہ
کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورۃ یعنی جس چیز مین شفا ہے اسکی استعمال مین
مضایقہ نہین جیسا شراب کا پینا جائز ہے پیاسے کیلئے۔ کیسے کیا تاویل کی ہے؟
اوسی رد المختار مین یہ بھی ہے تنبیہ سئل بعض الشافعیۃ عمن اضطر الی ماکول
ولا یتوصل الیہ الا بوضع المصحف تحت رجلہ فاجاب الطاھر الجواز لان
حفظ الروح مقدم ولو من غیر الادمی وکذا لو اشرفت سفینۃ علی الغرق

ما جنتم الی الالقاء القرآن المصحف حفظ للروح والضرورة تبیح کونه استهانا کما الی اضطر
الی السجود لصنم حفظا للروح یعنے بعض شافعیوں سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص طعام
(کھانا) تک نہیں پہونچ سکتا بغیر اسکے کہ قرآن کو اپنے پیروں کے نیچے رکھے تو جواب دیا کہ جائز ہے
کیونکہ حفظ روح مقدم ہے اگرچہ غیر آدمی کی ہو۔ اسیطرح اگر کشتی ڈوبنے لگے اور خوف
ہو تو قرآن کو دریا میں ڈالدینا جائز ہے بلکہ اگر ضرورت ہو تو بت کو سجدہ کرنا جائز ہے
اب اس سے بڑھکر کیا چاہتے ہو کہ پیر تلے قرآن رکھکر کھانا کھاؤ ضرورت کے وقت
بت کو سجدہ کرو سب جایز ہے۔

اسکے ساتھ اوس توراۃ و انجیل کا بھی حکم ملاحظہ ہو جس کے عاشق خلیفہ دوم تھے اور
مترجم خلیفہ ثالث اور نماز میں پڑھنے کی اجازت دینے والے علمائے اہل سنت۔ رد المحتار
میں ہے وفی کتب الشافعیہ لا یجوز بما کتب علیہ شیء من العلم المحترم کالحدیث
والفقہ وما کان آلة لذلك اما غیر المحترم کفلسفة وتوراة وانجیل علم
تبدلهما وخلوها عن اسم معظم فیجوز الاستنجاء به ص ۲۳۰ جلد اول۔

یعنے کتب الشافعیہ میں ہے کہ نہیں جائز ہے استنجا اون چیزوں سے جن پر علم محترم لکھا
ہو مثل حدیث و فقہ کے یا جو اسکے مقدمات سے ہوں لیکن غیر محترم مثل کتب فلسفہ اور توراۃ
و انجیل وغیرہ کے جنکا تبدیل ہونا اسم معظم سے خالی ہونا معلوم ہو پس جائز ہے اون سے
استنجا کرنا۔

اس افراط و تفریط کا کس کے پاس جواب ہے کہ کہاں تو اس قدر توراۃ و انجیل
کی عزت کیجاتی تھی کہ بجائے قرآن نماز میں پڑھنے کا حکم تھا اور کہاں یہ تفریط کہ بالخصوص
توراۃ و انجیل سے استنجا کا حکم ہے وہ بھی صحیح کتاب ابو حنیفہ و شافعی وغیرہ کی کتابوں کو
اس کام میں نہ لاؤ مگر توراۃ و انجیل سے بلا تامل استنجا کرو۔

یعنے لقد بتا اس وجہ سے کہ امام شافعی نے یہ فتوی کہ بشرطیکہ تحریف معلوم ہو
اور چونکہ مسلمات سے ہے کہ بعض قرآن اوسکی تحریف ثابت ہے لہذا یہ حکم عمومی ثابت ہوا۔

**خاتمة الکلام** واضح ہو کہ پہلے الشمس نمبر ۱ و ۲ کے صفحہ ۵ سے شروع ہو کر تمام ہوا ہے

تو کیا اس سے یہ لازم آئیگا کہ نسخ تلاوت باطل ہو جائے کیونکہ نسخ تلاوت تو پہلے ہی سے باطل ہے وہ ثابت کب تھا جو اس وجہ سے اب باطل ہوتا ؟

اور نیز صاحب الشمس نمبر ۴ کے ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہو نسخ قرآن بغیر حکم صریح رسول ناممکن ہے بعد وفات رسول نسخ ناممکن - پھر یہ کون ناسخ پیدا ہوا جو بلا حکم رسول بعد وفات رسول نسخ کر رہا ہے

یہ جملہ اور بھی لطیف ہے " بہت سے احکام الہیہ ایسے ہیں " تو کیا منسوخ التلاوۃ ہونا بھی احکام الہیہ سے ہیں ؟ آپ کا یہ جادو چل جائیگا - اتقان کی عبارت سابقہ ملاحظہ ہو کہ ایک قوم نے اس سے انکار کیا ہے اور یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اس سے بہت بڑا فساد لازم آتا ہے کیونکہ اگر منسوخ التلاوۃ کا ہونا قبول کیا جائے تو لازم آتا ہے کسی عبارت کا قرآن ہونا اور پھر منسوخ ہونا اخبار احاد سے ثابت ہو سکے جو محال ہے

ہاں آپ کا یہ سوال بہت مناسب ہے " اچھا آپ ہی بیان کریں کہ شرائع سابقہ کے منسوخ ہو جانیکی معقول وجہ کیا ہے " جسکے جواب میں مولوی عبدالرحیم صاحب بیدرہ کی کہا گیا کردہ احکام اس زمانہ کے مناسب حال نہیں ہیں - قومی اسکے متحمل نہیں ہیں موقع اور مصلحت کے خلاف ہو گئے ہیں [illegible] گئے

**قولہ** اسی طرح آپ نے یہ فرمایا کہ آیات منسوخہ سے چونکہ حیثیت کلام الہی ہونے کی مسلوب نہیں ہوتی لہذا ان کی تلاوت پر ثواب کا مترتب ہونا ضروری ہے ایک سرسری بات ہے تورات کی تلاوت میں بھی تلاوت قرآن کے برابر ثواب ہے پھر خود آیات قرآنیہ میں باہم باعتبار ثواب کے تفاوت ہے کسی میں ثواب زیادہ ہے کسی میں کم اس کی کیا وجہ ہے حیثیت کلام الہی سب میں مساوی ہے

**اقول** بیشک آپ کا یہ عقیدہ ہوگا کہ تلاوت تورات و انجیل موجودہ کا بھی وہی ثواب ہے جو تلاوت قرآن کا ثواب ہے مگر یہ صریح مخالفت رسول اللہ ہے کیونکہ آنحضرت اسی بات پر حضرت عمر صاحب پر غصہ ہوئے تھے جنھوں نے تورات لاکر پڑھی تھی اور ایکے علاوہ تصریحات بھی گذر چکے کہ تورات کو خریدنا اور نظر کرنا سب حرام ہے

کہ شافعیہ نے حکم دیا ہو کہ اس سے استنجا کرو

مگر آپ کا عقیدہ تو مطابق عقیدہ حضرت عمر ہو اور مطابق فعل عثمان جنھوں نے توریت کو عربی میں ترجمہ کیا ورنہ کوئی متنفس بھی اہل اسلام سے اس کا قایل نہیں ہو سکتا کہ موجودہ توریت وانجیل کی تلاوت کا معاذ اللہ وہی ثواب ہے جو تلاوت قرآن کا ثواب ہو۔

اب تو آپ کو اپنی یہودیت میں عذر نہ ہو گا جو تلاوت توریت وانجیل کا ثواب تلاوت قرآن کے برابر سمجھتے ہیں۔ اور اگر ان سب سے قطع نظر کیا جائے تو مولوی عبد الرحیم صاحب کے اعتراض کا کیا جواب ہو کیونکہ ان کا اعتراض تو یہ ہے کہ ان روایات منسوخ التلاوت کے ثواب سے کیوں محروم کیا گیا اسکی وجہ بتانی چاہئے نہ یہ کہ ایسی تقریر لا یعنی کیجائے جس سے اور بھی ان کا اعتراض قوی ہو گیا کہ جب بقول آپکے تلاوت توریت وانجیل میں بھی وہی ثواب ہو جو تلاوت قرآن میں ثواب ہے تو اتنے حصہ کو منسوخ التلاوت کرکے کیوں نکال دیا جو ہم اسکی تلاوت کے ثواب سے محروم ہو گئے

اب آپ ہی فرمائیے کہ آپ کی تقریر نے انکے اعتراض کو اور قوی کر دیا یا اس کو رد کیا اگر وہ کہتے کہ منسوخ التلاوۃ کی تلاوت میں ثواب کم کیوں ہے تب البتہ آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ خود آیات قرآنیہ میں باہم باعتبار ثواب کے تفاوت ہو۔ اور یہاں تو اعتراض یہ ہے کہ ہم ان آیات کی تلاوت سے کیوں محروم کیے گئے جس سے اتنے ثواب سے محروم ہوے خدا کے لیے اس کا جواب دیجیے۔

مولوی عبد الرحیم صاحب کا یہ اعتراض ایسا نہیں ہو کہ آپ یا آپکے ایسے دو چار سو عالم اہل سنت اس کو رفع کر سکیں کیونکہ خاص امام محی الدین عربی کا حکم صریحی اسمیں موجود ہو کہ تم علمائے شریعت سے ان آیات کو دریافت کرکے پڑھا کرو جنھیں عثمان صاحب نے ساقط کر دیا۔ اور اگر خوف عوام نہ ہوتا تو ہم ان آیات کو بیان کر دیتے جنھیں عثمان نے ساقط کیا ہے اور اگر رسول اللہ خود اس قرآن کو جمع کر گئے ہوتے تو ہمکو کسی طرح کا تردد نہ ہوتا۔

قولہ اسی طرح آپکا یہ کہنا کہ آیات کے منسوخ ہوجانیسے ہم لوگ ثواب سے محروم ہوگئے فتنہ میں پڑگئے اور اسی قدر معجزات ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے بالکل بے نتیجہ ہے شرائع سابقہ کی نسبت کبھی یہی اعتراض ہوسکتا ہے کہ انکے منسوخ ہوجانیسے ہم لوگ ثواب سے محروم ہوگئے فتنہ میں پڑگئے چند معجزات کا نرہنا کیا مضر ہوسکتا ہے جبکہ موجودہ معجزات کافی سے بدرجہا زائد ہیں

اقول الحمد للہ علی وضوح الحق۔ اب تو آپ کو خود اپنی تقریر سے جواب مل گیا کیونکہ شیعوں پر بھی تو آپ کا یہی اعتراض تھا کہ وہ نقصان قرآن کے قائل ہیں پس جب اپنے اس کا اقرار کیا کہ **"چند معجزات کا نرہنا کیسے مضر ہوسکتا ہے جبکہ وہ معجزات کافی سے زیادہ ہیں"** تو یہی عطیہ آپ کا شیعہ آپکے سامنے پیش کرینگے کہ حضور والا اگر ہم نقصان قرآن کے قائل ہیں تو کیا مضایقہ چند معجزات کا نہ رہنا کیا مضر ہوسکتا ہے جب کہ موجودہ معجزات کافی سے بدرجہا زائد ہیں خدا کا [illegible]

اڈیٹر صاحب! یہ اعتراض مولوی صاحب کا عام منسوخات پر نہیں ہے بلکہ ایکے منسوخ التلاوت ہے کہ قرآن کی بہت سی آیتیں منسوخ ہیں اور وہ سب موجود ہیں قرآن میں اسی طرح داخل ہیں جسطرح غیر منسوخ جسکی وجہ یہی بیان کی گئی ہے کہ گو حکم منسوخ ہو مگر اسکی تلاوت کا ثواب ملیگا اسی طرح اگر یہ آیتیں منسوخ ہوگئیں تھیں تو قرآن میں رہتیں تو ثواب تلاوت سے کامیاب ہوتے اس کا یہ جواب نہیں ہوسکتا کہ شرائع سابقہ کو منسوخ ہوجانے سے ہم ثواب سے محروم ہوگئے کیونکہ بعد نسخ ان میں ثواب ہی نہ رہا بلکہ بہت ممکن ہے کہ موجب عذاب کا سامنا ہو۔ اسی طرح فتنہ میں نہیں پڑے بلکہ فتنہ سے نجات ملی۔ اسیطرح کتب سابقہ کسی نبی کا معجزہ نہیں قرار دیا گیا تھا جو یہ کہا جاے کہ اتنے معجزات ہمارے ہاتھ سے جاتے رہے کیونکہ کتب کا معجزہ مخصوص تھا قرآن سے ہے اسکو کسی کتاب پر حیثیت قرآن نسبت ہی نازل ہی [illegible]

[illegible] اگر ہم آپ کی [illegible] بھی مد کرلیں تو بھی آپ کا جواب درست نہیں کیونکہ اگر ہم [illegible] تلاوت کا ثواب تھا وہ سب [illegible]

خصوصیت موجود ہیں لیے انکی تلاوت کرکے ثواب حاصل کرسکتے ہیں یہ آیات منسوخ التلاوة کہاں ہیں جن کی تلاوت کی جائے یا بطور معجزہ پیش کرسکیں غایت الملیات الحواری الملیتہ

اڈیٹر صاحب دنیا سیانی ہوگئی سمجھ کا مادہ انکا جارہا ہے۔ اب کوئی ایکیسے بچے نہیں چیرہ سکتا صدہا ہزار ہا روایتیں انکے پیش نظر ہیں جنمیں بصراحت تمام صحابہ کا افسوس اور تاسف موجود ہے کہ قران بہت کم ہوگیا ایک ایک سورہ کی دو دو سو آیتیں گم ہوگئیں کاتبوں نے غلطی کی لکھتے وقت پڑے گئے۔ فلاں آیت ہمارے سرہانے تھی بکری کا بچہ کہا گیا۔ ان سب تصریحوں کو دیکھ کر کون سا شخص کا اندھا ہوگا جو کہیگا کہ یہ سب آیتیں منسوخ التلاوة تھیں کیا مکہ ہی کے بچے کو بھی الہام ہوا جو اس نے چنکر وہی آیہ کھایا جو منسوخ التلاوت تھا کیا خدا کو ان صحابہ پر نہ اعتماد تھا جو اس نے بکری کے بچے کو اس کام کیلئے مبعوث کیا کہ اس منسوخ التلاوت کو کھا جا ورنہ صحابہ اس کو داخل قران کر دیتے لاحول ولا قوة الا باللہ

**قولہ** اسیطرح اپکا یہ فرمانا کہ منسوخ کا بدل ملنا بھی ضروری ہے اور ان آیات کا بدل کسی روایت میں مذکور نہیں ہوا مثل شبہات سابقہ کے ہے بدل اگر ہمیں معلوم نہ ہو تو یہ کیونکر لازم آیا کہ فی الواقع بدل نہ تھا بہت سی چیزیں ہم کو معلوم نہیں ہیں کیا ہمارا عدم علم انکے عدم واقعی کو مستلزم ہے

**اقول** یہاں بھی اڈیٹر صاحب نے پورے دجل سے کام لیا ہو کیونکہ مولوی عبد الرحیم صاحب نے اعتراض سابق کے بعد یہ لکھا تہا۔ یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا کہ انحضرت نے اپنی وفات کے قبل منسوخ التلاوت حصہ قران کو ممتاز طور پر صحابہ پر ظاہر کر دیا تھا ورنہ تعجب ہے انھوں نے بوقت جمع قران اس تمام حصہ کو جسمیں کچھ کچھ متعدد صحابہ کو متفرق طور پر یاد بھی تہا داخل مصحف کیا۔

اس عبارت کو اڈیٹر صاحب بالکل ہضم کر گئے اور اسطرح کی ڈکار بھی نہلی حالانکہ یہ ایسا قول تہا جو ہضم ہو جائے کیونکہ اگر اس کو مانتے ہیں کہ قران منجانب اللہ جل پر نازل ہوا اور رسول اللہ صلعم کو اسکی ترتیب انتظام میں دخل تھا تو بے شک اپکا فرض ہے کہ اپ رسول اللہ صلعم سے ثابت کیجیے کہ حضرت نے فرمایا ہو کہ یہ منسوخ التلاوة

مولوی عبدالرحیم صاحب نے اپنے اعتراض میں یہ شرط بہت بھاری لگائی ہے کہ حضرت
نے اپنی حیات کے عین قبل منسوخ التلاوۃ حصہ قرآن کو ممتاز طور پر صحابہ پر ظاہر کر دیا ہو
کیونکہ ہفت تعلیم کے اہل سنت تو کوئی چیز ہی نہیں۔ اگر خود وہ صحابہ زندہ
ہوں جنہوں نے قرآن کو ترتیب دیا تو کوئی شہادت ایسی نہیں پیش کر سکتے کہ حضرت
نے کسی آیت کی نسبت یہ فرمایا ہو کہ یہ منسوخ التلاوۃ ہے اسکو قرآن میں نہ لکھنا لہذا میں اس
شرط کو اور سہل کر دیتا ہوں کہ اگر اڈیٹر صاحب یا انکے تمامی ممبران کمیٹی ایک ہی روایت
بھی ایسی پیش کریں اس مضمون کی لاویں کہ آنحضرتؐ نے کسی وقت میں کبھی یہ فرمایا ہو کہ یہ آیہ
منسوخ التلاوۃ ہے تو پھر میں اس تحریر جواب سے باز آتا ہوں نہیں اس سے بھی درگذر کر
میں اس کا وعدہ بھی کرتا ہوں کہ اگر کسی صحابی کی زبان سے بھی لفظ منسوخ التلاوۃ
کو ثابت کرے تو میں ۵۰ انعام دیتا ہوں

اب اس جواب کی حقیقت سنئے اڈیٹر صاحب نے براہ تحریف اعتراض سابق کو بعض
کر کے اس جا پر نئے ہیں "اگر ایسا کہ بعد نسخ تلاوت ہی سے متعلق سمجھا جائے" اور اسکا یہ جواب
دیتے ہیں کہ بدل اگر ہمیں نہ معلوم ہو تو یہ کیونکر لازم آیا کہ فی الواقع بدل نہ تھا

مگر یہ جواب ایسا خوش نما ہے کہ قابل غرض نہیں کیونکہ مولوی صاحب کا اعتراض
تو یہ ہے کہ اگر اس آیہ سے نسخ سمجھا جاوے تو اس کے ساتھ بدل بھی ہونا چاہئے کیونکہ خدا تعالے
بطور حصر فرمایا ہے ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الا نات بخیر منہا او مثلہا کبھی نہیں
بیسے یہ بھولتے ہیں تا اس صورت میں کہ اس کا مثل لاویں یا اس سے بہتر دیں پھر
یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی آیہ منسوخ ہو اور اس کا بدل نہ ملے اور بدل کسی کا معلوم نہیں
بجز آیہ عشر رضعات کے۔

اڈیٹر صاحب اسکے جواب میں فرماتے ہیں کہ ہمارا عدم علم اسکے عدم واقعی کو مستلزم
نہیں جو اس لحاظ سے تو صحیح ہے کہ بہت سی باتیں ہمکو معلوم نہیں ہیں اور موجود بھی
ہیں۔ اور ہمارے عدم علم کو اس شئے کا عدم لازم نہیں آتا۔ مگر یہاں پر تو یہ جواب چل نہیں
سکتا کیونکہ اول صحابہ نے کہیں یہ بیان ہی نہیں کیا کہ یہ منسوخ التلاوت ہے۔ پھر

ایسا دعوی کیونکر صحیح ہوگا ثانیاً جن علمانے بغرض مہر پرستی صحابہ یہ لفظ گڑھا انپر فرض تھا کہ بدل کو اسکے بیان کرتے کیونکہ جسطرح وہ لفظ اپنے دل سے گڑھا تھا اس کو بھی گڑھتے۔ مگر یہ امر انکے امکان سے باہر تھا کیونکہ نسخ ہی نہ تھا جو اس کا بدل ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ وہ لفظ بھی محض وضعی ہے نہ اصلی

مولوی عبدالرحیم صاحب نے اسی اعتراض کے ذیل میں نہایت خوبی سے یہ بھی بیان کیا ہے اور یہ امر ضروری ہوگا کہ بقول اس آیت کے اس حصہ منسوخ شدہ کا بدل بھی ملے جو اس سے بہتر یا اسکے مثل ہو اس لیئے کا کوئی پتہ کسی روایت میں نہیں بجز **عشر رضعات** والی حدیث حضرت عایشہ کے لیکن اسمیں بھی یہ اشکال ہے کہ مصحف میں ناسخ کا وجود ہی نہیں ہے اور خود حضرت عایشہ یا کسی اور صحابی سے بسند آنحضرت بدل ناسخ کا بھی منسوخ ہونا منقول نہیں۔

اڈیٹر صاحب نے نہ اس اعتراض کو ذکر کیا نہ اس کا جواب دیا کاش تسلیم ہی کر لیتے کہ ہاں یہ اعتراض لاجواب ہے اور واقعی جواب ہے کہ قرآن میں ناسخ ہے نہ منسوخ اور روایت میں سب کچھ ہے پھر نسخ کہاں ہوا جو بدل ملا اور وہ بدل بھی کہاں ہمارے زبان حضرت عایشہ پر بھی گران روایتوں کو پڑھے تو مزہ معلوم ہو مگر آپ تو اس کا نام ہی نہیں لیتے پھر میں آپکو کیا سمجھاوں

بڑی جان کا ہی سے یہ ایک صورت تبادلہ کی نکالی گئی تھی مگر بدقسمتی سے قرآن میں نہ ناسخ رہا نہ منسوخ حضرت عایشہ کی بکری کھا گئی پھر وہ خدا کا وعدہ کیا ہوا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کیا اچھی حفاظت ہوئی۔

**قولہ** نسخ تلاوت پر دو شبہ اپنے اور ظاہر کئے ہیں ایک یہ کہ جو آیتیں منسوخ کہی جاتی ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ صحابہ کو یاد تھیں جیسے آیہ رجم پس یہ کہکر منسوخ کہی جا سکتی ہیں کیونکہ منسوخ ہوجانیکی دلیل تو یہی ہے کہ وہ صحابہ کے دلوں سے محو ہوجاویں دوسرا شبہہ یہ ہے کہ روایات سے ثابت ہے کہ نزول کے ساتھ ہی فوراً آنحضرت علیہ السلام آیات قرآنی کی کتابت کرا لیتے تھے پس جو آیتیں منسوخ ہوئیں وہ اس کتوب

میں ضرور موجود ہوتی ہوں گی۔ اور یہ کہیں ثابت نہیں ہے کہ انحضرت نے اپنی وفات کے عین قبل منسوخ التلاوت حصہ کو ممتاز کر دیا تھا پھر اسکے کیا معنی ہونگے کہ فلاں سورت قدر موجود سے زیادہ نہ ملی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انحضرت علیہ السلام کے زمانہ کا مکتوب بروقت جمع قران پیش نظر نہ تھا

**اقول** اس تقریر نے نہ صرف انصاف کا خون کیا بلکہ اب معلوم ہو گیا کہ اہل سنت کے یہاں گھر کے اندر بھی انصاف نہیں کیونکہ پہلے تو اپنی اس تحریر کو مولوی عبد الرحیم کے بالکل دوستانہ تحریر کیا تھا کہ محض نظر تحقیق انھوں نے لکھا ہے پھر انکے ساتھ کیوں یہ برتاو کیا گیا جو مجھ غریب اڈیٹر الشمس کے ساتھ ہوتا تھا کہ پورے صفحہ دو صفحہ کی عبارت ہی ان کی غایب کر دی اور پھر جو انکی طرف منسوب ہوئی اوسمیں یہ تحریف کی کہ انکے الفاظ و عبارت کو غایب کر کے مثل امام بخاری روایت بالمعنی کرنیلگے پہلے مولوی عبد الرحیم صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ ہو جسے اپنے بالکل ترک کر دیا۔

بوہ عبارت سابقہ عشرہ صفحات لکھتے ہیں اسیطرح مناظرہ حصہ دوم کی صفحات ۴۳ تا ۴۸ میں جو روایات درج ہیں ان میں سے دوسری تیسری چوتھی پانچویں ساتویں اٹھویں اور گیارہویں میں کوئی اشارہ کسی صحابی کا بھی منسوخیت کی طرف نہیں ہے چودھویں روایت میں ایک نامعلوم سورہ کی منسوخیت کی نسبت انحضرت صلعم کی تصریح ابن عمر سے منقول ہے لیکن یہ روایت مخرجہ طبرانی ہے لہذا قابل تمسک نہیں ہے (بحوالہ نافع حشہ) پندرہویں روایت میں محض رائے حضرت انس کی ہے جب تک اس رائے کی تائید میں کسی دوسرے صحابہ کا قول نہو اسوقت تک ایسے اہم معاملہ میں اسپر بھروسہ کر لینا غیر محفوظ ہے۔ نویں اور دسویں روایت کے بموجب و مختلف سورتوں کے کچھ حصہ جو تین غیر مستقل کلام ہیں سب صحابہ کو یاد تھے لہذا موجب ہیں اصل موضوع کے کہ کسی حصہ وحی متلو کا صحابہ کے دلوں سے محو ہو جانا اسکے منسوخ التلاوہ ہو جانیکی دلیل سمجھا جاتا تھا یہ حصے منسوخ التلاوت نہیں سمجھے جا سکتے۔ اسی طرح آیہ رجم تمام صحابہ کو یاد تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ وہ سورہ احزاب کی آخری آیت ہے اور

کسی روایت میں اس کی منسوخیت کیطرف اشارہ نہیں ہے۔ پھر کس دلیل سے منسوخ التلاوت
سمجھی گئی تھی۔

دیکھیے اس تحریر نے ایکی ساری تحریر حصہ دوم کو کسطرح خاک میں ملادیا ہے اسطرح
کان بند کرتے ہیں کہ کہنے والے کی صورت دیکھتے ہیں نہ اسکی ادا سنتے ہیں ایسے صاحب
اڈیٹر الشمس تو آپکے خصم ہیں اگر ادھر ادھر نہیں دیکھتے تو خیر مولوی عبد الرحیم
صاحب نے کیا قصور کیا جو ادھر سے بھی گریزاں ہوئے۔ اگر اڈیٹر صاحب کچھ بھی غیرت
والے ہوتے تو مناظرہ کا نام نہ لیتے اور بمقابلہ خصم قلم نہ پکڑتے کیونکہ جب خود اپنے ہم مذہب
ہم طریق لوگ ایکی تحریروں کو ایسی لغو سمجھتے ہیں کہ دو دو جملوں میں جواب دیتے ہیں
اور قابل التفات جانتے نہیں تو پھر الشمس کے مقابلہ میں کیا کر سکتے ہیں۔

اچھا اس کو بھی جانے دیجئے یہ تو پرانی سیرت سلف ہی کی ہے جائیگی مگر اس کو کیا کہیو گا
کہ انکی تقریر کو غائب کر کے اپنی نئی تقریر ان کی طرف سے تراشی انھوں نے کہاں یہ دو
شبہے لکھے ہیں انکے تو بہت سے شبہات ہیں جن میں سے دو یہ بھی ہیں مگر نہ اس لفظ
سے جو آپ نے لکھا ایسی بیجا مناسب ہے کہ آپ انکے شبہہ کو انھیں کے لفظوں میں لکھئے
تب جواب دیجئے پھر اسکا جواب لیجئو نہ یہ کہ اپنے دل سے ایک تقریر گڑھ کر کسی کیطرف
منسوب کیجئے اور اسکا جواب لکھیئے۔

**قولہ** نئے شبہہ کا جواب یہ ہے کہ یہ نہ میں نے لکھا ہے نہ کسی اور نے کہ منسوخ التلاوت ہونیکی
صرف یہی صورت تھی کہ وہ آیت صحابہ کے دل سے محو ہو جائے یا یہ کہ جو آیت منسوخ ہو جائے
اسکا محو ہو جانا ضروری ہے بلکہ یہ لکھا گیا کہ جو آیت محو ہو جائے اسکو سمجھنا چاہیے کہ منسوخ
ہو گئی۔ نسیان کو منجملہ علامات نسخ کے لکھا گیا تھا نہ یہ کہ نسخ نسیان میں منحصر ہے لہذا
کسی آیت کا یاد ہونا اسکے غیر منسوخ ہونیکی دلیل نہیں ہو سکتا۔

**اقول** بالکل لغو ہے کیونکہ خود مولوی عبد الرحیم صاحب نے بھی انحصار کا دعوی نہیں
کیا ہے کہ اسی میں منحصر سمجھا چنانچہ انکی عبارت یہ ہے کسی حصہ وحی متلو کا صحابہ کے دلوں سے
محو ہو جانا اسکے منسوخ التلاوۃ ہونے کی دلیل سمجھا جاتا تھا۔ اس میں کہاں انحصار ہے

# جلد ثالث پر ریویو

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۶

**[ختم] الکلام** واضح ہو کہ یہ سلسلہ الشمس نمبر ۱ و ۲ کے صفحہ ۵ سے شروع ہوا تھا بجواب اس عبارت کے کہ اڈیٹر
نے اپنے اخبار گمنام مورخہ ۲۰ شوال سنہ ۱۳۲۴ھ میں لکھا تھا «دو یاد رکھو بحث تحریف سے آپکو کسی طرح چھٹکارا
ہو سکتا عقیدۂ تحریف نے آپکے مذہب کا بہت بڑا راز کھولدیا ہے اور اس عقیدہ کا نتیجہ ابھی کیا ہے آیندہ
آپ خود ہی اپنی آنکھ سے دیکھ لینگے ،، اس تقریر کا جواب اجمالاً و تفصیلاً اس طرح مدلل لکھا گیا کہ اوس سے
کی ضرورت نہیں۔ اڈیٹر صاحب نے ہمکو یہ دھمکی دی تھی کہ ہم اسکا نتیجہ آیندہ دیکھو گے اوس کے جواب میں
نتیجے ہمنے اونکو دکھا دئے کہ اگر ہمارے یہاں بفرض محال ہونے والے ہیں تو آپکے یہاں ہو چکے۔
نتیجہ اول اہل سنت کا تارک قرآن ہونا ملاحظہ ہو صفحہ ۷ نمبر ۱ و ۲ جلد نمبر ۱۔ نتیجہ دویم قرآن کا منسوخ ہونا خبر
بد اجماع قیاس سے ص ۱۱۔ نتیجہ سویم جواز تحریف قرآن حالت نماز میں ص ۱۶۔ نتیجہ چہارم جواز قرات
توراۃ و انجیل بعوض قرآن نماز میں ص ۴۷ نمبر ۳۔ نتیجہ پنجم قتل حاملان قرآن ص نمبر ہذا۔ نتیجہ ششم
قرآن کا پیشاب اور خون سے لکھنا وغیرہ۔ اب چونکہ ناظرین کو اس تقریر سے ملال ہو رہا ہے لہذا میں
اس تقریر کو تمام کرتا ہوں کیونکہ ۲۰ شوال کے بعد سے لائق مخاطب نے الشمس کا نام ہی لینا چھوڑ دیا ہے اور اسکے بعد
کوئی تحریر بھی نہیں لکھی مگر اسی نمبر مورخہ ۲۰ شوال میں فرار کرتے وقت اتنا اور بھی لکھ گئے «قولہ الشمس نمبر ۵
صفحہ ۴۳ میں کچھ عجیب و غریب مضمون سے مالامال ہے غالباً اس مضمون کو دیکھکر ناظرین سیراب ہو جائینگے اور ہم
سے زیادہ شیعوں سے کسی بات کی امید نہ رکھینگے نہایت مجبور ہوکر جب ہر طرف سے راہ گریز بند ہو گئی تو
اڈیٹر صاحب الشمس کو وہ بات کہنی پڑی جس سے اب تک وہ بچنا چاہتے تھے انھوں نے صفحہ مذکور میں
صاف صاف اقرار کیا کہ بعض علماء شیعہ تحریف کے معتقد ہیں مگر نہ مثبت تحریف خاطی ہیں نہ منکر تحریف
کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے جسمیں اختلاف مجتہدین ضروری ہے۔ صاحب یہ کیا اجتہادی مسئلہ ہے جسکے مثبت
و نافی دونوں حق پر ہیں کوئی بھی خاطی نہیں یہ بات کیا ہے صاف صاف کہئے کیا قرآن پر ایمان رکھنا اجتہادی
مسئلہ ہے کہ جو قرآن کا انکار کر جائے وہ بھی خاطی نہیں اور جو انکار نہ کرے وہ بھی خاطی نہیں دونوں
مساوی اول تو آپکا یہ کہنا غلط ہے کہ جو لوگ قائل تحریف ہیں وہ اخبار احاد کی بنا پر قائل ہیں ایک غلط اور ایک
اخبار احاد کیسے ان لوگوں نے یہ مسئلہ بلا واسطہ ایمہ سے لیا ہے کیا علی بن ابراہیم قمی امام حسن عسکری
علیہ السلام کے شاگرد نہیں ہیں کیا وہ تحریف کے معتقد نہیں ہیں کیا انھوں نے اپنا عقیدہ امام حسن عسکری سے نہیں لیا

کیوں صاحب امامت پر ایمان رکھنا تو ایسا ضروری ہو کہ جو نہ مانے وہ دائرہ اہل نجات سے خارج و خاطی وہ نمال وہ مضل مگر قران پر ایمان رکھنا بالکل ضروری نہیں جسکا جی چاہے مانے جس کا جی چاہے نہ مانے یہاں سے معلوم ہوگیا کہ قران کی عظمت وعزت آپ کے یہان کس قدر ہو کیا اسی حالت پر آپ انکو مسلمان کہتے ہیں توبہ توبہ کیجیے اس حالت مین انکو کون مسلمان کہیگا مسلمان وہی ہو جو قران پر ایمان رکھنا ضروریات دین سے سمجھے اور منکر قرآن کو کافر جانتا ہو۔

یہ بھی جتا ہوں کہ ان علما کو کافر نہین کہتے جو قایل تحریف ہین کیونکہ انکو کافر کہدینے کے بعد مذہب کا ہی ملیا ان معاملات پر بھی پڑیگا اس مذہب کا بھی پتہ نہین چلتا جسکو چاہے یا نی سمجہ سمجہ کر دو چار تے ستے مگر یہ تو بتاتے کیا مصیبت ہے کہ چاہے قرآن پر ایمان نہ رہے قرآن کے نہ ماننے والونکو پیروی کرنا چاہیے مگر مذہب تشیع سے ہاتھ نہ اوٹھایا جائے اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہو کچھ نہین ہو سوا اسکے کہ جس مذہب کی محبت خون کے ساتھ مل چکی ہو جس مین پرورش پائی ہے گو اس مین سراسر نقایص و عیوب ہون اسکا ترک کردینا دشوار ہو سب عزیز و اقارب چھوٹ جاینگے زن و فرزند بیزار ہو جائین گے مال و دولت سے دست بردار ہونا پڑے گا۔ وطن سے بیوطن ہون گے۔

سچ ہے راہ حق مین ان مصائب کا بلکہ ان سے صد چند نوائب کا برداشت کرنا حصہ تہا مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کا واللہ یھدی من یشاء

دوش در ترک عشق با جامی　　تادم صبح ماجرا کردیم
گفت برخیز کز محالات است　　ترک کاریکہ عمر ہا کردیم

**اقول** اس تحریر سے ناظرین کو تحیر نہ ہونا چاہیئے کہ اوڈیٹر صاحب الشمس نمبر ۵ و ۶ کی رسید لکھکر صفحہ ۳ پر کیونکر پہنچ گئے کیونکہ ابتدا سے ان کا یہی طریقہ ہے کہ جسطرح عمر صاحب دیوار پہاند کر مکان پر چڑھ جاتے اور بجائے ایک خطا کے تین بلکہ چار خطا کے مرتکب ہوتے اوسیطرح اوڈیٹر صاحب بھی پوری کتاب کو چھوڑ کر بیچ کتاب کا ایک جملہ لیتے ہین کہ کسیکو مبتدا خبر نہ معلوم ہو جیسا استقصاء الافحام کی حدیث اجرت علی تعلیم کتاب اللہ کا حال آپکو معلوم ہوچکا ہے۔ بہر حال مین آپ کے مزید علم کیلیے پہلے الشمس نمبر ۵ و ۶ کے عنوانات لکھو دیتا ہون پھر اوڈیٹر صاحب کی گہر ریزی کا جواب عرض کرون گا

## عنوانات الشمس نمبر ۵ و ۶ جلد ۲ حسب ذیل ہو

(۱) کلام اللیل یمحوہ النہار۔ اسمین خلفاء صحابہ کی مخالفتون کا ذکر ہو جو انہون نے حکم رسول اللہ صلعم سے تنازع کی

پھر اہل سنت کا منی. خون پیشاب - پانچانہ سور کتا کو پاک جاننا - پچہ عمر صاحب کا حکم کہ حدیث رسول کو کم کرو - پھر عمران بن حصین صحابی کا قول بغیر حدیث حکم قران نہیں معلوم ہو سکتا -

(۲) کشف الظلام - اس مین اوس تحریر کا جواب ہی جو مخاطب نے الشمس نمبر ۳ و ۴ کے اس فقرہ کے جواب مین لکھا تھا "تحریف قران کے قایل اہل سنت زیادہ ہین بہ نسبت شیعون کے" اس فقرہ کا جواب جو کچھ مخاطب نے لکھا تھا اوس کے جواب کی ابتدا اسی عنوان سے کی گئی جس کی مطالب حسب ذیل ہین (۱) عجز اہل سنت از جواب مخالفین اسلام صفحہ ۱۱ (۲) طعن ابو بکر بر حزن جناب امیر ع در غم رسول اللہ (۳) بحث تحریف قران (۴) کتب عقاید اہل سنت کا خالی ہونا ذکر عدم تحریف قران سے (۵) اثبات حقیت اسلام بمقابلہ کفار بغیر اختیار مذہب شیعہ ممکن نہین صفحہ ۳۳ (۶) تعریف تحریف (۷) تحریف عقلاً ممکن ہی یا نہین (۸) دلیل نقلی عدم جواز تحریف و انا لہ لحافظون - اسی بحث کے آخری حصہ کو یہان مخاطب نے لیا ہی اور اوسپر اس قدر خامہ فرسائی کی مگر اس پوری تقریر مین نہ میری کوئی عبارت ہی نہ کوئی جملہ بلکہ ہمارے مطلب کو اپنے لفظون مین اسطرح بیان کیا ہے کہ اصلی مطلب خبط ہو جائے اس پوری عبارت مین میرا جملہ صرف اس قدر ہی "و لیس نہ مثبت تحریف خاطی ہین نہ منکر تحریف کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے جس مین اختلاف مجتہدین ضروری ہی"

اگر مخاطب اس ایک فقرہ مین بھی تحریف نہ کرتے تو ان کی چوری کہل جاتی کیونکہ لفظ "و لیس" اپنے ماقبل کے جملہ کو چاہتا ہی لہذا مخاطب نے تحریف کرکے پس کے بدلے لفظ مگر لائے جس سے وہ سلسلہ جاتا رہا منظرین ضروری ہی کہ مین اوس پوری عبارت کو دوبارہ نقل کرون جس سے خود بخود اڈیٹر صاحب کے کلام کا جواب ہو جاوے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۵ و ۶ جلد ۲ سطر ۱۳

بعد تمہید اس مقدمہ کے اگرچہ جواب مخاطب کی ضرورت نہ تھی مگر اجمالاً عرض ہی کہ نہ ہم کو الزام دعوی تحریف کی فکر ہے کیونکہ یہ الزام تو محرفین پر ہے نہ اوسیر جواب کی کارروائی تحریف کو بیان کریے نہ اس سے غرض ہی کہ تحریف ثابت ہو کیونکہ تمام تر روایتین اسکی آپ کے یہان بھری پڑی ہین بلکہ اصلی غرض فریقین کی اعجاز قرآن سے متعلق ہی جو معجزہ آنحضرت ہی کہ ہر شخص اپنے عنوان سے اوسکو ثابت کرے اور وہ بحمد اللہ بخوبی ثابت ہی اسیوجہ سے نہ اہل سنت نے عدم تحریف قران کو اپنے عقاید کلامیہ مین ذکر کیا نہ شیعون نے دعوی تحریف کو عقاید مین یہ بہی داخل ہی بلکہ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے تو عدم تحریف ہی کو عقاید

مین داخل کیا ہی جسکے مقابلہ مین آپ اپنے کسی عالم کا ایسا قول نہین لا سکتے کہ اوسنے عقاید مین عدم تحریف کو ذکر کیا ہو۔ رہا یہ امر کہ علما مین اختلاف ہی پس یہ بھی غلط ہی نہ کسی نے اس مسئلہ کا عنوان قایم کیا ہی نہ اختلاف ہوا ہی ہانکہ اصول فقہ کا ایک مسئلہ ہے حجیت اخبار احاد کہ جو حدیثین بحد تواتر یا شہرت نہین پہنچی ہین وہ حجت ہین یا نہین یعنے اصول دین کی بنا اوس پر ہو سکتی ہے یا نہین جسمین اعتقاد کا لحاظ ہے بعض علما قایل ہین کہ وہ حجت ہی بعض منکر ہین جو حجیت کے قایل ہین وہ تحریف قرآن کو تسلیم کرتے ہین کیونکہ وہ امات فریقین سے جو سب احاد ہین ثابت ہے اور جو لوگ اسکی حجیت کے منکر ہین وہ اعتقاد تحریف کے منکر ہین کیونکہ یہ سب احاد ہین اور اخبار احاد مفید یقین نہین پس نہ مثبت تحریف خاطی ہین نہ منکر تحریف کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے جسمین اختلاف مجتہدین ضروری ہے۔

یہی مسئلہ اہل سنتہ کے یہان بھی ہی ملاحظہ ہو۔ شرح مسلم الثبوت مین ہی۔ الاکثر من اہل الاصول ومنہم الائمة الثلثة علی ان خبر الواحد ان لم یکن ہذا الواحد المخبر للخبر معصوما نبیا لا یفید العلم مطلقا سواء احتف بالقراین او لا وقیل یفید خبر الواحد الغیر المعصوم بالقرینة وقیل خبر الواحد العدل یفید العلم مطلقا فعن احمد ہذا الحکم مطرد فیکون کلما اخبر العدل حصل العلم وہذا بعید عن مثلہ فانہ مکابرة ظاہرة قال الامام فخر الاسلام واما دعوی علم الیقین فباطل بلا شبہة لان العیان یردہ من قبل وانا قد بینا ان المشہور لا یوجب علم الیقین فہذا اولی وہذا الان خبر الواحد محتمل لا محالہ ولا یقین مع الاحتمال ومن انکر ہذا فقد اسفہ نفسہ واضل عقلہ وقیل لا یطرد ہذا الحکم بل قد یفید فی بعض الصور کرامة من اللہ وہو فاسد ایضا لانہ تحکم صریح

صلہ ۲۰

یعنے اکثر اہل اصول جنمین ائمۂ ثلثہ بھی داخل ہین قایل ہین کہ مخبر واحد اگر اوسکا بیان کرنے والا نبی معصوم نہین ہے تو وہ مفید علم یقین نہین ہے خواہ با قرینہ ہو یا بلا قرینہ بعض قایل ہین کہ اگر محفوف بقرینہ ہے تو مفید علم ہے والا فلا۔ بعض قایل ہین کہ خبر واحد عادل مفید علم ہے مطلقا امام احمد کہتے ہین کہ خبر واحد عادل عموما مفید علم ہے حالانکہ اون سے نہایت بعید ہی کہ اس کے قایل ہون کیونکہ یہ صریحی مکابرہ ہی۔ امام فخر الاسلام کہتے ہین کہ دعوائے علم یقین باطل ہی بلا شبہہ کیونکہ مشاہدہ اسکو رد کرتا ہے اور ہم بیان کر چکے ہین کہ خبر مشہور علم یقین نہین ہے تو یہ کیونکر مفید ہوگا اور نیز اسوجہ سے یہ قول مردود ہی کہ خبر واحد محتمل ہے لا محالہ اور جس امر مین احتمالات نکلتے ہین وہ مفید علم یقین نہین

ہوتا اور جو اس کا منکر ہو وہ احمق ہے اور بعض کہتے ہین کہ یہ حکم عموماً نہین ہے بلکہ بعض صورتون مین از راہ کرامت خداوند عالم مفید علم ہے مگر یہ بھی فاسد ہے کیونکہ یہ تحکم صریح ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خود آپ کے یہان بھی اس مسئلہ مین چار قول ہے اسیطرح علمائے شیعہ مین بھی اختلاف ہے بعض قایل حجیت ہین بعض منکر پس اگر امام احمد کو خارج از اسلام کرینگے جو حجیت خبر واحد کے عموماً قایل ہین اور جن کے مذہب پر اقرار یہ تحریف قرآن لازم ہے کیونکہ صدہا اخبار اس مضمون کے وارد ہین تو اوسوقت البتہ آپ مجھسے بھی فرمایش کر سکتے ہین کہ مین قایلین حجیت خبر واحد کی نسبت کوئی حکم جاری کرون۔

افسوس خیال اختصار یہان مانع ہے کہ مین کچھ زیادہ لکھون مگر اس قدر یاد رکھو کہ الحمدللہ اہل حق کو ہر طرح غلبہ رہیگا کیونکہ جس پہلو کو ہم اختیار کرین گے آپ کے علما کو شریک کرلین گے اور نہین تو آپ کے ہر اعتراض کا ہدف بنا دین گے۔ دور کیون جایئے اسی مسئلہ تحریف قرآن مین دیکھیے کہ کے مقام پر خدا نے یہود کے تحریف توراۃ کو لکھا ہے یحرفون الکلم من بعد مواضعہ کہ اپنی جگہ سے کلمات توراۃ کو ہٹا دیتے ہین جس سے بداہت معلوم ہوا کہ یہود تحریف لفظی کرتے تھے مگر آپ کے امام بخاری۔ امام رازی۔ امام وہب بن منبہ۔ صالح بن مہدی مقبلی۔ محمد بن اسمعیل بن صلاح الدین قایل ہین کہ تحریف لفظی نہین ہوئی تو کیا ان سب کو کافر کہیگا حالانکہ مخالف قرآن یقیناً کافر ہے۔ پھر اگر یہ فرض تسلیم علما شیعہ مین تحریف قرآن کے متعلق اختلاف ہو تو کسی فریق پر کفر کا اطلاق کیونکر ہو سکتا ہے۔ (تمام ہوئی عبارت الشمس)

اب مین اڈیٹر صاحب سے پوچھتا ہون کیا آپ کا یہی ایمان ہے کہ الشمس نمبر ۵ و ۶ کے مطالب سابقہ کا کچھ جواب نہ دیجئے اور صفحہ ۴۳ کے ایک جملہ کو معرض بحث مین لائیے۔ کیا دنیا مین اور بھی کوئی آپکا ایسا ایماندار ہے؟ کیا آپ اس قسم کے مغالطہ دہی کی نظیر کسی عیسائی بلکہ آریہ کی تحریر سے بھی دکھا سکتے ہین؟ حاشا وکلا کوئی متنفس بھی آپ کو ایسا نہ ملیگا جو ایسی صریح بے ایمانی کرتا ہو اگر کسی آریہ کے یہان بھی پناہ لی جائے تو منہ پر تھوک دیگا کہ یہ کون سا ملعون و منحوس طریقہ تھا لاتقربوا الصلوٰۃ والا اس سے اچھا تھا۔

اڈیٹر صاحب کو آپکے مذہب والے ابھی اوسی جمود پر باقی ہین کہ اونٹ کو اونٹنی بنا دیجیے مگر بہت سے لوگ سمجھدار بھی ہو چلے ہین جن پر آپ کی قلعی اچھی طرح کھل رہی ہے اور فضل خدا سے

روز بروز مذہب حق قبول کر رہے ہین۔
کیسے شرم کی بات ہی کہ جس شخص سے الشمس کا جواب آج تک نہ ہو سکے اور نمبر ۵ و ۶ کے ۴۲ صفحہ کو ہضم کر جائے وہ کلمہ یہ کہے وہ جب ہر طرح سے راہ گریز بند ہو گئی تو اڈیٹر صاحب الشمس کو وہ بات کہنی پڑی جس سے ابتک وہ بچا چاہتے تھے۔"
اس حیا کا کیا جواب کہ جب مین نے ادلہ قاطعہ سے ثابت کر دیا کہ باقرار علما و اہل سنۃ تحریف قرآن عقلا و نقلا ممکن ہے۔ رسول اللہ ص نے نصوص صریحہ مین اسکی پیشینگوئی فرمائی کہ قرآن مین تحریف کروگے علمائے اہل سنت سے کسی نے بھی کتب عقاید مین اسکو نہ لکھا کہ عدم تحریف قرآن کا اعتقاد ضروری ہے پھر معلوم نہین راہ گریز کیون بند ہوئی اور شیران خدا کبھی گریز بھی کرتے ہین جو اونکو راہ گریز کی فکر پڑے۔ کرار غیر فرار کے شیعہ کب اوس لعنتی طریقہ کو اختیار کر سکتے ہین جسپر وہ لعنت کرتے ہین۔
اس لعنتی دروغ کا کیا جواب ہے کہ لکھتے ہین "اونہون نے صفحہ مذکور مین صاف صاف اقرار کیا ہی کہ بعض علمائے شیعہ تحریف کے قایل ہین" اگر اس جملہ کو میری عبارت سے تم نکالدو تو ملغ انعام لیلو ورنہ بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کیا کہہ سکتے ہین۔ دیکھو اس دروغگوئی کا نتیجہ کہ تم خود میری عبارت سے نقل کرتے ہو۔ "تحریف لفظ بس لفظ مگر کے ساتھ دو نہ مثبت تحریف خاطی ہین نہ منکر تحریف" کیا اثبات کو اعتقاد لازم ہے اگر ایسا ہو تو لازم آتا ہی آپ بھی معتقد ہون کیونکہ آپ بھی تو اثبات تحریف کر رہے ہین کہ شیعہ قائل تحریف ہین۔
صاحب غصہ نہ ہون اجتہاد کی تو یہی تعریف ہے کہ اوسکا خاطی و مصیب دونو ماجور ہی اگر اس سے انکار ہو تو بسم اللہ خاطی پر بستر ا فرمائیے مین بھی آپکا شریک ہون اگر آپ کی سمجھ مین نہ آتا ہو تو اپنے ائمہ اربعہ کے اجتہادات دیکھئے خود معلوم ہو گا کہ اسکی کیا حالت ہی مگر آپکو چونکہ حق کا چھپانا منظور ہی اس لئے قصدا ایسی باتین کرتے ہین۔
انکار قرآن اور چیز ہے انکار تحریف اور چیز منکر قرآن بیشک کافر ہے مگر اس کا قیاس انکار و اقرار تحریف پر قیاس مع الفارق ہی اور اگر دونون کا ایک ہی حال ہی تو امام احمد بن حنبل کی خبر لیجئے جو قرات شاذہ کو قرآن کہہ رہے ہین۔
اڈیٹر صاحب آپکو تو ابن مسعود وغیرہ صحابہ کا حال معلوم ہوا جو قرآنیت الحمد بعد و معوذتین کے منکر تھے تو کیا وہ کافر تھے آپ کے ائمہ دین آج تک بسم اللہ کے جزو قرآن ہونے کے منکر ہین۔ تو کیا وہ سب کافر ہین؟

آپکا اول تو بالکل ہمشکل خلیفہ اول ہے۔ نبی سے یا امام سے تو ہر راوی نے لیا تو کیا اس سے اخبار احاد کی بحث ساقط ہو جائے گی کیونکہ قطعیت اخبار تو اونہیں لوگون کیلئے ہے جو بلا واسطہ لیتے ہین اور جب روایت بالواسطہ ہوئی تو پہر احاد و متواتر کی بحث تو ضروری آئے گی۔ اور اگر آپکے قول کو تسلیم کر لین تو پھر اون صحابہ کے بارے مین کیا حکم ہوگا جنہون نے خود رسول اللہ سے بلا واسطہ آیتہ قرآن کی یاد کین اور مدۃ العمر اوسکو پڑھتے رہے اور اپنے مصحفون مین لکھا تھا مگر عمر صاحب یا عثمان صاحب نے نہ لیا اور نہ درج قرآن کیا۔ کچھ اون کے حق مین بھی تو ارشاد ہو۔ کیا ابن مسعود نے رسول اللہ سے قرآن نہین سیکھا تھا۔ کیا وہ عرض آخر مین شریک نہ تھے۔ کیا حضرت نے انکو تعلیم قرآن کے لئے نہین مقرر کیا تہا۔ کیا عمر صاحب نے انکو کوفہ نہین بھیجا تھا۔ پھر کیون نہ اونکا قرآن لیا گیا اور کیون اون کے خلاف سورہ الحمد داخل قرآن کیا گیا اسیطرح معوذتین کیون لکھا گیا۔

کیا حضرت عائشہ اور حفصہ اور ابی بن کعب و ابن عباس نے اون آیات کو رسول اللہ سے نہین سیکھا تھا جسے آپ کے خلفا نے نکال ڈالا۔

پھر بجز اس کے آپ کیا کہہ سکتے ہین کہ یقیناً آپ کے خلفا نے تحریف کی اور یہ کل حضرات معتقد تحریف تھے کیونکہ انہون نے خود بلا واسطہ صاحب الوحی سے سنا تھا اور یاد کیا تھا اور درج قرآن کیا تہا۔

یہان نہ آپ نے علی بن ابراھیم قمی کا معتقد تحریف قرآن ہونا ثابت کیا ہے نہ جناب امام حسن عسکری ع کا اس مسئلہ کو تعلیم کرنا نہ اس کو کہ وہ حضرت کے شاگرد تھے پھر کیون ایسا سوال کرتے ہین۔ کیا علی بن ابراہیم قمی امام حسن عسکری ع کے شاگرد نہین ہین۔ کیا وہ تحریف کے معتقد نہین ہین کیا انہون نے اپنا یہ عقیدہ امام حسن عسکری ع سے نہین لیا؟ جسکا جواب نفی مین دیا جاتا ہے کیونکہ کہیں آپنے یہ نہین ثابت کیا کہ جناب علی بن ابراھیم قمی رحمۃ اللہ جناب امام حسن عسکری ع کے شاگرد تھے یا انہون نے حضرت سے اس مسئلہ کو سیکھا کہ قرآن کو محرف سمجھو نہ یہی ثابت کیا کہ وہ قایل تحریف قرآن تھے پھر کس بنیاد پر ایسا سوال کیا گیا۔

ہان آپنے اپنی جلد اول کے نمبر ۱۲ مین لکھا ہے "دسوھوین حدیث تفسیر اہلبیت کی جس کے مؤلف حضرت امام حسن عسکری ع کے صحابی اور شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی کے اوستاد علی بن ابراہیم قمی ہین وامّا ما کان خلاف ما انزل اللہ فھو قولہ تعالی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس

تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ قال ابو عبداللہ لقاری هذه الایه خیر امة تقتلون امیر المومنین حسین بن علی فقیل له فکیف نزلت یا ابن رسول اللہ ص وقال انما نزلت خیر ائمة اخرجت للناس ''

پوری عبارت آپکی ہے تبائے اس مین کہان آپنے ثابت کیا کہ علی بن ابراہیم شاگرد جناب امام حسن عسکری علیہ السلام تھے اور کہان اسکو ثابت کیا کہ وہ معتقد تحریف تھے اور کہان اسکو ثابت کیا کہ انھون نے یہ عقیدہ جناب امام حسن عسکری علیہ السلام سے لیا تھا۔

اڈیٹر صاحب تاریکی کا زمانہ گیا اب خود آپ کے عوام سے آپلوگون کی وقعت جاتی رہی جو سنی ہین وہ بھی سمجھ رہے ہین آپ لوگ راستبازی سے کام نہین لیتے مکرو فریب کے کام ہے پھر کیون ایسی باتین لکھتے ہین جس سے رہا سہا عقیدہ اون کا جاتا رہے۔

آپ جانتے ہین کہ غلط سمجھ کر کے عوام کو دہوکہ دیتے ہین اسوجہہ سے شیعہ و سنی کی روایتین نکالکر دیتے ہین مگر مین آپکو چیلنج دیتا ہون یہان صاف صاف اقرار کرتے لیجے کہ آج تک جو روایتین اور اقوال آپکے علما کے مذکور ہوئے اوس سے کیا نتیجہ سنی حاصل کی پھر آپکو مین تفصیل سے سمجھا دونگا کہ شیعہ لیس قرآن کو کیا سمجھتے ہین اور کیسی اسکی عزت کرتے ہین کہ بمقابلہ قرآن کے حدیث کو نہین مانتے جو اسکے مخالف ہو اور آپلوگ باوجود زور و شور اتنے کے بھی روادار نہین کہ بمقابلہ فتوے ابو حنیفہ بھی آیات قرآنی کو نہین مانتے کما مر مرارا۔

بہرحال مین اسکو مکرر لکھ چکا ہون کہ تحریف و عدم تحریف کو اعتقادات سے کوئی تعلق نہین خود آپکے علمانے بھی اسکو عقاید مین نہین لکھا کیونکہ اس کا تعلق حجیت خبر احاد سے ہے جو لوگ خبر احاد کو حجت مانتے ہین وہ قایل تحریف ہین جنہین آپکے امام احمد بن حنبل بھی داخل ہین ملاحظہ ہو حصول المامول الخلاف فی المنقول احادا بل ہو قرآن ام لا فیعمل بما لم یتواتر فلیس بقران ص ۲۹ یعنی اس مین اختلاف ہے کہ جو آیتین بذریعہ اخبار احاد منقول ہین وہ قرآن ہین یا نہین بعض نے کہا ہے کہ وہ قرآن نہین ہے۔ اب تو آپکو معلوم ہو گیا خود آپکے یہان بھی اسمین اختلاف ہے کہ آیا وہ آیتین قرآن کے حکم مین داخل ہین یا خارج اکثر علما انکو قرآن مانتے ہین کیونکہ منکرین کا قول بلفظ قیل لکھا گیا ہے جو آپکے بقول دلیل ضعیف ہے پھر اب آپ ہی تبائے کہ جو لوگ اون آیتون کو قرآن مانتے ہین انکا کیا حکم ہے اور آپکے مذہب بغیر اسکے کیا چارہ ہے کہ انکو قایل تحریف کہا جائے کیونکہ جب وہ سب آیتین داخل قرآن نہین ہین تو اونکا نکالنا یا داخل قران کرنا تحریف نہین تو کیا ہے۔

اڈیٹر صاحب کو اسی پر تعجب ہو رہا ہی کہ میں مثبت تحریف اور منکر تحریف دونوں کو برسر صواب کہتا ہوں اور ان کو اسکی خبر نہیں کہ نفس قرآن میں انکے یہاں اختلاف ہی کہ قرآن لفظ اور معنی دونوں ہی یا صرف معنی ہی جسکو کلام نفسی سے تعبیر کرتے ہیں فرقہ اشاعرہ جو حال کے علمای اہل سنت کا مذہب ہے وہ تو صرف معنی کو قرآن کہتا ہی جیسا کہ سابقا کلام خود مخاطب مذکور ہوا کہ اہل سنۃ معنی کو قرآن کہتے ہیں حالانکہ بحر العلوم عبد العلی شرح مسلم الثبوت میں اس عقیدہ کی نسبت لکھتے ہیں وانکار کلمات بعض اتباع الاشعریۃ یشعر بظواہرہا ان القرآن حقیقۃ ہو المعنی حقیقۃ والنظم یطلق علیہ مجازا وہذا مما لا یجترئ علیہ مسلم ص ۳۱۳ یعنی بعض اتباع اشعریہ کا عقیدہ یہ ہی (شاہ ولی اللہ بھی اسمیں داخل ہیں) کہ قرآن نام ہی صرف معنی کا اور الفاظ پر اس کا استعمال مجازا ہی مگر یہ ایسا عقیدہ ہی جس کی جرأت کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

کہیے اڈیٹر صاحب اب کیا حکم ہوگا بعض اشعریہ کا یہی عقیدہ ہی کہ قرآن معنی ہی نہ لفظ اور ادھر بحر العلوم یہ بھی فرماتے ہیں کہ اسکی جرأت کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ پھر اس کا فیصلہ کیونکر ہوگا الا یہ کہ میں بتا ایا ہوں کہ اس عقیدہ والا آدمی کبھی نزول قرآن کا قایل نہیں ہو سکتا نہ اس قاعدہ سے نزول قرآن ممکن ہی

اب اسپر ترقی کیجے کہ انکے یہاں تو اعجاز قرآن کا بھی انکار ہی مستصفی امام غزالی میں ہی ولان بعض الآیۃ لیس بمعجز وہو من الکتاب ص ۱۰۱ یعنی بعض آیتیں قرآن کی معجزہ نہیں ہیں پھر بتائیے جب بعض آیتیں معجزہ نہیں ہیں تو کل قرآن کے اعجاز سے انکار ہو گیا اسکے بعد بھی ایلوگ مدعی اسلام ہو سکتے ہیں خدا تو فرماتا ہی قل فاتوا بسورۃ من مثلہ اور یہ لوگ کہتے ہیں بعض آیتیں معجزہ نہیں ولولا غرابۃ المرام لاطنبت الکلام

اڈیٹر صاحب کا یہ جملہ نہایت پر مزہ ہی "کیوں صاحب امامت پر ایمان رکھنا تو ایسا ضروری ہو کہ جو نہ مانے وہ دایرہ اہل نجات سے خارج وہ خاطی و ضال و مضل مگر قرآن پر ایمان رکھنا بالکل ضروری نہیں جس کا جی چاہے مانے جس کا جی چاہے نہ مانے"

سبحان اللہ کیا فہم ہی۔ کیا ذہانت ہی کہاں انکار قرآن کہاں انکار تحریف وعدم تحریف۔ کا ضرب جوڑ ملایا عربیت عقل و دانش ببایدگریست۔ بیشک کچھ علما ایک زمانہ میں امامت کو فروع

دین سے جانتے تھے مگر شاہ ولی اللہ کے زمانہ سے اصول دین میں داخل ہو گیا دیکھئے لکھتے ہیں "بہ علم الیقین دانستہ شد کہ اثبات خلافت این بزرگواران اصلی است از اصول دین تا وقتیکہ این اصل را محکم نگیرند ہیچ مسئلہ از مسائل شریعت محکم نشود" تو اب اگر امامت کے اصول دین ہونے پر اعتراض ہو سکتا ہے تو شاہ ولی اللہ صاحب بھی ہمارے شریک ہیں

رہا قرآن کی قرآنیت سے انکار پس یہ تو بالکل لغو ہے کیونکہ نہ اسکی بحث ہے نہ کوئی مسلمان اس کا قایل ہے اگرچہ تمامتر اہل سنت معنی اسکے منکر ہیں رہا ہمارا دعوی ہے کہ تحریف و عدم تحریف کے اعتقاد کو کسی نے آج تک عقاید میں داخل نہیں کیا۔ ایسا مسلم الثبوت ہے کہ آج تک آپ کوئی دلیل اسکی نہ لا سکے کہ کسی نے اسکو عقاید میں داخل کیا ہو

اب اس سے بڑھکر لطیفہ عجیبہ سنئے مولوی صدیق حسن خاں صاحب حصول المامول میں لکھتے ہیں وقد ذکر جماعۃ من اہل الاصول فی ہذا البحث ما وقع من الاختلاف بین القراء فی البسملۃ وہل ہی آیۃ من کل سورۃ او آیۃ فی الفاتحۃ فقط او آیۃ مستقلۃ انزلت للفصل بین کل سورتین او لیست بآیۃ ولا ہی من القرآن واطالوا البحث فی ذالک وبالغ بعضہم فجعل ہذہ المسئلۃ من مسائل الاعتقاد وذکرہا فی اصول الدین والحق انہا آیۃ فی کل سورۃ لوجودہا فی رسم المصاحف انتہی۔ یعنی ایک گروہ علما نے اس مسئلہ کو کہ بسم اللہ جزو قرآن ہے یا نہیں ہر سورہ کا جز ہے یا نہیں سورہ فاتحہ کا جز ہے یا نہیں۔ آیہ مستقلہ ہے جو فصل کے لیے نازل ہوئی یا آیہ مستقلہ نہیں ہے۔ آیات قرآنی سے ہے یا نہیں ان اختلافات کو بعض لوگوں نے اصول فقہ میں داخل کیا ہے اور اس میں بہت کچھ مبالغہ کیا۔ یہانتک کہ بعض نے اس مسئلہ کو مسائل اعتقادیہ میں داخل کر کے اصول دین میں لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ یہ آیہ ہر سورہ کا جز ہے کیونکہ قرآن میں یہی لکھا ہے

اب تو آپکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ حضرات کے اسلاف کی کیا شان ہے کہ یہ بفحوای ع

طبیعت بچتہ موزوں کی جدھر آئی ادھر آئی ٭ جو چاہا کہدیا۔ لکھدیا اب غور فرمائیے کہ جب یہ مسئلہ اصول دین میں داخل ہوا تو آپ کو کیا نتیجہ ملا۔ منکر جزئیت آپکے نزدیک کافر ہوا یا نہیں۔ اسپر زیادہ تعجب خیز یہ ہے کہ ان سب ترقیوں کے ساتھ بھی کسی نے تحریف یا عدم تحریف قرآن کو نہ اصول فقہ میں لکھا ہے نہ اصول دین میں کیونکہ اصول فقہ یا اصول دین اہل سنت کی کتابیں

توحنفی شافعی اشعری معتزلی کے اختلافات پر قایم ہوئی ہے جن جن مسایل میں یا خود ہا اختلاف ہوا اور تعصب نے ترقی کی اسکو یہ جلوہ دیا گیا کہ اصول فقہ میں داخل کیا گیا یہانتک کہ عقاید میں بھی داخل کیا گیا اور جن میں اس قسم کا اختلاف نہیں ہوا اون سے کسی کو بحث ہی نہیں اگرچہ وہ کیسا ہی عظیم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تحریف کے متعلق کوئی عقیدہ نہ قایم ہوا کیونکہ کسی نے عدم تحریف کو اپنا عقیدہ نہیں بنایا تھا جو تحریف کے عقیدہ قایم کرنیکی ضرورت ہوتی۔ تمامی کتب احادیث تو اس سے مملو ہیں کہ قرآن اتنا کم ہو گیا فلاں سورہ کی اتنی ایتیں نکل گئیں پھر کیونکر ایسا عقیدہ قایم کرتے کہ تحریف نہیں ہوئی۔

**قوله** پس اس سے معلوم ہو گیا کہ قرآنکی عظمت و عزت اپکے یہاں کسقدر ہے کیا اسی حالت پر اپ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں تو یہ توبہ کیجیے بھلا اس حالت میں اپ کو کون مسلمان کہیگا مسلمان وہی ہے جو قرآن پر ایمان رکھتا ضروریات دین سے جانتا ہو اور منکر قرآن کو کافر کہتا ہو

**اقول** میری تحریر کے بعد اپکا یہ جملہ تو خود اپکو شرماتا ہوگا اور رُلاتا ہوگا مسلمان کون ہے کیونکہ کوئی دقیقہ تو آپلوگوں نے باقی نہ چھوڑا یہانتک کہ اج تک جو بسم اللہ داخل قرآن ہے اسکو بھی قرآن نہیں مانتے اور عام طور سے اس کا فتویٰ دیتے ہیں کہ قرآن کو خون سے لکھو یا پیشاب سے اسکے بعد دعویٰ اسلام بجز اپکے کسکو زیبا ہے

معلوم نہیں اعتقاد تحریف یا عدم تحریف سے اور قرآن پر ایمان رکھنے سے کیا مناسبت ہے جو بار بار آپ وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں کیا اپنے اپنے فرقہ والوں کو ایسا نادان سمجھا ہے جو اپکے اس مغالطہ کو نہ سمجھتے ہونگے

**قوله** یہ میں جانتا ہوں

**اقول** ولا تقف ما لیس لک به علم کیوں ایسی غلط باتیں لکھتے ہو جنکا نہ سر ہے نہ پیر کیونکہ ہمنے ایک دو چھوڑ ہزاروں دلایل سے ثابت کر دیا کہ روایات اہلسنۃ تمامتر تحریف قرآنکی مثبت ہیں جسپر آپنے گھبرا کر لکھدیا روایت لو چندے اعتقاد او رچیز اور ہمنے بفضل خدا سے خود اپکے علما کا اقرار بھی ثابت کر دیا کہ امام احمد وغیرہ ان سب روایتوں کو

قرآن جانتے ہیں جو بخبر احاد منقول ہیں پس پہلے آپ اسکا فیصلہ کر لیجئے پھر مجھ سے تخاطب کیجئے گا
کیونکہ میں نے تو تمامی اقوال انکے علما کے لکھے ہیں جنھوں نے اعتقاد تحریف و عدم تحریف کو
کتب عقاید میں داخل ہی نہ کیا پھر کیا اب نیا عقیدہ بنا کر کے مسلمانوں کو کافر کہیں گے

اڈیٹر صاحب اگر ایماندار ہوتے تو پہلے اپنی کتب عقاید سے ثابت کرتے کہ اعتقاد تحریف کفر ہے
یا عدم تحریف کا اعتقاد ضروری ہے اسکے بعد اس کا دعوی کرتے کہ علمای شیعہ معتقد تحریف
ہیں اور جب یہ نہو سکا تو ناحق تضییع اوقات سے کیا فایدہ

اڈیٹر صاحب اگر کسی وقت بھی صحت حواس میں تامل کرتے تو یہ نہ لکھتے " یہ تو بتایئے کہ یہ کیا مصیبت ہے
کہ قرآن پر ایمان نہ ہو قرآن کے نہ ماننے والونکی پیروی کرنا پڑے مگر مذہب تشیع سے ہاتھ نہ اٹھایا جائے "
کیونکہ یہ تو مجذوب کی بڑ ہے جس کا نہ پیر ہے نہ سر ہے کہاں ایمان بہ قرآن کہاں پیروی نہ ماننے والوں
کی۔ کہاں مذہب اہل تشیع سے دست برداری۔ آخر کچھ تو ربط ہونا چاہیے پھر بھی از راہ تلطف ارشاد
تو ہو آخر مطلب کیا ہے اگر اقرار تحریف قرآنکو نہ ماننے والوں کی پیروی لازم ہے تو عمر صاحب
و ابن عمر صاحب سکے سب سے زیادہ ملزم قرار پاتے ہیں

سنیوں کا اور سادات کا خون گو اکے مذہب والونکے سامنے اس قابل ہو کہ زمین پر گرایا جائے
اور بہایا جائے مگر سمجھ رکھئے اسمیں خون رسول بھی ملا ہوا ہے لہذا انکو اسی مذہب سے محبت ہوگی جو
آنحضرت کا مذہب تھا مگر آپ اپنے مذہب والونکی فکر کیجئے جنکے خلفا اور ائمہ کے آبا و اجداد ہمیشہ مشرک رہے ہیں
چونکہ انکو اس مضمون کو ختم کرنا تھا اسلئے مہاجرین و انصار کا نام لای ورنہ آپ جانتے ہیں کہ جن
مہاجرین و انصار پر آپ جان نثار کر رہے ہیں وہی اصل بانی فساد تھے جن سے سارا رخنہ اسلام میں
پڑا اور آج تک اسلام اس تباہی کی حالت میں نظر آتا ہے کیونکہ یہ وہی مہاجرین ہیں جنھوں نے شب عقبہ
حضرت کو ہلاک کرنا چاہا اور آپ انپر جان دیتے ہیں یہ وہی مہاجرین و انصار ہیں جنپر آں حضرت
لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ فرماتے ہیں مگر طمع دنیا نہیں جانے دیتی یہ وہی مہاجرین و انصار ہیں جو
آنحضرت کو وصیت نامہ لکھنے کو روکتے ہیں اور ان الرجل لیہجر کہتے ہیں اور حضرت فرماتے ہیں قوموا عنی [illegible]

اڈیٹر صاحب کی یہ آخری تحریر تھی جسمیں الشمس نمبر ۵ کا نام لیا اور اپنے عوام کے خوش کرنیکو یہ چند
سطریں لکھ گئے لہذا میں بھی اس مضمون کو اب تمام کرتا ہوں والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی سید
المرسلین و اہل بیتہ الطاہرین و لعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین من یومنا ہذا الی یوم الدین ۔

تمام شد

# اصلاح

وہ ماہانہ رسالہ ہے جو آٹھ برس سے فرقہ حقہ شیعہ کی حمایت اور نصرت مین جان لڑائے ہی جبکہ کوئی اخبار و رسالہ اس فرقے کا نہ تھا اسنے قوم کی اصلاح اور مخالفین کے دفیعہ کا بیڑا اٹھایا اور قوم نے اپنے کل اغراض ملکی و مالی کا اسکو سرپرست و نگران مان لیا۔

اس دفتر اصلاح نے آجتک جسقدر کتابین علم کلام مین شایع کیا اور جسقدر مخالفون کا جواب دیا قوم مین مشہور ہے۔ دو سال سے تنقید بخاری کا سلسلہ جاری ہی۔ اہلسنت کے اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے کیجاتی ہی کہ صحیح اور اتفاقی روایتین الگ ہو جاتی ہین اور وضعی و غلط روایتین الگ باوجود ان خوبیون کے قیمت صرف ۶ عہ سالانہ

**تنقید بخاری** پہلا حصہ اصلاح جلد ۷ سے شروع ہوا اور نمبر ۸ جلد ۸ پر ختم ہوا وجہ کثرت شوق شائقین دوبارہ یہ حصہ اول چھپوایا گیا ہی جسمین صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل حدیثون پر تفصیلی مگر مختصر نظر کیگئی ہی جسکے لاحظہ سے قدرت خدایاد آتی ہی قیمت

**الشمس** الشمس نے اہلسنت کے وہ اسرار کھولے ہین جو آج تیرہ سو برس مین بھی نہ کھلے تھے اگر تمام عالم کے اہلسنت جمع ہون تو بھی کوئی جواب صحیح اور معقول نہین دیسکتے قیمت جلد اول (عہ) قیمت جلد ثانی (۶ عہ)

# نہج البلاغہ

اس کتاب مستطاب سے کون ناواقف ہوگا کہ جناب امیرالمومنین امام المتقین مظہر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبے اور خطوط اور مختلف حکمتین جنپر مسلمانون کے دین دنیا کی ترقیونکا دارومدار ہی جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے اسمین جمع کی ہین قدیم زمانہ سے متعدد شرحین اسکی عربی فارسی مین لکھی گئین مگر باایہمہ یہ کتاب کمیاب بلکہ نایاب تھی۔ جناب فخرالحکما دام ظلہ نے اسکا بامحاورہ ترجمہ کیا ہی اور مبسوط شرح تحریر فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب بہت ضخیم تھی اسلیے یہ انتظام کیا گیا ہر سال اسکے ۱۲ جزو ۲۲×۲۹ تقطیع پر شائع ہون لہذا ۶ عہ سالانہ مقرر کیا گیا ہر مہینہ ۵ پرچے جزو شائع ہوتے ہین پوری کتاب کی قیمت درجہ اول ؎ درجہ دوم ؎

**رسالہ وضو** جسنے دنیا کو منوادیا کہ اسلام مین مذہب حق شیعہ ہی جسکا وضو وضو اور نماز اور افعال مطابق کتاب و سنت ہی چالیس حدیثون سے زیادہ کتب معتمدہ اہلسنت سے لکھی گئی ہین کہ یہی وضو رسول اللہ کا ہی جو شیعون مین جاری ہی قیمت ۸

**مناظرہ امجدیہ** حصہ اول جسمین قرآن اور احادیث رسول اللہ و جناب امیر و حسنین اور اقوال عائشہ و صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و خلفاے اہلسنت سے بالخصوص معاویہ بن ابی سفیان پر لعن کرنا بالصراحت تمام مذکور ہی آجتک اس مادہ میں ایسی کوئی کتاب نہ لکھی گئی تھی۔ قیمت فی جلد (۱۲ر)

خیر من قراءتك وهذا یكاد یكون كفرا قلنا فما تری قال اری ان نجمع الناس علی مصحف واحد فلا یكون فرقة ولا اختلاف قلنا فنعم ما رایت یعنی عثمان سے منقول ہے کہ اونہونے یہ کام جمع قرآن کا بعد اسکے کیا ہے کہ صحابہ سے مشورہ لیا چنانچہ ابن ابی داؤد نے بسند صحیح سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے کہ کہا حضرت علی نے نہ کہو عثمان کے حق میں مگر خیر۔ قسم خدا کی جو کچھ کیا اونہوں نے مصاحف کے بارے میں وہ سب ہملوگونکے مشورہ سے کیا کیونکہ عثمان نے کہا تھا کہ تمکو یہ خبر پہونچی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں ہماری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے۔ اور یہ قریب ہے اسکے کہ کفر ہو۔ ہمنے کہا پس تمہاری کیا رائے ہے۔ کہا میری رائے یہ ہے کہ سبکو ایک مصحف پر جمع کر دیں جسکے بعد پھر کوئی اختلاف وافتراق نہ رہے۔ ہمنے کہا بہتر ہے یہ رائے جو تمنے سوچا ہے۔

اس ارشاد عثمان سے جسے ابن حجر عسقلانی نے صحیح بھی کہا اور جناب امیر المومنین سے اوسکو نقل کرکے خوش اور مسرور ہوئے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عثمان کے نزدیک ایک قراءت کو دوسری قراءت سے افضل اور بہتر کہنا قریب کفر ہے۔ اور چونکہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے یا کسی دوسرے صحابی سے اس قول پر کسیطرح کا انکار نہیں نقل ہوا لہذا معلوم ہوا کہ اونحضرات کے نزدیک بھی یہ قول عثمان صحیح تھا جو اسکے قائل تھے کہ ایک قراءت کو ترجیح دینا دوسری پر موجب کفر ہے۔

پس اب سیوطی وغیرہ کو اختیار ہے کہ یا تو اس تاویل سے دست بردار ہوں کہ قراءتیں دونو صحیح تھیں صحابہ صرف ترجیح دیتے تھے۔ یا اسکے قائل ہوں کہ حضرت ابن عباس و عائشہ و دیگر صحابہ جو بمخالفت قراءت عثمانی قراءت کرتے اور اس قراءت کو بمقابلہ قراءت یا بنا بر تاویل سیوطی وغیرہ اپنی قراءت کو افضل سمجھتے۔ وہ سب ایسے امر شنیع کے مرتکب ہوئے جو قریب کفر ہے کیونکہ وہ روایتیں بھی بسند صحیح وارد ہیں اور قول عثمان بکفر بھی صحیح السند ہے لہذا یا اسکے قائل ہوں یا اوسکے۔

جس روایت کو ہمنے فتح الباری سے نقل کیا ہے اوسکو خود ہمارے مخاطب (مولوی حیدر علی صاحب) نے ازالۃ الغین میں بتوسط تحفۃ السعیہ شیخ عبد الحق دہلوی سے

نقل کیا ہے اور صحیح السند کہا ہے اور رمالراس دافعین قبول کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں و شیخ عبدالحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ علی ما نقل صاحب التقیہ من ترجمۃ المشکوٰۃ میفرمایند کہ از علی کرم اللہ وجہہ بسند صحیح آمدہ کہ فرمودہ مگوئید در عثمان جز خیر بخدا سوگند کہ نکرد آنچہ کرد مگر در حضور جماعت صحابہ واتفاق ایشاں ۔ وگفت مگوئید در شان این قران بتحقیق رسیدہ است بمن کہ بعض میگوئید قرارت من بہتر از قرارت ویست واین نزدیک است کہ کفر باشد (اس عبارت میں اور اصل مضمون روایت میں بہت کچھ مخالفت ہے جس سے ہم تعرض نہیں کرتے) پس بحمداللہ تاویل علیل ابن الشنہ خود مخاطب کی تحریر سے باطل ہوئی کیونکہ اونہوں نے یہی تاویل کی تھی کہ مراد اس آیہ سے ترجیح ایک قرارت ہے دوسرے قرارت پر کیونکہ مطابق نقل مخاطب حضرت عثمان کے نزدیک ایسا کہنا قریب کفر ہے ۔ پس ایسے امر کی نسبت کرنا جو قریب کفر ہو صحابہ کبار کی نسبت خصوصاً حضرت ابن عباس و عائشہ کی طرف حسب افادات علماے اہلسنت کار ملحدین و کفار ہے نہ شعار مومنین اخیار ۔ پس ایسی تاویل کرنا جس سے مذہب اہلسنت باطل ہوجاے ۔

کیونکر جائز ہے جس سے عدالت و جلالت قدر حضرت ابن عباس و عائشہ برباد ہوجاے کہ وہ لوگ سرحد ایمان سے خارج ہو کر داخل سرحد کفر و شقاق قرار پائیں ۔

پھر کیونکر ممکن ہے کہ کوئی صاحب عقل ایسی تاویل کرے جس سے ایسے مفاسد لازم آئیں اور حق یہ ہے کہ سیوطی نے ایسی تاویل سے اپنی جہالت و خرافت کو تمام عالم میں مشہور کر دیا ۔ اگر وہ بھی مثل ابن حجر عسقلانی سکوت کرتے اور اس تاویل کو نہ لکھتے تو یہ نوبت نہ آتی کہ اعاظم صحابہ کی توہین و تحقیر بلکہ تکفیر ۔ لازم آئی ۔

مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے اہلسنت عجب مصیبت میں گرفتار ہیں جس سے کسیطرح اونکی خلاصی نہیں ہو سکتی کیونکہ اوّلا جمع و ترتیب قران کی یہی وجہ قرار دیتے ہیں کہ چونکہ عثمان صاحب کے زمانہ میں بحد اختلاف تہا یہانتک کہ خونریزی کی نوبت آجاتی ایک کہتا ہم صحیح پڑہتے ہیں ۔ اسوجہ سے تو عثمان صاحب کو اسکی ضرورت ہوئی کہ اپنی رائے سے ایک قران مرتب کرکے شایع کریں اور تمامی صحابہ کے قرآنوں کو لیکر جلادیں جسے نہایت خوش ہلو ہی

انجام دیا کہ صحابہ لاکھ سر ٹپکتے رہے مگر انہوں نے ایک نہ مانا اور سبکو جلوا ہی دیا۔ یہ کارروائی اونہوں نے اس غرض سے کی تھی کہ صحابہ کفر سے بچیں کیونکہ وہ لوگ اپنی اپنی قرارت کو ترجیح دیتے تھے جو عثمان صاحب کے مستوجب کفر تھا۔ مگر جو لوگ فطرۃ کافر ہوتے ہیں وہ کب کفر سے باز آسکتے ہیں۔ کیونکہ آپنے کسی روایت میں یہ نہ دیکھا ہوگا کہ اونہوں نے اپنے سابق عقیدہ سے کبھی توبہ کیا ہو۔ کہ اپنے پہلے قول تبرجیح قرارت کو غلط کہا ہو اور اسپر ایمان لائے ہوں کہ جو کچھ عثمان نے کیا وہی حق ہے۔ بلکہ برعکس اسکے اونکی مخالفت لفظی اس قرارت سے ثابت ہے کہ وہ ہمیشہ اسکو غلط اور خطا کہتے تھے جس سے اون صحابہ کا کفر عثمان کے نزدیک۔ اور عثمان کا کفر صحابہ کے نزدیک ثابت ہوتا ہے۔

ثانیاً محدثین اہلسنۃ نے اس طرح اپنے صحابہ کا کفر شایع کیا کہ جن حالات سے کوئی نہ واقف تھا ان محدثین نے اون اون روایتونکو اپنی صدہا کتابوں میں لکھکر شایع کردیا جس سے تمام مسلمانوں کو معلوم ہو صحابہ کے دلمیں کسقدر عظمت قرآن تھی اور کسقدر اسکو غلط اور مجموعہ اغلاط مانتے تھے کہ خود عثمان صاحب سے مباحثہ کرتے اور اونکی قرارت پر انکار کرتے اور اپنی قرارت پڑھتے جس سے معلوم ہوا کہ نہ وہ خلیفہ کو حق جانتے تھے نہ قرآن کو مجمع علیہ اور متواتر مانتے۔

ثالثاً متاخرین علمانے اسکی یہ توجیہ نکالی کہ وہ قرارت عثمانی کو غلط نہیں کہتے بلکہ اپنی قرارت کو اوس سے افضل سمجھتے جسکی تصدیق خود اون علمانے بھی کی کہ بیشک یہی صحیح بھی ہے کہ بہ نسبت قرارت عثمانی یہ قرارت اولی و افضل ہے۔ مگر بدقسمتی سے یہ تاویل بھی ایسی نکلی کہ اس سے وہ صحابہ کافر قرار پاتے ہیں جنکے لحاظ کفر کیلیے عثمان صاحب نے اپنا کفر گوارا کیا تھا کہ تمامی صحابہ کے قرآن کو لیکر جلا ڈالا۔

اب دیکھیے اس مثلث کفر سے کیونکر نجات پاتے ہیں کیونکہ اگر اس قرآن کو صحیح مانتے ہیں تو اون صحابہ کا کفر لازم آتا ہے جو اس قرارت کے خلاف قرارت کرتے۔ اور اگر اون قراتوں کو صحیح مانتے ہیں تو اس قرآن سے اور نیز حضرت عثمان سے دست برداری لازم آتی ہے۔ اور اگر انسے دست بردار ہوکر روایات صحیحہ کا انکار کرتے ہیں تو تیسرا کفر لازم آتا ہے۔ پھر دیکھیں وہ کونسا شعبدہ نکالتے ہیں جس سے اونکی گلو خلاصی ہوسکتی ہے۔

**یہی تاویل شیعوں کی طرف سے بھی ہو سکتی ہے**

علامہ فرماتے ہیں اگر ہم ان سب امور سے قطع نظر کر لیں اور اس تاویل کو مان لیں کہ ایسی ایسی روایتیں نہیں جو اسکی تصریح موجود ہے کہ الفاظ موجودہ قرآن مروج و متواتر غلط ہے۔ اوس سے یہی مراد ہے کہ اولی کو نہیں اختیار کیا بلکہ غیر اولی کو قرآن میں لکھدیا یعنی تحریف نہیں ہوئی بلکہ دو نوطرح درست تہا کاتبین نے ایک لفظ کو اختیار کیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ تو ایسی ہی تاویل اون روایتوں میں بھی ہو سکتی ہے جو بروایات شیعہ وارد ہیں کہ کاتبین نے جو سب مخالفین سے تھے اوس لفظ کو لکھا جو مرجوح تھا اور اوسکو نہ لکھا جو راجح تھا مثل اسکے کہ لفظ امۃ کو لکہا اور لفظ ائمہ کو نہ لکھا پس جسطرح کہ حضرت عائشہ نے اختیار مرجوح کو تحریف کہا اور حضرت ابن عباس نے لکھنے والے کو ناعس کہا۔ اوسیطرح روایات شیعہ میں اگر لفظ تحریف انہیں معنوں میں مستعمل ہوا تو کیا وجہ نہیں ہو سکتا ہے۔

پھر نہ معلوم کہ اہلسنت نے روایات شیعہ میں جو اسقدر زبان درازی کی اور بیہودہ سرائی سے کام لیا کیوں نہ اپنی روایات اور اپنے علما کے اقوال پر نظر کیا جو اس یادہ گوئی سے حفظ رہتے خصوصاً جبکہ علمائے شیعہ نے اسکی تصریح بھی کر دی چنانچہ عماد الاسلام میں ہے

تعم لا نبالی بعقولنا فی ھذا الزمان فی تحصیل الجزم بما حد الوجوہ المحتملۃ الکیفیہ وتوقع تلک التحریفات فیہ بعینہ فان الاحتمالات ھھنا کثیرۃ منھا ان یکون المعنی من التحریف ان القرآن لما کان نزل علی سبعۃ احرف توسعۃ علی العباد وکان یجوز مثلا ان تقرء تارۃ قولہ تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک فی علیؑ وتارۃ بدون اسمہ فلما منع الخلفاء عن القراءۃ الاولی ونسخ اسمہ الشریف فکانہم حرفوا القرآن عما انزل الیہ انتہی بقدر الضرورۃ

اس عبارت بوضوح تمام ظاہر ہے کہ ہمارے بعض علما نے بھی اسی قسم کی تاویل کی ہے کہ قرات دو نوطرح کی ہو مگر جامعین قرآن نے قرات راجحہ کو ترک کر کے مرجوح کو اختیار کیا لہذا ممکن ہے کہ یہی معنی تحریف سے مراد ہو۔ تو پھر اپنی روایتوں سے چشم پوشی کرنا اور روایات شیعہ پر جو اوسی قبیل کی ہوں اور وہی معنی اونمیں بھی مراد ہو سکتے ہوں

اعتراض کرنا کس درجہ کی ناانصافی ہے۔

**مترجم کہتا ہے** ابن حجر عسقلانی نے جس روایت کو جناب امیرؑ کی طرف منسوب کیا ہے کہ عثمان نے حضرت سے بھی مشورہ لیا تھا اس درجہ واضح البطلان ہے کہ ضرورت توضیح نہیں کیونکہ یہ مسلمات اہلسنت سے ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ نے بحکم رسول اللہ پورا قرآن بعد وفات رسول مرتب کیا تھا جسمیں نہ ایک حرف زیادہ ہوا تھا نہ کم اور ترتیب اوسکی مطابق تنزیل تھی اور بعد جمع صحابہ کے پاس لائے بھی جو نہ لیا گیا اور برعکس وسکے دوسرا قرآن جمع کیا گیا۔ پھر کون عاقل قبول کرسکتا ہے کہ عثمان نے حضرت سے رائے لیا ہو اور آپنے اسکی راے دی ہو کہ جو قرآن اسطرح مرتب کیا گیا ہو اوسکو رائج کرو بتصریح شاہ ولی اللہ صاحب یہ بھی معلوم ہے کہ جسقدر حضرت پر افترا کیا گیا کسی پر افترا کیا گیا ہو لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت خصوصی اور جعلی ہے کہ شریک جرم کرنے کے لیے حضرت کا نام لیا گیا ورنہ سب جانتے ہیں کہ اگر حضرت کے کہنے پر عمل کیا جاتا تو ایسی خرابیاں کیوں ہوتیں کہ صادر عن جماعۃ من الصحابۃ فی قراءات مشھورۃ انھم انکروھا علی عثمان کما فی جز یل المواھب کہ جماعہ صحابہ نے قرارات مشہورہ میں انکار کیا عثمان پر

**انکار تابعین بر قرارات مروج** یہانتک تو صحابہ کے انکار کا حال تھا جنہوں نے اس قرآن مروج پر اعتراض کیا اور بہت سی آیتوں میں تحریف کو ثابت کیا جس سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ وقت نزول قرآن موجود اور حاضر تھے وہ اس قرآن کو محرف سمجھتے تھے۔ اب تابعین عظام کی تحقیقات سنئے جنہوں نے خود صحابہ کرام سے کل علوم حاصل کئے اونکا خیال تحریف قرآن کے متعلق کیا تھا۔

علامہ طاب ثراہ فرماتے ہیں بہت سے تابعین نے بہی بتاسی صحابہ الفاظ قرآنی کو غلط بتایا ہے اور اس قرآن مروج ومتداول کو مجمع اغلاط قرار دیا ہے چنانچہ ابان بن عثمان کا حال تو آیہ والمقیمین الصلوٰۃ میں سن چکے ہو چنانچہ تفسیر ثعلبی میں ہے اختلفوا فی وجہ انتصابہ فقالت عائشۃ وابان عثمان ھو غلط من

الکاتب ونظیرہ قولہ الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ
وقولہ ان ھذان لساحران

یعنی المقیمین میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ نصب کیوں ہوا اسلیئے کہ المقیمون ہونا چاہیے ابان بن عثمان اور عائشہ کہتی ہیں اور نیز آیہ ان ہذان لساحران میں

مترجم کہتا ہے کہ اس روایت میں تینوں آیہ کی غلطی کتابت ایک ہی ساتھ معلوم ہوئی اور نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ابان بن عثمان ہی یہ اعتراض نہیں ہے بلکہ علامہ زمان مجتہدہ دوران حضرت عائشہ بھی شریک ہیں۔

ابان کو شاید آپ نہ جانتے ہوں اگرچہ نسبت پدری سے انکی جلالت ظاہر ہے مگر تہذیب التہذیب ذہبی ملاحظہ کیجئے تو معلوم ہو حضرت عثمان کے فرزند ارجمند ہیں جنکی تعریف میں عمرو بن شعیب فرماتے ہیں ما رایت احدا اعلم بالحدیث ولا افقہ منہ یعنی اُنسے بڑھکر میں نے کسیکو عالم حدیث نہ پایا نہ اُنسے بڑھکر کوئی فقیہ تھا پھر بتائیے انکے حکم اور علم میں کسکو شک ہو سکتا ہے علاوہ بریں باپ کا حال بیٹے سے بڑھکر کون جان سکتا ہے بیٹا بھی ایسا لائق کہ اعلم زمانہ ہو جو یقیناً شریک جمع قرآن تھا اور دیکھ رہا تھا کیسے نا اہلوں کا مجمع قرآن کو لکھ رہا ہے اور جمع کر رہا ہے۔ اور پدر بزرگوار اونکے نہایت بے پروائی سے فرماتے ہیں کہ اسمیں غلطیاں رہ گئی ہیں۔ تو اب ایسے شاہد عادل سے بڑھکر کونسی شہادت ہو سکتی ہے تحریف قرآن پر

**انکار مجاہد و ربیع تابعی** علامہ فرماتے ہیں مجاہد نے تو اور بھی قیامت کیا کہ خدا میثاق نبوت جناب رسالتمآب کا انبیاء سابقین سے انکار کیا حالانکہ قرآن میں بصراحت تمام واذ اخذ اللہ میثاق النبیین مذکور ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ بھی کاتبونکی غلطی ہے اصل میں الذین اوتوا الکتاب تھا جسکو کاتبوں نے نبیین لکھدیا۔ ربیع بھی اسکے قائل تھے اور خود نظم قرآنی سے اسپر استدلال کرتے چنانچہ تفسیر درمنثور سیوطی میں ہے

اخرج عبد بن حمید والفریابی وابن جریر وابن المنذر عن مجاهد فی قولہ تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ

یعنی غلطی کاتب ہے جیسا کہ آیہ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصاریٰ میں غلطی ہے

قال هی خطاء من الکتاب وهی فی قراءة ابن مسعود میثاق الذین اوتوا الکتاب
واخرج ابن جریر عن الربیع انه قرء واذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب
قال وکذلک کان تقرءها ابی بن کعب قال الربیع الا تری انه یقول
ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه لتؤمنن بمحمد
ولتنصرنه قال هم اهل الکتاب

یعنی عبد بن حمید و الفریابی (استاد بخاری) ابن جریر (امام طبری) ابن المنذر (یہ سب علماے و آئمہ محدثین اہلسنت سے ہیں) نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ آیہ واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمة کے نسبت کہا کہ یہ غلطی ہے کاتبوں کی اور قرارت ابن مسعود میں یہ آیہ اسطرح تہا واذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب۔ اور ابن جریر نے ربیع سے روایت کی ہے کہ وہ بھی الذین اوتوا الکتاب پڑہتے تھے اور کہا کہ اسیطرح ابی بن کعب بھی پڑہا کرتے تھے۔ کہا ربیع نے کہ کیا تو نہیں دیکھتا اسکے بعد آیہ ثم جاءکم رسول میں کہ لتؤمنن بہ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں کہ انپر ایمان لائینگے۔ اور لتنصرنہ سے مراد اہل کتاب ہیں کہ وہ یاری کرینگے (لہذا معلوم ہوا کہ میثاق النبیین کی جگہ پر اصل میں میثاق الذین اوتوا الکتاب تھا اور تفسیر ثعلبی میں ہے قال علی بن ابیطالب رض لم یبعث الله نبیا ادم ومن بعده الا اخذ علیه العهد فی محمد وامره باخذ العهد علی قومه لیؤمنن به ولئن بعث وهم احیاء لینصرنه وقال اخرون انما اخذ المیثاق علی اهل الکتاب الذین ارسل منهم النبیون وهو قول مجاهد والربیع قال مجاهد هذا غلط من الکاتب وهی فی قراءة ابن مسعود وابی بن کعب واذ اخذ الله میثاق الذین قالوا الا تری الی قوله ثم جاءکم

یعنی کہا حضرت علی ع نے کہ خدا نے کسی نبی کو نہیں مبعوث کیا خواہ حضرت آدم ہوں یا بعد اونکے مگر سب سے عہد لیا محمد کے بارے میں اور حکم دیا انکو کہ اپنی قوم سے عہد لیں کہ حضرت پر ایمان لائیں۔ اور اگر ان نبیوں کی زندگی میں حضرت مبعوث ہوتے تو وہ تمام انبیا حضرت

کی مدد کرتے ۔ یہ قول حضرت علی کا ہے ۔ اور دوسروں نے یہ کہا ہے کہ عہد لیا گیا تھا ان اہل کتاب سے جنمیں سے انبیا مبعوث ہوئے ۔ اور یہی قول مجاہد و ربیع ہے ۔ کہا مجاہد نے کہ یہ غلطی کاتبوں کی ہم اور یہی قرات ابن مسعود و ابی بن کعب ہے واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب کیا تو اسکے بعد آیہ ثم جاءکم نہیں دیکھتا

مترجم کہتا ہے کہ پہلی تحریفوں میں تو ایک حرف یا دو حرف کی غلطی تھی اور یہاں تو جملہ کا جملہ بدل دیا گیا کہ الذین اوتوا الکتاب کی عوض النبیین لکھدیا گیا جس سے بڑھکر کیا تصریح ہوسکتی ہے کہ قران میں تحریف کی گئی ۔

ہماری غرض اس سے نہیں ہے کہ مجاہد و ربیع کا قول صحیح ہے یا غلط کیونکہ صدہا روایتیں اہلسنت کے یہاں موجود ہے کہ جب حضرت عمر توراۃ کا ایک نسخہ لکھوا کر لائے ہیں اور حضرت کے حضور انے کو اوسے پڑھنا شروع کیا ہے جس سے حضرت کا چہرہ متغیر ہوا اور ابوبکر صاحب نے عمر کو گالی دیکر روکا ہے تو حضرت نے بھی فرمایا کہ اگر حضرت موسی ظاہر ہوں تو تم اونسب مجھے پیرو بن جاو ۔ حالانکہ خود حضرت موسی ہماری پیروی کرتے اور مددگار ہوتے ۔ جس سے بھی اس آیت کی تصدیق ہوتی ہے جواب قران میں موجود ہے ۔ بلکہ ہماری غرض اسقدر ہے کہ مجاہد و ربیع ایسے تابعین عظام جنکی ہزاروں روایتوں پر اہلسنت کے ایمان دار و مدار ہے ۔ اس قران کو محرف سمجھتے تھے اور صاف صاف لفظوں میں کہتے تھے کہ کاتب نے غلطی کی اور بجاے اس لفظ کے یہ لفظ لکھدیا تو پھر شیعوں نے کیا قصور کیا جو اونکی روایتوں پر اسقدر الزام دیا جاتا ہے کہ وہ تحریف قران کے قائل ہیں ۔

مجاہد کو آپ جانتے ہیں کس درجہ کے تابعی ہیں تحصیل الکمال رجال مشکوۃ شیخ عبدالحق دہلوی میں ہے من تابعی مکہ وفقہاءھا وقراءھا والمشہورین بھا واحد الاعلام المعروفین قال حماد لقیت عطاءً وطاؤسا ومجاھدا وسائحت القوم فوجدت اعلمھم مجاھدا قال یحیی وابو زرعہ ثقہ وقال محمد بن عبداللہ الانصاری عن ابی اللیث الفضل بن میمون

سمعت مجاهداً و یقول عرضت القرآن علی ابن عباس ثلاثین مرة
مات سنة مائة وھو قائم ساجد وقیل سنة اثنین ومائة وقیل سنة
اربع مائة وھو ابن ثلث وثمانین انتھی مختصراً

یعنی مجاہد اون تابعی سے ہیں جنکا قیام مکہ میں تہا اور وہیں کے فقیہوں اور قاریوں
سے ہیں جو وہاں مشہور تھے اور اعلام معروفین سے تھے کہا حماد نے کہ مینے ملاقات
کی عطا۔ طاؤس۔ مجاہد سے تو مجاہد کو سب سے بڑھکر اعلم پایا۔ یحیی ابو زرعہ کہتے ہیں
کہ وہ ثقہ تھے اور فضل بن میمون کہتے ہیں کہ مینے سنا مجاہد کو کہ وہ کہتے تھے۔ مینے
تیس مرتبہ قرآن کو عرض کیا (سنایا) ابن عباس کو سنہ یا سنہ یا سنہ میں
بحالت سجدہ وفات کی

پھر کہئے کہ جس شخص نے تیس مرتبہ قرآن کو عرض کیا ہو حضرت ابن عباس پر اور
بقول حماد سب سے اعلم تھے جب اونکا یہ اعتقاد تہا کہ قرآن میں غلطی ہے تحریف
ہوئی تو شیعو پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

سعید بن جبیر علامہ فرماتے ہیں سعید بن جبیر بھی آیہ والمقیمین الصلوۃ کو غلطی کاتب
جانتے تھے جیسا کہ اتقان میں ہے واخرج ابی ابن اشتہ من طریق ابی بشر
عن سعید بن جبیر انہ کان یقرء والمقیمین الصلوۃ و یقول ھو لحن
من الکاتب

اس روایت کی تاویل میں سیوطی صاحب ابن اشتہ سے ناقل ہیں اما

اما قول سعید بن **جبیر لحن من الکاتب** فعنی باللحن
القراءۃ واللغۃ یعنی انھا لغۃ الذی کتبھا وقراءتہ وفیھا قراءۃ اخری
یعنی سعید بن جبیر جو اس کو لحن کاتب کہتے ہیں تو مراد اس سے قرارۃ اور
لغت اوس کی یعنی جو کچھ لکھا ہے قرآن میں یہ اوسکی قرارت اور لغت ہے حالانکہ
اسمیں دوسری قرارت ہے (غرض یہ کہ لحن کے معنی یہاں غلطی نہیں ہے بلکہ
قرارت ہے جس سے مطلب یہ ہوا کہ یہ اوسکی قرارت ہے)۔

اس تاویل کی لغویت اس سے ظاہر ہے کہ اگر مراد لحن سے لغت یا قراءت ہوتی تو اوسکی نسبت کاتب کی طرف نہ کرتے بلکہ اوس شخص کا نام لیتے جسکی وہ قراءت تھی لہذا لحن الکاتب کہنے سے معلوم ہوا کہ لغت نہیں مراد ہے بلکہ غلطی کیونکہ کاتب کی طرف نسبت کرنا صاف بتا رہا ہے کہ کتابت کو اسمیں کسیطرح کی مداخلت ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ کہ غلطی کر گیا نہ کہ لغت و قراءت مراد ہو

مسترجم کہتا ہے کہ گو لحن سے قراءت یا لغت مراد لینا خود مہملات سے ہے مگر بعد فرض و تسلیم بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ جب دوسری قراءت بھی موجود تھی تو اوسکو ترک کرکے اس لغت کو اختیار کرنا خود اسکی دلیل ہے کہ لغت مرجوح لکھی گئی اور راجح چھوڑی گئی تو بہرطور تحریف ثابت ہوئی

کسقدر افسوس کی بات ہے کہ حضرات اہلسنت امر حق سے گریز کرنے کیلئے کیسی کیسی تاویلیں دور از کار کرتے ہیں کہ لحن سے مراد لغت لیتے ہیں جو کسیطرح ممکن نہیں

ضحاک علامہ فرماتے ہیں کہ یہ اجلۂ مفسرین و معتمدین اہلسنت سے ہیں وہ بھی بہ اتباع حضرت ابن عباس اسکے قائل تھے کہ آیہ وقضی ربک اصل میں ووصی ربک تھا چنانچہ تفسیر درمنثور میں ہے اخرج ابو عبید و ابن جریر و ابن المنذر عن الضحاک بن مزاحم انہ قرءھا ووصی ربک قال انھم الصقوا احدی الواوین بالصاد فصارت قافا

یعنی ابو عبید و ابن جریر ابن منذر ضحاک سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ووصی ربک پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ کاتبوں نے دو واو سے ایک واو کو صاد سے ملا دیا جس سے قاف ہو گیا (اور وقضی ربک پڑھا جانے لگا)

خلاصہ یہ کہ اگر ناظر منصف ان روایات متعددہ میں بنظر انصاف تامل کرے تو وہ قطعاً و جزماً حکم لگا دیگا کہ جو طعن و تشنیع کہ حضرات اہلسنت شیعوں پر دربارہ تحریف قرآن کرتے ہیں نہایت قبیح ہے اور وہ سب اس سے غافل ہیں کہ خود اپنے یہاں کی روایتیں انہیں معلوم کیونکہ جب خود حضرت عثمان اور عائشہ و ابن عباس

او حابان بن عثمان مجاہد ربیع سعید بن جبیر ضحاک یہ کہتے ہیں کہ قران میں غلطی ہے یہ کاتب نے غلطی سے بجائے ایک حرف دوسرا حرف لکھدیا اور ایک لفظ کی جگہ پہ دوسرا لفظ تو پھر روایات شیعہ پر کس منہ سے معترض ہو سکتے ہیں

**بعض اولیاء اللہ کا قران کی ایسی غلطی کا قائل ہونا جسکی کو اطلاع نہ جبرئیل کو تھی نہ رسول اللہ کو**

اب اسب سے گرم تر تقریر یہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت اہلسنت اسکے بھی قائل ہیں کہ قران میں ایسی غلطی بھی ہے جسکی اطلاع نہ حضرت جبرئیل کو ہوئی نہ رسول اللہ کو بلکہ اہلسنت کے بعض اولیاء اللہ نے خود خدا سے اوسکی تصحیح کی ہے نہ صحابہ کو اوسکا علم ہوا نہ تابعی کو چنانچہ علامہ دہلوی ترجمہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ حضرات اہلسنت اسکے بھی قائل ہیں کہ قران میں بعض غلطیاں ایسی بھی ہوئیں کہ نہ خود رسول اللہ کو اوسکی اطلاع ہوئی اور وہی غلط قرات حضرت سے لوگوں تک پہونچایا۔ نہ حضرت جبرئیل امین کو نہ صحابہ و تابعین کو اوسپر تنبہ ہوا۔ بلکہ بعض اولیاء اللہ نے جب جاکر خدا سے ملاقات کی ہے تب معلوم ہوا کہ قران میں یہ غلطی رہگئی چنانچہ علامہ شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں کان حمزۃ بن الزیات یقول قرات سورۃ یسین علی الحق تعالی حین رایتہ فلما قرءت تنزیل العزیز الرحیم بضم اللام فرد علی الحق تعالے تنزیل بفتح اللام وقال انی ترلتہ تنزیلا وقال قرءت علیہ جل وعلا ایضا سورۃ طہ فلما بلغت الی قولہ نعم وانا اخترتک فقال نعم وانا اخترناک۔

یعنی حمزہ بن زیات کہتے تھے کہ جب میں زیارت خدا سے مشرف ہوا تو سورہ یسین کو خدا کے سامنے پڑھا تنزیل العزیز الرحیم کو بضم لام نیچے پڑھا تو خدا نے پھیر دیا اور کہا کہ تنزیل کے لام کو فتح دے اور فرمایا کہ میں نے اسکو نازل کیا ہے تنزیلا۔ اور کہا کہ میں نے سورہ طہ بھی اوسکو سنایا جب انا اخترتک پر پہونچا تو خدا نے کہا اخترناک پڑھو

اس عبارت سے بخوبی معلوم ہوا کہ عقاید اہلسنت میں قرآن کی کیا عظمت ہے
کہ ایسے ایسے بتلیہ کو جو قرآن کو غلط بتائے اور اسکا مدعی ہو کہ خدا سے ملاقات
ہوئی اور اسطرح خدا نے صحیح کیا۔ یہ لوگ اولیاء اللہ مانتے ہیں اور ان کفریات و ہذیانات
پر ایمان لاتے ہیں چنانچہ علامہ شعرانی مذکور بعد اسکے فرماتے ہیں فہی قراءۃ برزخیہ
کہ یہ قراءۃ برزخیہ ہے۔ نعوذ باللہ من امثال ھذہ العقائد الفاسدۃ
علامہ فرماتے ہیں کہ اس کلام شناعت التضام کے مطالعہ سے چاہیے کہ ناظرین با انصاف
کے قلوب چاک چاک ہوں اور طلبہ علوم اپنے دامن و گریبان کو چاک کریں اور صحت
نقل میں کسیطرح کا شک نہ کریں کیونکہ خود مینے الیواقیت والجواہر کے تین نسخوں میں اس
عبارت کو دیکھا ہے۔ مگر ہائے انصاف کہاں اور دیدہ حق بین کہاں جو اسپر غور
کرے کہ اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے کیونکہ یہ ایسی بدیہیات سے ہے جسمیں کسی غور
و فکر کی ضرورت نہیں۔ اسلئے کہ اسکے صریحی مطلب یہ ہوئے کہ جن الفاظ اور عبارتوں کو
آنحضرت نے امت تک پہونچایا اور صحابہ نے اوسکی صحت پر اجماع کیا اونمیں بعض الفاظ
غلط تھے کہ خداوند عالم نے اوسکی رد کی اور اوسکی خطا و غلطی کو بیان کیا۔ اور ایسے قول
کو حضرات اہلسنت پسند کرتے ہیں اور اوسکا نام قراءت برزخیہ رکھتے ہیں۔ اور یہ
نہیں سوچتے کہ اس سے قرآن کا محرف ہونا اور تبدیل و تغیر کا ہونا اوسمیں لازم آتا ہے
اور حضرت جبرئیل امین اور رسول اللہ غیر معصوم قرار پاتے ہیں
پھر یہ کس قسم کا انصاف ہے کہ خود تو ایسے مہمل روایتیں روایت کریں اور اوسے قبول کریں
مگر جب حضرات آئمہ اطہار کی ایسی روایتیں پیش ہوں جو اسپر دال ہیں کہ اہل ضلالت
و بطالت نے قرآن میں تحریف کر دی اور الفاظ میں کمی کر دی۔ تو شور و غل مچائیں اور
کلمات ناشایستہ زبان پر لائیں۔ حالانکہ خود اسکے بھی قائل ہیں کہ جناب امیر نے مطابق
نزول قرآن کو مرتب کیا اور وہ قرآن ان حضرات طیبات کے پاس موجود ہے۔ اور
یہ حضرات حاملان اسرار الٰہی اور وارثان آثار رسالت پناہی سے تھے۔
مترجم کہتا ہے کہ قبل ازیں الشمس کے گذشتہ نمبروں میں قول محی الدین عربی لکھ چکا ہوں

جسمیں یا وہنو نے بصراحت تمام حکم دیا کہ علما سے اون الفاظ کو دریافت کر کے پڑہنا چاہئے جو قرارت شاذہ کے نام سے موسوم ہے کہ اس سے مدارج جنت میں ترقی ہوگی - اور اگر خود رسول اللہ اس قران کو مرتب کئے ہوئے تو ہمکو پورا اعتماد اسپر ہوتا - اور اگر خیال گمراہی عوام نہوتا تو ہم بروی مکاشفہ اون آیات و الفاظ کو بتا دیتے جسے عثمان صاحب نے ساقط کیا دیکھو الشمس ۱۹۱۵ جلد ۲ صفحہ ۳۰

تو اب اسی سے قیاس کر لینا چاہئے کہ حضرات صوفیہ جنکو اہلسنت اولیاء اللہ مانتے ہیں کس خیال کے ہیں اور اس قران کے بارہیں اونکا خیال ہے اور کہانتک وہ اسکی تحریف و تصحیف کے قائل ہیں کہ اسکا حکم دیتے ہیں اون الفاظ کو تفحص کر کے پڑہنا چاہئے جسکے بارہیں یہ روایت ہو کہ یہ لفظ بھی لفظ قران ہے - تو کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ اہلسنت قائل تحریف نہیں ہیں

**قران کی صحت میں اہلسنت کو اجتہاد و رائے کا اختیار ہے**

ہمکو نہایت تعجب ہے کہ جناب علامہ مطلب قراہ نے اس صورت خاص کو کیوں نہ تحریر فرمایا کہ علماے اہلسنت نے یہانتک بلند پروازی کی ہے کہ نہ کسی صحابی کے تعلیم کی ضرورت ہے نہ کسی تابعی کی حاجت حالانکہ وہ لوگ ایسا مجبور تھے کہ صریحی غلطی قرآن میں دیکھتے اور درست نہ کر سکتے بلکہ نہ کسی ولی اللہ کی زیارت خدا کی ضرورت ہے کہ وہا نسے سیکہ کر قرآن کو صحیح کریں - بلکہ عام اجازت ہے کہ آجکل کے سُنی اخبار نویسو نسے جو جاہے قران کو درست کر دے کوئی عذر نہیں - دیکھو علامہ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں - وقال قوم من المتکلمین انہ یسوغ اعمال الرای والاجتہاد فی اثبات قراءۃ - و اوجہ - واحرف اذا کانت تلک الاوجہ صوابا فی العربیہ وان لم یثبت ان النبی قرء بہا و ابی ذلک اھل الحق وانکروہ وخطئ من قال بہ انتہی ص۳

یعنی ایک قوم متکلمین سے قائل ہے کہ جائز ہے اپنی راے اور اجتہاد پر عمل کرنا اثبات قرارت میں (کہ اپنے دل سے کوئی قرارت گڑہیں) یا کوئی وجہ بنائیں - یا کوئی حرف (جبکہ یہ سب شرطیکہ موافق ہو قواعد عربیت (نحو وغیرہ) کے اگرچہ نہ ثابت ہوا امر کہ

رسول اللہ نے اسطرح کی قرات کی ہو۔ مگر دوسرے لوگوں نے اس سے انکار کیا ہو اور تحلیہ کیا ہو اور یا جو اسکا قائل ہو۔

پس جب اہلسنت کی ایک جماعت متکلمین کا یہی مذہب تھا کہ جسطرح کا تصرف چاہیں قران میں کر سکتے ہیں خواہ اعراب دیں یا کوئی حرف بڑھا دیں۔ تو پھر کسی پیرو مرشد کے ایسے تصرف ناجائز پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہو کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کی ایک خاص قرات ہے جنکا مجتہد اور اہل الرای سے ہونا مسلمات اہلسنت سے ہے۔ علامہ سیوطی نے بھی اونکی قرات کا ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں

وکالقراءۃ المنسوبۃ الی الامام ابی حنیفۃ التی جمعہا ابو الفضل محمد بن جعفر الخزاعی ونقلہا عنہ ابو القاسم الہذلی وغیرہا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء برفع اللہ ونصب العلماء صحہ

**قران مروج میں کمی و زیادتی بقول ابن مسعود**

علامہ فرماتے ہیں زیادہ تر تعجب ہے کہ حضرات اہلسنت شیعوں کی روایات نقص قران پر تو اسطرح شور و غل کریں جسکی کوئی حد و انتہا نہیں اور حضرت ابن مسعود کے نسبت کچھ نہیں کہتے جو اس قران پر انکار کرتے تھے اور اپنے قران کو جو زیادتی و کمی پر مشتمل تھا اس سے افضل جانتے اور اوسیکو حق مانتے۔

اہلسنت حضرت ابن مسعود کے اس فعل پر ساکت ہی نہیں ہیں بلکہ اسکے قائل ہیں کہ وہ صحابی عادل تھے اور مقتدی ہے فاضل چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے محض اس غرض سے کہ اونکی مصاحبت کے ذریعہ سے فضیلت خلیفہ دوم ثابت کریں ایسی تعریف انکی کی ہے جسکی کوئی حد نہیں چنانچہ ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں اعلم ان عبد اللہ بن مسعود من کبار الصحابۃ وبشرہ النبی ببشارۃ عظیمۃ واستخلفہ فی امتہ بعدہ وفی قرأۃ القرآن والفقہ والموعظۃ وکان من الزم الصحابۃ بصحبۃ النبی وخدمتہ وکان یعرف فی الصحابۃ بصاحب الوساد وصاحب السواک والمطہرۃ و

له رسول الله بالجنة فيهما رواه ابن عبد البر عن طريق سفيان الثوري
في حديث العشرة المبشرة وقال تعلموا القرآن من اربعة من ام عبد
فبدء به فذكر اخرين وقال تمسكوا بعهد ابن ام عبد وقال رضيت
لكم ما رضي به ابن ام عبد وسخطت لكم ما سخط له ابن ام عبد وقال
انه من اهل هذه الآية ليس على الذين امنوا وعملوا الصالحات
جناح فيما طعموا رواه الترمذي -

یعنی عبد اللہ بن مسعود کبار صحابہ سے ہیں اور ان لوگوں سے ہیں جنہیں بشارت دی
نبیؐ نے بشارت عظیمہ کی اور خلیفہ کیا انکو اپنی امت میں قراءۃ قرآن کے لئے اور فقہ
و موعظ میں - اور تھے سب سے زیادہ لزوم کرنے والے ساتھ صحبت اور خدمت نبیؐ کے -
اور صحابہ میں وہ مشہور تھے بلقب صاحب السواد صاحب السواک والمطہرہ اور
شہادت دی ہے نبیؐ نے انکے لئے بجنت جیسا کہ روایت کی ہے ابن عبد البر نے حدیث
عشرہ مبشرہ میں (یعنی یہ بھی داخل ہیں عشرہ مبشرہ میں) اور فرمایا ہے کہ سیکھو قرآن کو چار
آدمیوں سے جنمیں پہلے نام لیا ابن مسعود کا اور پھر اور لوگوں کا ذکر کیا اور کہا تمسک
کرو ساتھ عہد ابن ام عبد کے اور کہا کہ میں راضی ہوں تمہارے اوس بات پر جس سے
ابن ام عبد راضی ہوں اور ناراض ہوں اوس بات سے جس سے ابن ام عبد ناراض ہیں
اور یہ داخل ہیں آیہ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا میں جسکی
روایت کی ہے ترمذی نے

مترجم کہتا ہے چونکہ اہلسنت کے یہاں قرآن و حدیث سے بڑھکر اقوال علما کی قدر
مانی جاتی ہے جس سے کیسی کیسی صریح آیتیں اور صحیح صحیح حدیثیں رد ہو جاتیں رد کر دی
جاتی ہیں عند الضرورۃ موجودہ پر نظر کرکے میں آیات و حدیث سے نہیں استدلال کرتا
جو کچھ ناسخ و منسوخ ہیں -

لیکن خود شاہ ولی اللہ صاحب کے اوس کلام کو پیش کرتا ہوں جسمیں کہ وہ فرماتے ہیں
واستخلفہ فی امتہ بعدہ فی قراءۃ القرآن کہ رسول اللہ نے انکو خلیفہ کیا تھا

اپنی امت میں اپنے بعد وربارہ قراءت قرآن جس سے ظاہر ہوا کہ ابن مسعود حضرت کے خلیفہ تھے تعلیم قرآن کے بارہ میں۔ اب دیکھیے کہ اوس خلیفہ کی اہلسنت نے کیسی قدردانی کی جس سے آپکو اسکا بھی پتہ چل جائیگا کہ حضرت نے جسکو خلیفہ کیا اوسکی یہی گت بنی کیونکہ اگر یہ لوگ حق پسند ہوتے اور حکم رسول کے پیرو تو ضرور حکم حضرت کا اتباع کرتے اور جو جس بارہ میں خلیفہ کیا جاتا اوسکی پیروی کرتے

اب اوس خلیفہ رسول اللہ کی حالت دربارہ تعلیم قرآن ملاحظہ فرمائے علامہ فرماتے ہیں ابن مسعود اس قرآن پر جو بحکم عثمان جمع کیا گیا اور زید بن ثابت نے لکھا۔ انکار کرتے تھے اور اپنے قرآن کو جو بتصریحات اکابر اہلسنت مصحف بزیادتی و نقصان تہا برحق جانتے چنانچہ جامع الاصول میں بعد ذکر ایک روایت کے دربارہ ترتیب وجمع قرآن لکھتے ہیں وزاد الترمذی قال الزہری فاخبرنی عبد اللہ بن عبد اللہ بن مسعود ان ابن مسعود کرہ لزید بن ثابت نسخ المصاحف وقال یا معشر المسلمین اعزل عن نسخ المصاحف ویتولاہا رجل واللہ لقد اسلمت وانہ لفی صلب رجل کافر یرید زید بن ثابت ولذلک قال عبد اللہ بن مسعود یا اہل العراق اکتموا المصاحف التی عندکم وغلوہا فان اللہ یقول ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ فالقوا اللہ بالمصاحف اور فتح الباری میں مذکور ہے وفی روایۃ النسائی وابی عوانۃ وابن ابی داؤد من طریق ابی شہاب عن الاعمش عن ابی وائل قال خطبنا عبد اللہ بن مسعود علی المنبر فقال ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ غلوا مصاحفکم وکیف تامرونی اقرء علی قراءۃ زید بن ثابت وقد قرءت من فی رسول اللہ ص وفی روایۃ خمیر بن مالک بیان السبب فی قول ابن مسعود ہذا ولفظہ لما امر بالمصاحف ان تغیر ساء ذلک عبد اللہ بن مسعود فقال من استطاع وقال فی آخرہ افاترک ما

ما اخذت من رسول اللہ ﷺ وفی روایۃ لہ فقال انی غال مصحفی فمن استطاع ان یغل مصحفہ فلیغل وعند الحاکم من طریق ابی میسرۃ قال رحت فاذا انا بالاشعری وحذیفۃ وابن مسعود واللہ لا ادفعہ یعنی مصحفہ اقرأنی رسول اللہ ﷺ فذکرہ

یعنی ترمذی نے اس روایت میں یہ زیادہ کیا ہے کہ کہا زہری نے کہ ابن مسعود نے کراہت کی اس سے کہ زید بن ثابت لکہیں قران کو اور کہا اے معشر مسلمین کیا میں معزول کیا جاؤں کتابت قرآن سے اور اسکا متولی وہ شخص ہو کہ جب میں اسلام لایا تو وہ ایک کافر کے صلب میں تہا مراد لیا اس سے زید بن ثابت کو کہ جو وقت اسلام ابن مسعود پیدا بہی نہوے تھے اور اونکے باپ کافر ہو دی تہی اور اسیوجہ سے کہا ابن مسعود نے کہ اے اہل قران چھپا ڈالو ان قرانوں کو جو تمہارے پاس ہوں اور چھپاؤ اونکو کہ خدا فرماتا ہے جو شخص چھپاتا ہے لائیگا اوس کو جسے چھپایا ہے بروز قیامت پس ملاقات کرو تم خدا سے ساتھ مصحفونکے اور فتح الباری میں ہے کہ بروایت نسائی وابوعوانہ وابن ابی داؤد بطریق ابی شہاب اعمش سے وہ ابی وائل سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود نے خطبہ پڑھا منبر پر جاکر اور کہا ترجمہ آیہ) جو چھپائیگا لائیگا اوس چیز کو جسے چھپایا ہے بروز قیامت پس چھپاؤ تم اپنے اپنے قرآن کو۔ اور کیونکر تم ہمکو اسکا حکم دیتے ہو کہ ہم پڑہیں قراوت زید بن ثابت پر حالانکہ خود میں نے پڑہا ہے رسول اللہ کے منہ سے اور روایت خمیر بن مالک میں ہے بیان سبب میں قول ابن مسعود کے جسکا یہ لفظ ہے کہ جب حکم دیا عثمان نے مصاحف کے بارہمیں کہ تغیر دیا جاوے اسمیں تو برا معلوم ہوا ابن مسعود کو اور کہا کہ جو شخص اسکی استطاعت رکہتا ہو کہ چھپاوے وہ چھپاؤ الے اور کہا اوسکے آخر میں کہ کیا میں چھوڑ دوں اوس قرآن کو جسے خود رسول اللہ کے منہ سے سیکہا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ کہا میں چھپاتا ہوں اپنے

مصحف کو بس جسکو قدرت ہو اسکی کہ چہپائے اپنے مصحف کو بس چاہیے کہ
چہپاؤ اسے۔ اور امام حاکم بطریق ابی میسرہ مجہکو پہنچے پایا اشعری (ابو موسی
اشعری) اور حذیفہ۔ اور ابن مسعود کو پس کہا ابن مسعود نے کہ واللہ
میں نہ دونگا انکو یعنی اپنا مصحف کہ پڑہایا ہے مجہے رسول اللہ نے پہر کہا
اوس کلام کو جو اوپر مذکور ہوا

اور کتاب مجمع البحار میں بشرح قول ابن مسعود من یغلل لکہا ہے یعنی
ان مصحفہ و مصحف اصحابہ کان مخالفاً لمصحف الجمہور فانکر علیہ
الناس وطلبوا احراق مصحفہ کما فعلوا فامتنع وقال لاصحابہ غلوا
مصاحفکم ای اکتموھا ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ وکفا کم
بہ شرفا ثم قال انکارا ومن ھو الذی تامرونی ان آخذ بقراءتہ
واترک مصحفی الذی اخذتہ من فی رسول اللہ صلعم

یعنی مصحف ابن مسعود اور اونکے اصحاب کا مصحف مخالف تہا مصحف جمہور
صحابہ کا۔ لہذا صحابہ نے اونکے مصحف پر انکار کیا اور چاہا کہ اونکے قرآن کو بہی
جلا ڈالیں جیسا کہ اور مصاحف کو جلایا تہا۔ ابن مسعود نے اس سے امتناع
کیا اور کہا اپنے اصحاب سے کہ چہپاؤ قرآن کو (ترجمہ آیہ) اور جو شخص چہپائیگا
لائیگا اوسے جسے چہپایا ہے۔ بروز قیامت۔ اور کافی ہے تملوگونکے لئے یہ شرف
(کہ اس قرآن کیساتہ خدا سے ملاقات کرو) پہر کہا از راہ انکار۔ کہ یہ کون شخص ہے
جسکے بارہمیں تم حکم دیتے ہو کہ ہم اوسکی قراءت پر پڑہیں اور چہوڑ دیں اوس مصحف
کو جسے خود دہان رسول اللہ سے سنکے لیا ہے

یہ عبارتین نصوص صریحہ ہیں اسپر کہ ابن مسعود مصحف عثمان پر کہ زید بن ثابت
نے جمع کیا تہا اور آج وہی قرآن رائج ہے۔ انکار کرتے تھے اور اوسکے قراءت
سے سرتابی کرتے تھے۔ اور اپنے قرآن کو واجب الاتباع جانتے تھے اور کہتے
تھے کہ مینے اسکو دہان رسول اللہ سے یاد کیا ہے۔

پھر یہ کسقدر حیرت ناک امر ہے کہ باوصفیکہ ابن مسعود نے کوئی وقیقہ اوٹھانہ رکھا کہ قران عثمانی پر اعتراض کریں۔ اوپر لوگوئی طعن نہو نہ وہ کافر قرار پائیں۔ اور شیعو نپر بوجہ روایت تحریف و نقصان قران اسقدر زبان درازی کی جاے اور سارا الزام اونپر عاید ہو

رہا یہ امر کہ خود ابن مسعود کا قران متصف بزیادتی و نقصان تہا جسے وہ برحق سمجھتے تھے اور قران ترتیب دادہ عثمان سے افضل جانتے پس علامہ قوشجی شرح تجرید میں لکھتے ہیں اجیب بان ضرب ابن مسعود ان صح فقد قیل انہ لما اراد عثمان ان یجمع الناس علی مصحف واحد ویرفع الاختلاف بینہم فی کتاب اللہ طلب مصحفہ منہ فابی ذلک مع ما کان فیہ من الزیادۃ والنقصان ولم یرض ان یجعل موافقا لما اتفق بہ اجلۃ الصحابۃ فادبہ عثمان لینقاد یعنی اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ضرب ابن مسعود صحیح ہو تو کہا گیا ہے کہ جب عثمان نے چاہا لوگونکو جمع کریں ایک مصحف پر اور اختلاف کو رفع کریں جو کتاب اللہ میں تہا۔ تو طلب کیا ابن مسعود کے مصحف کو او نہوں نے اس سے انکار کیا۔ حالانکہ اوسمیں زیادتی و نقصان تہا۔ اور نہ راضی ہوے اسپر کہ اوسکو موافق کریں اوس مصحف سے جسپر اجلہ صحابہ نے اتفاق کیا۔ لہذا ادب دیا اونکو عثمان نے کہ وہ انقیاد کریں۔

پس جب ابن مسعود ایسے قران کو جو متصف بزیادتی و نقصان تہا۔ وہان رسول اللہ سے ماخوذ سمجھتے اور اوسکو برحق سمجھتے۔ تو ضرور ہے کہ وہ اس مصحف کو جسے عثمان نے جمع کیا تہا متصف بصفت زیادتی و نقصان سمجھتے ہونگے۔ پس جو الزام روایات شیعہ پر وارد کیا جاتا ہے اونسب کے مستحق ابن مسعود قرار پاے

مترجم کہتا ہے کہ ان روایات و عبارات سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اسقدر ہیں کہ قابل شمار ہی نہیں کیونکہ اوّلاً ابن مسعود نے اپنی ناراضی ظاہر کی زید بن ثابت کی کتابت قرا

فضل سے ناراض تھے کیونکہ خود شاہ ولی اللہ نے اس روایت کو صحیح و ثابت
مانا ہے جسمیں حضرت نے فرمایا کہ ہم بھی ناراض ہیں اوس سے جس سے ناراض ہوں
ابن مسعود پس آنحضرت کا ناراض ہونا اس جمع و ترتیب سے بداہتہً ظاہر ہوا
ثانیاً حضرت کا راضی ہونا قرآن ابن مسعود سے ظاہر ہوا کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے
ہم اوس سے راضی ہیں جس سے ابن مسعود راضی ہوں اور ابن مسعود اپنے
ہی قرآن سے راضی تھے لہذا حضرت کی رضامندی اس قرآن ابن مسعود سے ظاہر
ہوئی جسکو لازم ہے ناراضی اس قرآن مروج سے اور اہلسنت کا ایسے قرآن کو
مصحف بنیادی و نقصان سمجھنا ناجائز ٹھیرا جسے ابن مسعود نے جمع کیا تھا
تیسرے یہ کہ قول ابن مسعود سے ظاہر ہے کہ وہ اس کام پر بحکم رسول اللہ مقرر تھے
جس سے عثمان نے معزول کیا۔ کیونکہ عزل بعد نصب ہوتا ہے اور قول شاہ ولی اللہ
میں پڑھ آئے ہو کہ آنحضرت نے انکو خلیفہ مقرر کیا تھا تعلیم قرآن کے لئے۔ تو کیا انکو
اسمیں شبہہ ہو سکتا ہے کہ اسیطرح ان خلفائے اوس خلیفہ کو بھی معزول کیا جو حضرت
کی طرف سے بلافصل خلیفہ مقرر تھا۔ کیونکہ سیر تو باتفاق اہلسنت ہے کہ ابن مسعود
ہوا ران وظیفہ داران خلفا سے تھے اور اونکی طرف سے بہت سے عہدوں پر منصوب تھے
مگر صرف اس جرم پر کہ تغییر مصاحف میں وہ اونکے ہمراہی نہوئے معزول کر دئے گئے
تو اصل خلیفہ کے ساتھ انکا کیا برتاو ہوگا۔
چوتھے یہ کہ وہ تظلم مسلمانوں سے فریاد کر رہے ہیں کہ اے مسلمانو کیا یہی مناسب ہے کہ ہم
معزول ہوں اور وہ شخص بحال کیا جائے جو ہمارے اسلام کے وقت پیدا بھی نہو
تھا بلکہ ایک کافر کے صلب میں تھا مگر کسی مسلمان نے جو سب صحابہ تھے یا تابعی انکی
امداد نہ کی اور نہ انکی فریاد کو پہونچا حالانکہ سبکو معلوم تھا یہ خلیفہ رسول ہیں دربارہ
تعلیم قرآن۔ تو اس سے آپ ایک دوسرے خلیفہ کی مظلومیت پر بھی قیاس کرسکتے ہیں
جو اسیطرح زبردستی مجبور ہو بیٹھا گیا اور مسلمانوں نے کسیطرح اوسکی مدد نکی۔
پانچویں یہ کہ ابن مسعود نے زید بن ثابت صحابی کو بچہ کافر کا جو صریح آیہ لاتنابزوا

بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان کے مخالف ہے اور تمامی صحابہ و تابعین حاضرین جلسہ نے بلا انکار سنا اور کسیطرح کا اعتراض نہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے صحابہ پر سب و شتم جائز ہے اور سلف صالح کا یہی معمول تھا پھر اہلحق پر کیوں اعتراض ہوتا ہے جو مستحقین لعن پر لعنت کرتے ہیں۔

چھٹیں یہ کہ ابن مسعود نے حکم دیا کہ قرآن کو چھپا ڈالو جس سے نہ صرف اس فعل کا جواز ثابت ہوا بلکہ وہ مصداق ومن یغلل یات بما غل یوم القیمۃ قرار پایا۔ تو اہلسنت کا وہ اعتراض بھی دفع ہوا جو جناب امیرؑ کے فعل پر وارد کیا جاتا ہے کہ حضرت نے اپنے قرآن کو ان نااہلوں سے چھپا ڈالا۔ کیونکہ جو مجبوریاں حضرت کو لاحق تھیں اور جن وجوہ سے حضرت مجبور تھے کہ وہ کسی سے مخفی نہیں۔

ساتویں یہ کہ ابن مسعود کا یہ حکم کچھ خاص اپنے اخص اصحاب کے لئے نہ تھا کہ بصیغہ راز داری کہا ہو بلکہ برسر منبر حکم عام تھا کہ چھپا ڈالو اپنے قرآن کو جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ زمانہ کیسے غدر کا زمانہ تھا کہ قرآن کے چھپانے کا حکم دیا گیا اور کسی نے آیہ ان الذین یکتمون کی تلاوت نہ کی جس سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں قرآن کا چھپانا کسیطرح اس وعید میں نہیں داخل ہے بلکہ لازم ہے

آٹھویں یہ کہ وہ اس حکم کو حکم ناجائز سمجھتے تھے کہ اس قرآن کی تلاوت کی جائے جو بحکم عثمان لکھا گیا اور زید بن ثابت نے لکھا

نویں یہ کہ ابن مسعود اپنے قرآن کو افضل و اعلی سمجھتے تھے کہ خود دہان رسول اللہ سے اسے حاصل کیا ہے جسکا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ جو قرآن زید بن ثابت نے لکھا تھا وہ ایسا نہ تھا۔ پھر حیف ہے اون صحابہ اور اہلسنت پر جو اس قرآن کو ترک کریں اور اوس قرآن کی تلاوت کریں جو دہان رسول اللہ سے نہیں لیا گیا

دسویں یہ کہ عثمان نے اصل قرآن کو متغیر کیا جس سے ابن مسعود ناراض ہوئے

جس سے ما امر بالمصاحف ان تغیر ساء ذلک

بصورت تمام تبدیل و تحریف کا ہونا اس قرآن میں ظاہر ہے جس سے

ابن مسعود ناراض ہوئے۔

گیارہویں معلوم ہوا کہ اصل وجہ ناراضی ابن مسعود یہی تہا کہ قرآن میں تغیر کیا گیا تہا جس سے یہ بہی معلوم ہوا کہ ابن مسعود کیوں معزول ہوئے اور زید بن ثابت کیوں مقرر کئے گئے۔ اسیوجہ سے کہ ابن مسعود تغیر قرآن کو جائز نہ سمجہتے تھے۔ اور زید بن ثابت نے خوشامد میں خلفا کے اس حکم کو مان لیا اور قرآن میں تغیر دیدیا۔

بارہویں یہ کہ ابن مسعود کہتے ہیں من استطاع جو اسکی قدرت رکہے جس سے معلوم ہوا کہ عام طور سے اہل اسلام اوسوقت ایسا مجبور ہو رہے تھے کہ ہر شخص کو اسکی استطاعت نہ تھی کہ اپنے قرآن کو چھپا سکے۔ اس سے بڑہکر کیا ظلم ہوگا؛

تیرہویں یہ کہ ابن مسعود نے کہا کہ میں اپنا قرآن چھپا رہا ہوں جس سے معلوم ہوا کہ ابن مسعود نے صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ عمل بھی کیا کہ اپنے قرآن کو چھپایا

چودہویں یہ کہ ابن مسعود کا اور اونکے اصحاب کا قرآن مخالف تہا مصحف جمہور کے۔ اور وہ اسی قرآن کو حق سمجہتے تھے۔ تو کیا اسکے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس قرآن پر اجماع ہوا اور متواتر ہوا

پندرہویں یہ کہ اصل جلانے کی وجہ یہی تہی کہ وہ قرآن اس قرآن کے مخالف تہا جس سے معلوم ہوا کہ اور قرآن بہی جو دوسرے صحابہ کے تھے وہ بھی اس قرآن ترتیب دادہ عثمان کے مخالف تھے۔ اب اسکا تصفیہ اہلسنت کے ذمہ ہے کہ کون قرآن حق تہا۔ کیونکہ بحیثیت منزل من اللہ ہونے کے تو کل قرآن مساوی تھے۔ اور اس حیثیت سے کہ جامع سبکے صحابہ تھے۔ کل قرآن مساوی تھے۔ پہر بجز اسکے کیا فرق ہو سکتا ہے کہ بادشاہ وقت اسکو چاہتا ہے اور اوسکو نہیں چاہتا لہذا یہ رائج ہوا اور وہ جلادیا گیا

سولہویں ان عبارات سے معلوم ہوا کہ قرآن پر اجماع کیونکر کرایا گیا ہے مخالف کی ضرب و تادیب کی گئی اور جتنے قرآن انکے مخالف تھے وہ سب جلادئے گئے اسی پر ساری اجماعوں کو خیال کرنا چاہئے کہ کسطرح اجماع کیا گیا کیونکہ پہلا

اجماع تو خلافت پر کیا گیا تہا جسکے لئے جناب امیرؑ گرفتار کئے گئے اور زبیر کی تلوار چہینی گئی اور جناب سیدہ کا گہر جلایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ نے جو تمسک ثقلین کا حکم دیا تہا کہ قران و اہلبیت کے ساتھ تمسک کرنا دونوں کے ساتھ ایکساں برتاؤ کیا گیا۔ اہلبیت کا گہر جلایا گیا اور قران مسلم جلا دیا گیا۔

سترہویں یہ کہ جو قران اہلسنت کے نزدیک مصحف بزیادتی ونقصان تہا وہ ابن مسعود ایسے صحابی جلیل القدر کے نزدیک ایسا حق تہا کہ جان دینا اور مار کہانا قبول کیا مگر اسکو نہ قبول کیا کہ وہ قران جلانے کو دیا جائے۔ تو اب آپ ہی کہئے لوگ صحابہ کے پیرو ہیں یا صحابہ کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں۔

اٹھارہویں یہ کہ اجماع ایسی چیز ہے کہ خود قران بہی اوسکا تابع ہے جسکے مطلب یہ ہوئے کہ خود قران کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ اصل قران وہ ہے جو بہ اجماع ہو اسی لئے قران سبکا جلایا گیا اور مخالفین اوسکے مارے گئے۔

اونیسویں یہ کہ صحابہ کی تعزیر اس غرض سے بہی جائز ہے کہ وہ بادشاہ وقت کا حکم نہیں مانتا۔ تو جو صحابہ حکم رسول کی مخالفت کریں اونپر لعنت کرنا کیوں نہ جائز ہوگا۔

بیسویں یہ کہ ابن مسعود کسی طرح اسپر راضی نہ تھے کہ اپنے قران کو موافق کریں اوس قران کے جسے عثمان نے جمع کرایا تہا۔ حالانکہ اہلسنت کے یہاں وہ اجماع ہی نہیں جسکا کوئی مخالف ہو اوس عہد میں۔ پہر یہ قران اجماعی کہاں ہوا یہ مختصر فوائد ہیں جو ان عبارات سے پیدا ہوتے ہیں اور اگر نظر تفصیل سے کام لیا جائے تو ایک جلد ضخیم اسمیں طیار ہو سکتی ہے۔

**ابو الدردا صحابی کا قائل ہونا کہ اس قران میں کچھ الفاظ زاید ہیں**

علامہ مطالب شاہ فرماتے ہیں ابو الدرداؓ جو صحابی جلیل القدر ہیں وہ بھی اس قران کو مصحف بزیادتی والحاق جانتے تھے کہ آیہ ما خلق الذکر والانثی میں لفظ ما خلق کو لوگونکی زیادتی سے جانتے تھے اور وہ اسطرح پڑہتے تھے

والذکر والانثی

حضرت ابوالدرداء کی یہ روایت اسد رجہ صحیح ہے کہ صحیح مسلم میں دو طریق سے اور صحیح بخاری میں دو روایت اسکی موجود ہے۔ اور نیز صحیح ترمذی میں بھی چنانچہ صحیح مسلم میں ہے حدثنا ابوبکر بن شیبہ وابو کریب و اللفظ لابی بکر قال حدثنا ابومعویۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمہ قال قدمنا الشام فاتانا ابوالدرداء فقال فیکم احد یقراء علی قراءۃ عبد اللہ فقلت نعم انا قال فکیف سمعت عبداللہ یقراء ھذہ الایۃ واللیل اذا یغشی قال سمعتہ یقراء واللیل اذا یغشی والذکر والانثی قال انا واللہ ھکذا سمعت رسول اللہ یقرء ولکن ھؤلاء یریدون ان اقرء ما خلق فلا اتابعھم پھر اوسی صحیح مسلم میں ہے وحدثنی علی بن حجر السعدی حدثنا اسمعیل بن ابراھیم عن داؤد بن ابی ھند عن الشعبی عن علقمہ قال لقیت اباالدرداء فقال لی ممن انت قلت من اھل العراق قال من ایھم قلت من اھل الکوفۃ قال ھل تقراء علی قراءۃ عبد اللہ بن مسعود قال قلت نعم قال فاقراء واللیل اذا یغشی فقرات واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثی قال فضحک ثم قال ھکذا سمعت رسول اللہ یقرءھا اور صحیح بخاری میں ہے حدثنا قبیصۃ بن عقبہ قال حدثنا سفیان عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمہ قال دخلت فی نفر من اصحاب عبداللہ الشام فسمع بنا ابوالدرداء فاتانا فقال فیکم من یقراء فقلنا نعم قال فایکم اقراء فاشاروا الی فقال اقراء فقرات واللیل اذا یغشی والنھار اذا تجلی والذکر والانثی قال انت سمعتھا من فی صاحبک قلت نعم قال انا سمعتھا من فی النبی وھؤلاء یابون علینا پھر اوسی صحیح بخاری میں ہے حدثنا عمرو بن حفص حدثنا ابی قال الاعمش عن ابراھیم قال قدم اصحاب عبداللہ علی ابی الدرداء

| نمبر ۸ و ۹ | مقاصد و قواعد پرچۂ ہذا | جلد ۳ |
|---|---|---|


(۱) کتب علم کلام مذہب شیعہ پر جو بیجا حملے ہو رہے ہیں انکا مفصل جواب خصوصاً اُس اخبار کا جواب جو لکھنؤ سے محض شیعوں کی مخالفت میں شائع ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ عوام الناس کو مغالطہ دینے کے لیے کتاب مستطاب استقصاء پر حملہ کرے جو محال ہے

(۲) بعد فراغت اسکے اُن مختصر رسائل کا جواب جو مخالفین کیطرف سے بغرض تشنیع مذہب حقہ شیعہ شائع ہوئے خصوصاً آیات بینات۔ ہدایۃ الرشید منہاج السنۃ ابن تیمیہ در زبان عربی۔

(۳) حجم اس رسالہ کا کم از کم ۲۴ صفحہ ہوگا مگر قوم کی توجہ سے عنقریب بڑھا دیا جائے گا۔

(۴) ۵ خریدار دینے پر صرف الشمس اور ۲ خریدار دینے پر اصلاح و الشمس دونوں مفت بطور کمیشن ملیں گے۔

(۵) قیمت پیشگی سالانہ مع محصول ڈاک ۱۲؍

(۶) مراسلات میں نمبر خریداری لکھنا ضروری ہے ورنہ تعمیل محال

(۷) سابق مقام چھوڑتے وقت فوراً دفتر کو مطلع کرنا ہوگا ورنہ عدم وصولی پرچہ کی شکایت معاف۔

(۸) بصورت عدم وصول پرچہ تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ تک پرچہ مفت ملیگا اسکے بعد کا ٹکٹ آنا چاہیے

(۹) جملہ مراسلات اڈیٹر کے نام ہونا چاہئیں

نوٹ (۱) نامہ نگار ایسے صرف وہ علما ہو سکتے ہیں جو خاص فن علم کلام میں تحریر کریں یا علمای متقدمین کی سوانح عمریاں مفصل یا مختصر تحریر فرمائیں گے جبتک ایسی تحریر نہ آئیگی شائع نہ ہوگی (۲) چونکہ اس رسالہ میں خاص علم کلام سے بحث ہوگی لہذا کتابوں کی خاص ضرورت ہے جو شخص اس ذریعہ سے مدد کریگا اُسکا بالخصوص شکریہ ادا کیا جائے گا


مرکز اشاعت دفتر اصلاح کھجوہ ضلع سارن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# الشمس

نمبر ۸ و ۹ | بابت ماہ رمضان و شوال سنہ ۱۳۲۵ھ | جلد ۳

## عرض اڈیٹر

الحمد للہ کہ الشمس جلد ۳ کا نمبر ۸ و ۹ حاضر ہے۔ اور فضل خدا سے امید ہے کہ بقیہ تین نمبر بھی قبل از محرم حاضر ہوں کیونکہ اب خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ جس طرح ہو اس جلد کو تمام کرنا چاہیے

یہ ضرور ہے کہ الشمس کے مضامین عام دلچسپی کا پہلو لیے ہوئے نہیں ہیں کیونکہ ایک خاص علمی بحث ہے جس میں تحریف قران کی نہایت مدلل اور مفصل بحث ہوتی ہے۔ جس کی نسبت مجھے پہلے خیال تھا کہ حضرات اہل سنت اس سے خاص طور پر دلچسپی لینگے۔ کیونکہ نہ اس میں معاملہ خلافت ہے نہ بحث فدک بلکہ ایک خاص مہذب مناظرہ کی نظیر قایم کی گئی ہے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مناظرہ اور تہذیب کس طرح جمع ہو سکتے ہیں

مگر افسوس حضرات اہل سنت میں ایک متنفس بھی ایسا نہ نکلا جو اس بحث کا شایق ہوتا اور دیکھتا کہ حق کس طرح پنہاں کیا گیا ہے۔ ہم نے مکرر اعلان دیا کہ حضرات اہل سنت کو رسالہ الشمس مفت ملیگا مگر جن لوگوں کے پاس مفت بلا قیمت بھیجا گیا بیرنگ کو واپس کیا پیڈ کی رسید نہ دی جس سے کم سے کم یہ تو معلوم ہوتا کہ پرچہ انکے پاس پہونچا لہذا وہ اعلان منسوخ کیا گیا اور اب یہ اطلاع دیجاتی ہے کہ حضرات اہل سنت کو نصف قیمت پر الشمس ملیگا یعنی بجائے ۳ کے سالانہ عہ لیا دیگا بشرطیکہ بذریعہ منی آرڈر آئے وی پی نہ جائے گا۔

ہم مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں اگرچہ رسول اللہ نے آخری وصیت میں کتاب اللہ و عترتی کے تمسک کا ساتھ حکم دیا تھا مگر اب لوگوں نے صرف قران لے لیا لہذا کم سے کم اس کو دیکھیے کہ مذہب اہلسنت میں اس قرآن کی کیا عزت ہے کہ آیہ قرآنی قال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ہذا القرآن مہجورا کی تصدیق ہو۔

## اقرار نجم لکھنو بہ نقصان قرآن

مسئلہ تحریف قرآن کی تحقیقات بنا بر روایات اہل سنت جو مکمل الشمس میں شایع ہو رہی ہے اُس سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے مگر چونکہ اسکے ناظرین کی تعداد بہت کم ہے لہذا میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ نجم سے جو کچھ اُس کے مطالب سے ناظرین صلاح کو بھی مستفید کردوں

پس اس سے اور بھی اُس خیال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اُبی بن کعب
بلکہ جتنے حفاظ قرآن تھے وہ سب اس مجمع سے علحدہ تھے نہ سالم ہیں نہ ابی بن
کعب نہ معاذ بن جبل نہ ابن مسعود۔ پھر آپ ہی فرمائے یہ ترتیب کیسی ہوئی
کوئی کسی آیہ یہ خاتمہ سمجھتا ہے۔ کوئی علحدہ سورہ بنانیکی تجویز کر رہا ہے۔ کسیکو
کوئی آیہ ہی نہیں ملتا۔ ان سب پر خلیفہ دوم بھی فرماتے ہیں لقد ذھب
قرآن کثیر۔

افسوس کہ یہ مبحث جیسا عظیم الشان مبحث ہے اوراس کا موقع بحث روایات
شیعہ پر آپنے ڈالا ہے اس لئے اسی تحریر مختصر پر ختم کرتا ہوں ورنہ قول
امام محی الدین عربی بتادیتا کہ کہاں سے کون آیہ کسطرح علحدہ کیا گیا۔

**دوسری بحث** لایق اڈیٹر مدعی ہیں کہ سوروں کی ترتیب بتعلیم رسول اللہ
ہے باستثناء سورہ برائت وسورہ انفال مگر خوش فہمی سے علماے اہل سنت میں
بعض انکے مخالف ہیں اتقان میں ہے فصل واما ترتیب السور فھل
ھو توقیفی ایضا او ھو باجتہاد من الصحابۃ خلاف فجمھور العلماء
علی الثانی منھم مالک والقاضی ابوبکر فی احد قولیہ قال ابن
فارس جمع القرآن علی ضربین احدھما تالیف السور کتقدیم
السبع الطوال وتعقیبھا بالمئین فھذا ھو الذی تولتہ
الصحابۃ واما الجمع الاخر وھو جمع الآیات فی السور فھو
توقیفی تولاہ النبی صلعم کما اخبر بہ جبرئیل عن امر ربہ مما
استدل بہ لذالک اختلاف مصاحف السلف فی ترتیب السور
فمنھم من رتبھا علی النزول وھو مصحف علی کان اولہ اقرء ثم
المدثر ثم نون ثم المزمل ثم تبت ثم التکویر وھکذا
الی اخر المکی والمدنی وکان اول مصحف ابن مسعود البقرۃ
ثم النساء ثم ال عمران علی اختلاف شدید وکذا مصحف ابی

وغیرہ و اخرج ابن اشتہ فی المصاحف من طریق اسماعیل بن عباس عن حبان بن یحیی عن ابی محمد القرشی فقال امرھم عثمان ان یتابعوا الطول فجعلت سورۃ الانفال وسورۃ التوبۃ فی السبع ولم یفصل بینھما ببسم اللہ الرحمن الرحیم

صہ ۶۴ اتقان

یعنی سورہ ہائے قرآن کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض امر کو توقیفی کہتے ہیں یعنی بتعلیم رسول اللہ اور بعض کہتے ہیں بہ اجتہاد صحابہ۔ جمہور علما کا مذہب یہی ہے کہ بہ اجتہاد صحابہ تھا جن میں امام مالک بھی شامل ہیں اور قاضی ابوبکر بھی۔ بنا بر ایک قول کے ابن فارس کہتے ہیں کہ جمع قرآن دو طریق پر ہے ایک ترتیب قرآن مثل تقدیم ہے سات سوروں کے اور اُسکے بعد اُن سوروں کا لانا جو مئیں کہلاتی ہیں یعنی سو آیت والے سورے۔ یہ کام تو صرف صحابہ کا تہا ہاں دوسرا جمع کہ آیتوں کا جمع کرنا قرآن میں یہ خود انحضرت کا کام ہے مطابق تعلیم جبرئیل امین۔ اسکے دلائل سے ہے اختلاف مصحفوں کا زمانہ سلف میں ترتیب سورہ میں کیونکہ مصحف علی کی ترتیب مطابق نزول قرآن تھی کہ سب سے پہلے سورہ اقرأ تھا پھر سورہ مدثر پھر سورہ نون پھر سورہ مزمل پھر سورہ تبت پھر سورہ تکویر اسی طرح تا آخر کہ پہلے مکی سورے تھے پھر مدنی۔ اور اول مصحف ابن مسعود سورہ بقر تھا پھر سورہ آل عمران پھر اسی طرح بہت اختلاف تھا اور یہی حال تھا مصحف ابی وغیرہ کا۔ ابن اشتہ نے مصاحف میں روایت کی ہے کہ حکم دیا عثمان نے متابع طوال کا لہذا سورہ انفال اور سورہ توبہ ایک جگہ لکھا گیا اور بسم اللہ اُس میں نہ لکھا گیا

اب تو تمام عالم کو معلوم ہوا کہ ترتیب سورہ پر جمہور علما کا اتفاق ہے کہ یہ صحابہ کے اجتہاد سے تھا پھر نہ معلوم کیوں اڈیٹر صاحب نے اُس رائے کو ترک کرکے ایسی رائے کو قبول کیا جو جمہور علما کے خلاف ہے کیونکہ بعض علما اسکے قایل ہیں

اس قول سے جہاں آپ کو یہ معلوم ہوا کہ جناب امیر کا جمع کیا ہوا قرآن جہاں مسلم اور معین قصار ہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے صحابہ وتابعین نے اسے دیکھا بھی تھا کہ آج تک علمائے اہل سنت کو اسکی ترتیب یاد ہے کہ پہلے کون سا سورہ تھا اسکے بعد کون سورہ باایں ہمہ وجود و انکار اہل سنت حیرت افزا ہے

اسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر ترتیب قرآن کے توفیقی ہونیکے قایل ہوں تو لازم آتا ہے اُن صحابہ کی نسبت سوء ظن پیدا ہو جنھوں نے اس مصحف کے خلاف ترتیب دیا تھا کیونکہ جناب امیر کا مصحف اور ابن مسعود کا مصحف اس کے خلاف تھا اور اتقان صفحہ ۶۲ میں ترتیب مصحف ابی مرقوم ہے تو یہ تین صحابہ یقیناً مخالف رسول قرار پاتے ہیں. اب اہل سنت کو اختیار ہے کہ جس مذہب کو چاہیں اختیار کریں کیونکہ ایک طرف اُن صحابہ کا مصحف ہے جو باتفاق اہل سنۃ حفاظ قرآن تھے اور دوسری طرف چند جہال کا جمع کیا ہوا

اگر ہنوز بھی اس روایت پر اہل سنت غور کرتے تو بہت کچھ ان کی اصلاح ہوتی کیونکہ اتقان میں ہے صفحہ ۶۵

واخرج ابن اشتہ فی کتاب المصاحف من طریق ابن وھب عن سلیمان بن بلال قال سمعت ربیعہ یسأل لم قدمت البقرۃ وال عمران و قد نزل قبلھما بضع و ثمانون سورۃ بمکۃ وانما انزلتا بمدینہ فقال قدمتا و الف القرآن علی علم ممن الفہ بہ و من کان معہ فیہ واجتماعھم علی علمھم بذالک فھذا مما ینتھی الیہ ولا یسأل عنہ

یعنی ربیعہ سے کسی نے سوال کیا کہ سورہ بقر اور سورہ ال عمران کو کیوں مقدم کیا حالانکہ کچھ اوپر اسی سورے مکہ میں نازل ہوئے تھے بخلاف ان دونوں سوروں کے جو مدینہ میں نازل ہوئے تو جواب دیا کہ تالیف قرآن مطابق اُنکے علم کے ہوا جن لوگوں نے اس کی تالیف کی لہذا اس مادہ میں سوال نہ کرنا چاہیے

اور اسی پر خاتمہ کرنا چاہئے

اب تو اہل سنت کو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ انکے یہاں لاجواب ہے کوئی جواب جواب نہیں دے سکتے بجز زبردستی کے کہ چپ رہو۔ سوال نکرو۔ مگر یہ تو یقینا معلوم کہ کچھ اوپر اسی سورہ مکہ میں اسکے قبل نازل ہو چکا تھا

**اثر یہودیت ترتیب قرآن میں**

ہاں اگر غور کیجئے تو معلوم ہو کہ اس کا باعث وہی عنصر یہودیت ہے جس کی نسبت عام طور سے ابن مسعود رض روتے رہے کہ ہائے اس شخص سے قرآن لکھوایا گیا جو یہودی بچہ ہے ہم اس وقت اسلام لائے کہ وہ کافر کے نطفہ میں تھا کیونکہ یہ تو مسلمات سے ہے کہ یہودیوں میں گوسالہ پرستی کا ایک خاص مادہ تھا یہی باعث ہوا کہ سورہ بقر کو مقدم کیا اور اسکے بعد سورہ آل عمران لائے جس سے فضیلت آل عمران ظاہر ہو کیونکہ حضرت موسیٰ و ہارون اور جملہ بنی اسرائیل آل عمران کیطرف منسوب ہیں

یہاں پر ان واقعات کو خیال کیجئے کہ جو سابقا مذکور ہوئے کہ عبداللہ بن سلام نے کہا خلیفہ نے توریت کو عربی میں ترجمہ کیا پھر خلیفہ ثالث پر یہودیت کا الزام کہ حضرت عایشہ اور دفن ان کا مقابر یہود میں جس سے صاف معلوم ہوگا کہ اس عنصر یہودیت نے اسطرح ترتیب دلوایا کہ اسی سوروں سے زاید جو کہ مکہ میں نازل ہوئے وہ تو موخر کر دئے گئے اور سورہ بقر و سورہ آل عمران مقدم۔ حالانکہ سورہ ہای مکی وہ سورے ہیں جو بالخصوص فصحاء عرب کے مقابلہ میں بحد کامل اعجاز نازل کئے گئے تھے

یہودی عنصر اگرچہ صحابہ اہل سنت میں عہد رسول اللہ سے قایم ہو چکا تھا چنانچہ مکرر لکھا گیا کہ خود عمر صاحب توریت لکھوا کر لائے جس سے کبھی حضرت کو کسقدر ملال ہوا اور بار دوسری کتاب لکھوا کر لائے اس سے کبھی حضرت کو اسیطرح کی نفرت ہوئی مگر خلیفہ اول کے زمانہ سے اس کا زور ترقی کر چلا کیونکہ کعب الاحبار جو یمن کا رہنے والا تھا یہودی تھا اور بعہد خلیفہ اول اسلام لایا تھا

انکے زمانہ میں یمن سے مدینہ آیا اور یہاں سے جو اس کی آؤبھگت ہوئی وہ تذکرۃ الحفاظ ذہبی کی اس عبارت سے ظاہر ہے ھو کعب بن مانع الحمیری من اوعیۃ العلم وکبار علماء اھل الکتاب اسلم فی زمن ابی بکر رض وقدم من الیمن فی دولۃ امیر المومنین عمر فاخذ عنہ الصحابۃ وغیرھم واخذ ھو من الکتاب والسنۃ من الصحابۃ وتوفی فی خلافۃ عثمان رض وروی عنہ جماعۃ من التابعین مرسلا ولہ شی فی صحیح البخاری ص۵۲ جلد اول

یعنی کعب بن مانع حمیری اوعیہ علم سے تھا اور اکابر علمائے اہل کتاب سے تھا بزمانہ ابوبکر اسلام لایا اور عہد خلیفہ دوم میں وارد مدینہ ہوا پس لیا اس سے صحابہ وغیرہ نے اور اس نے بھی علم کتاب وسنت کو صحابہ سے حاصل کیا بزمانہ خلیفہ سوم اسنے وفات پائی۔ جماعت تابعین نے بہت کچھ اس سے روایت کی ہے بطریق ارسال اور کچھ روایت اس کی صحیح بخاری میں بھی ہے۔

اس سے آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہودیت نے کسطرح صحابہ میں اثر کیا کہ صحابہ اور کعب سے علوم حاصل کریں آخر وہ کون سے علوم تھے اور کس مصرف میں وہ آئے؟ خلیفہ دوم کو تو اہل سنت پکا مسلمان جانتے ہیں مگر دیکھیے آپ پر کیا اثر پڑا جس اور باتوں کو آپ خود قیاس کر سکتے ہیں کیونکہ خلیفہ دوم جب ملک شام کے دورہ پر گئے ہیں اور داخل بیت المقدس ہوئے تو انھوں نے نماز پڑھنی چاہی اور کعب سے مشورہ لیا تو اس نے کہا اسی صخرہ کے پیچھے پڑھئے کہ بیت المقدس قبلہ موسی وکعبہ محمد دونوں آپکے سامنے ہوں مگر عمر صاحب نے فرمایا کہ می ترسم کہ مشابہت بیہودیت شود

پس جب اتنی مدت گذرنے پر بھی یہودیت کا اثر اسکے دل سے نہ گیا اور خلیفہ دوم کو بھی چاہا کسی طرح اسی طرف جھکائے تو آپ خیال کر سکتے ہیں اور صحابہ پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ کیونکہ اسی کعب کے بہکانے سے خلیفہ دوم سفر ملک

عراق سے باز رہے اس لیے کہا تہا وہاں نہ جائے وہاں عصاۃ جس سے ہاروت
[illegible] ہیں جو جادو سکھاتے ہیں ملاحظہ ہو شرح سفر السعادۃ شیخ عبد الحق
دہلوی صـ۲۲۳

خیال اختصار مجھے مانع ہو کہ میں زیادہ تفصیل سے اس بحث کو لکھوں کیونکہ وہب بن منبہ اور مقاتل بن سلیمان مفسر کے حالات ایسے نہیں ہیں جو کسی پر مخفی ہوں پہر خود عبد اللہ بن عمر عاص کا اہل کتاب کی کتابوں کا لانا اور مسلمانوں میں اس کو پھیلانا ظاہر ہو رہا ہے۔ لہذا یہ خیال اور بھی قوی ہوا کہ ایسے ہی مفسروں کے ملنے سے یہ ساری خرابیاں پیدا ہوئیں کہ قران کی ترتیب الٹ دی گئی اور وہ قران نہ لیا گیا جو بحکم رسول مطابق تنزیل جمع کیا گیا تھا

**مکی مدنی سورتوں کا فرق اور اسکی ترتیب کی حالت**

خود حضرت عایشہ نے جو توجیہ اُن سورتوں کی بتائی ہے جو مکہ میں نازل ہوئے تھے بجای خود کافی ہے اسکے لیے کہ وہ سورے مقدم کیے جاتے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے حدثنا ابراھیم بن موسی اخبرنا ھشام بن یوسف ان ابن جریج اخبرھم قال واخبرنی یوسف بن ما۔ قال انی عند عایشہ ام المومنین رض اذ جاءھا عراقی فقال ای الکفن خیر قالت ویحک وما یضرک قال یا ام المومنین اریني مصحفک قالت لم قال لعلی اولف القرآن علیه فانه یقرء غیر مولف قالت وما یضرک أیة قرأت قبل انما نزل الله ما نزل علیه سورة من المفصل فیھا ذکر الجنة والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شیء لا تشربوا الخمر فقالوا لا ندع الخمر ابدا ولو نزل لاتزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا ولقد نزل بمکة علی محمد وانی لجاریة العب بل الساعة موعدھم والساعة ادھی

وامر و ما نزلت سورة البقرة و النساء الا و انا عنده قال فاخرجت له المصحف فاملت عليه اى السور باب تاليف القرآن

صفحہ ۱۲۱ جزو ثالث مطبوعہ مصر

یعنی یوسف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں عایشہ کے پاس تھا کہ ایک مرد عراقی آیا اور اُسنے پوچھا کون سا کفن بہتر ہی۔ کہا وائے ہو تجھپر مرنیکے بعد تجھے اُس سے کیا ضرر ہوگا۔ پھر کہا اے ام المومنین اپنا مصحف مجھکو دکہا دیجیے عایشہ۔ کیا کریگا۔ کہا شاید مطابق اسکے اپنا قرآن مرتب کروں کیونکہ وہ بے ترتیب پڑھا جاتا ہے۔ عایشہ نے کہا پھر اس سے تیرا کیا نقصان ہوتا ہے کہ مقدم آیہ کو موخر پڑھے یا موخر کو مقدم کیونکہ سب سے پہلے جو نازل ہوا وہ مفصل چھوٹی سوروں کا وہ سورہ تھا جسمیں ذکر جنت و نار ہے یہانتک کہ جب سب نے رجوع کیا اسلام کی طرف تب نازل ہوا حلال و حرام اور اگر پہلے ہی آیات احکام نازل ہوتے مثل اسکے کہ شراب نہ پیو تو وہ کہتے ہم شراب پینا نہ چھوڑیں گے اسیطرح اگر ترک زنا کا حکم نازل ہوتا تو وہ کہتے کہ ہم زنا کو ترک نکرینگے لہذا وہ سورے نازل ہوے جن میں احکام نہیں ہیں بلکہ ذکر جنت و نار ہے بتحقیق محمد پر نازل ہوا آیہ بل الساعة موعدهم والساعة ادهى وامر (سورہ قمر) حالانکہ میں اسوقت بچی تھی کہ لڑکونکے ساتھ کھیلتی تھی۔ اور سورہ بقر و سورہ نسا اس وقت نازل ہوا جب میں حضرت کے پاس تھی اسکے بعد مصحف نکالا اور اسکو لکھوا دیا چند سوروںکے آیتوں کو۔

جس سے معلوم ہوا کہ خدا نے اس مصلحت سے مکی سوروں کو پہلے نازل کیا کہ ان کو جنت و نار کا حال معلوم ہو اور وہ داخل اسلام ہوں تب وہ سورے نازل ہوئے جس میں ذکر احکام ہے اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پہلے ہی سے سرکشی و تمرد پیدا ہوتا اور وہ اسلام سے نفرت کرتے

اب آپ ہی غور فرمائے کہ اس مصلحت عامۃ النفع کو ترک کرکے سورہ بقر

وسورہ آل عمران کی تقدیم جو تمامتر احکام وقصص پر مشتمل ہی کس غرض سے کیگئی
اسی غرض سے نہ کہ لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت کم ہو کیونکہ بقول عائشہ
جب پہلے ہی احکام کو سنیں گے تو تنفر بڑھے گا

کاش یہی ہوتا کہ صرف ایسا سامان کیا جاتا جس سے لوگونکی رغبت اسلام
کی طرف کم ہوتی نہیں بلکہ یہ کیا گیا کہ یہودیت کی طرف میلان زیادہ ہو کیونکہ
پہلے سورہ بقر ہے جسمیں بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستی کا ذکر ہی۔ پھر وہ سورہ
جس کا نام آل عمران ہے اگرچہ خدا نے اُن کی آرزو پوری ہونے دی کیونکہ
مضامین سورہ ہائے مذکورہ ایسے ہیں جس سے یہودیوں کی تباہی و بربادی
اور انکے خیالات فاسدہ کی تردید ہو۔ مگر اُن یہودی بچوں نے اپنا کام تو کرلیا
کہ قرآن میں پہلا نام بقر کا ہے اور آل عمران کا

دیکھیے اگرچہ میاں عثمان اور انکے ممبران کمیٹی نے قران کو اُلٹا اور بزعم فاسد
اپنے جسقدر چاہا خرابیاں ڈالیں مگر خدا نے انکے مکاید کو اسطرح باطل کیا کہ عام طور
سے مسلمانوں میں یہی رواج ہوا کہ بچوں کو پہلے وہ سورے پڑھائیں جو مکہ میں نازل
ہوئے تھے اور جن میں ذکر جنت و نار ہے اور خوف خدا کہ جب وہ پڑھ لیتے ہیں
تب ان کو قرآن پڑھایا جاتا ہے یکیدون کیدا و اکید کیدا فامھل
رویدا۔

اگر اہل فہم صرف اسی واقعہ پر غور کریں تو بہت کچھ ان کی اصلاح ہوتی
کہ یہ فعل کس ملہم حقیقی کا ہے جس نے معلموں کو اسپر مجبور کیا کہ ابتدائی تعلیم
عم پارہ سے شروع کریں حالانکہ بترتیب عثمانی وہ سب سے آخر پارہ بنایا گیا ہے مگر
خدا نے اپنی ترتیب کو ایسا رائج کیا کہ آج ایک مسلمان بھی اسکے خلاف نہیں
کرسکتا اور ممکن نہیں کہ کوئی اسکے خلاف کرسکے کیونکہ عام فطرت یہی ہے ہر شی کی
ابتدا ایک نہایت مختصر شی سے ہوتی ہے جو بعد امتداد زمانہ ایک [illegible]
[illegible] جاتی ہے اسیطرح بچوں کی تعلیم حرف شناسی اور ترکیب کے بعد [illegible]

چھوٹے چھوٹے سوروں سے ہوتی ہے جن کا یاد کرنا آسان ہو۔

خداوند عالم خود خالق انس وجان ہے وہ اپنی مخلوقات کی ترکیب خلقت سے بخوبی واقف ہے اسلئے اُس نے قران کو ایسی ہی ترتیب پہ نازل کیا جو مطابق فطرت انسانی ہے کہ بتدریج ترقی کرے مگر میاں عثمان اور انکے ارکان کمیٹی کو چونکہ اس سے خاص طور کی ضد ہٹ تھی لہذا اونہوں نے اُلٹ دیا۔ اور سب سے پہلے اُس سورہ کو لائے جو سب سے بڑا تھا اور بتدریج چھوٹی سورے لاتے گئے جس کی غرض یہ تھی کہ اہل اسلام جلد ترقی سے تنزل کریں مگر خدا نے اُن ترکیبوں کو باطل کر کے اپنی ترتیب کو رائج کیا۔

بلکہ اگر غور کیجئے تو یہ ذریعہ اس کا ہوا کہ زیادہ تر وہی قرآن رائج ہو جو مکہ میں نازل ہوا تھا کیونکہ اس وقت بھی اگر آپ خیال کرینگے تو قران کے اگر لاکھ نسخے رائج ہونگے تو عام پارہ دس لاکھ اور بچوں کے زبان اور دلپر اسی قرآن کا قبضہ ہے جسے انھوں نے موخر کیا تھا

یہ معنی ہیں آیہ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے کہ اسطرح خدا اپنے کلام کی حفاظت کرتا ہے کہ معاندین اس کو بگاڑیں اور وہ اسکو محفوظ رکھے نہ یہ کہ رسول اللہ پورا قران بھول جائیں۔ یا صحابہ صدہا آیتیں بھول جائیں اور وقت کتابت نہ ملیں۔ یا بی بی عائشہ کی بکری کھا جائے اور پھر وہ آیات نہ مل سکیں۔ نہ حفاظت سے یہی مراد ہے کہ تحریف کرنے والے کا ہاتھ خشک ہو جائے کوئی وہ حرف نہ کر سکے بلکہ خدا کی حفاظت اسطرح ہوتی ہے کہ کوئی اس کو سمجھ نہیں سکتا۔

ہاں اس روایت صحیح بخاری سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اگرچہ عثمان صاحب نے قرآن لکھکر تمام اطراف واکناف عالم میں تقسیم کر دیا تھا مگر جو لوگ واقف تھے یا کسیطرح در در دین رکھتے تھے ان کو اسپر اعتبار نہ تھا جیسا اس [illegible] حضرت حفصہ عائشہ کی کا اپنا قرآن لکھانا [illegible]

جس سے میں اپنے قرآن کو درست کر لوں

یہ مضمون چونکہ نہایت صریح اور واضح تھا جس سے حضرت عثمان کی ساری کارروائی پر پانی پھرا جاتا ہے لہذا جھٹ یہ جواب ڈھال بنا گیا قال ابن کثیر کان قصہ ھذا العراقی کانت قبل ان یرسل عثمان المصحف الی الافاق حتما قال یعنی ابن کثیر نے کہا شاید یہ قصہ قبل اسکے کہ عثمان نے مصحف کو اطراف و جوانب میں روانہ کیا ہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس لزام کو اس طرح مٹانا کہ ابھی قرآن مرتب ہی ہوا تھا لہذا یہ سب دقتیں پیش آئیں مگر فن رجال کی نادرین نے ان سب بہتاندوں کو باطل کر دیا کیونکہ ابن حجر کہتے ہیں وفیہ نظر فان یوسف بن مالک لم یدرک زمان ارسل عثمان المصاحف الی الافاق فقد ذکر المزی ان روایتہ عن ابی بن کعب مرسلہ وابی عاش بعد ارسال المصاحف علی الصحیح و قد صرح یوسف فی الحدیث انہ کان عند عائشہ حین سالھا ھذا العراقی والذی یظھر لی ان ھذا العراقی کان ممن یاخذ القراءۃ ابن مسعود وکان ابن مسعود لما حضر مصحف عثمان الی الکوفۃ لم یوافق علی الرجوع عن قراتہ ولا علی اعدام مصحفہ کما سیاتی بیانہ بعد الباب الذی یلی ھذا فکان تالیف مصحفہ مغایرۃ لتالیف عثمان ولا شک ان تالیف المصحف العثمانی اکثر مناسبۃ من غیرہ فلھذا اطلق العراقی انہ غیر مولف صفحہ ۱۳ جلد ۱۰

یعنی اس تقریر میں اس وجہ سے نظر ہے کہ یوسف ابن مالک راوی حدیث کو وہ زمانہ نہیں ملا جس زمانہ میں عثمان نے مصحف بھیجا تھا تو پھر یہ کہنا کہ یہ واقعہ قبل ترتیب عثمان تھا غلط ہوا اس لئے کہ اس کی روایتیں ابی بن کعب سے بطور ارسال ہیں۔ اور ابی مصحف بھیجنے کے بعد زندہ رہے لہذا

معلوم ہوا کہ یہ زمانہ مابعد کا واقعہ ہے ) اور خود یوسف بن مالک نے اس کی تصریح
کی ہے کہ وہ عایشہ کے پاس موجود تھا جس وقت اس عراقی نے سوال کیا اور جو
کچھ مجھے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس عراقی نے قرآن کو سیکھا تھا ابن مسعود
سے اور ابن مسعود نے اُس قرآن سے جسے عثمان نے کوفہ بھیجا تھا مخالفت کی
اور اپنی قرأت پر باقی تھے اور اسپر نہ راضی ہوئے کہ اُن کا قران معدوم کیا جائے
جیسا کہ آیندہ آتا ہے۔ اور مصحف ابن مسعود مخالف تھا تالیف عثمان کے اور اسمیں
بھی شک نہیں کہ تالیف مصحف عثمان زیادہ مناسب تھا بہ نسبت غیر کے
لہذا اس عراقی نے اپنے قران کو کہا کہ وہ غیر مرتب ہے

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ قران غیر مرتب تھا جس سے ترتیب قرآن
کا بہ اجتہاد صحابہ ظاہر ہے کیونکہ اگرچہ ابن حجر نے یہ الزام ابن مسعود کے قران
پر قایم کیا ہے مگر ہمارا مدعا اس سے بھی ثابت ہے کیونکہ اگرچہ قرآن وہ ترتیب
کردہ ابن مسعود تھا مگر ترتیب اسکی تعلیم رسول ہوتی تو وہ غیر مرتب نہ ہوتا کیونکہ
کسی سنی کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ ابن مسعود پر اس کا الزام قایم کرسکے۔
حالانکہ یہ تاویل ابن حجر خود محل نظر ہے کیونکہ اس کو وہ خود قبول کرلی ہیں
کہ ارسال مصاحف عثمانی کا زمانہ اُسے نہیں ملا اور یہ بھی مسلمات سے ہے کہ عثمان
عثمان نے ابن مسعود سے قران کو بجبر لیا اور اُسے جلا ڈالا۔ پھر وہ قران باقی کہاں
تھا جو حضرت عایشہ سے یہ طالب قران ہوتا کہ اپنے قرآن کو صحیح کرلے۔ تو
اب بالیقین معلوم ہوا کہ یہ تصحیح و تنقیح مصحف عثمانی سے متعلق ہے جسے وہ ناکافی
سمجھتا تھا اور ام المومنین سے طالب ہوا کہ انکے ذریعہ سے وہ اصلی قرآن ملیگا
ورنہ اگر ابن مسعود کے قرآن کی تصحیح مقصود ہوتی تو اسکے لئے ام المومنین سے کیوں
طالب ہوتا عثمانی قرآن تو اسکے پاس موجود تھا اور اگر اس میں غلطی تھی تو
تو جس سے چاہتا صحیح کرلیتا

تیسری حضرت عایشہ کا کہنا کہ تیرا اس میں کیا نقصان ہے کہ قران کو غیر مرتب

ہوسے کسی آیہ کو قبل پڑھے دوسرے آیہ کے صاف بتا رہا ہے کہ غیر مولف کا
اوام مصحف عثمانی سے متعلق ہے جس کی نئے ترتیبی سبکو معلوم تھی کہ اسکی
ترتیب مطابق نزول نہیں ہے اسی لئے حضرت عایشہ نے بتایا کہ اس سے
کوئی ہرج نہیں ہے۔

چوتھی ترتیب نزول کی حکمت اور مصلحت جو انھوں نے بتائی وہ بھی
اسیکی دلیل ہے کہ قصد تصحیح مصحف عثمانی سے متعلق ہے کیونکہ وہ بتاتے ہے
ہیں نزول قران اسطرح اس غرض سے ہوا کہ لوگوں کو نفرت نہو جس کے
مطلب انکے خیال میں یہ تھے کہ یہ غرض ابتدای نزول سے متعلق تھی اب
اس کی چنداں ضرورت نہیں رہی لہذا اگر ترتیب اولٹ دی گئی تو کوئی
مضایقہ نہیں۔

پانچویں ان سب قصونکے بعد عایشہ کا اپنے مصحف کو نکالنا اور مطابق اسکے
لکھوانا صاف بتا رہا ہے کہ وہ بھی اس قرآن کو غیر مرتب مانتی تھیں اور اس کو
مطابق عراقی کے قرآن کو درست کر دیا۔

تعداد سورہ ہائے قرانی. اب یہاں اسکو بھی سن لیجئے کہ اہل سنت کے یہاں صرف اسی میں نہیں اختلاف ہے کہ آیتوں اور سورہ ہائے قران کی ترتیب تعلیم رسول سے تھا یا اجتہاد صحابہ بلکہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ قران کے سورے کتنے ہیں

میں یہاں اُن روایات سے نہیں بحث کرتا جو سابقا مرقوم ہو ہیں کہ ایک
سلم قران حضرت سے غایب ہو گیا آپ بھول گئے نہ ان روایات کے مطلب
جن میں اُن سوروں کا ذکر ہے جو سورہ بقرہ کے برابر تھا اور فلان فلان
سوروں کی اتنی آیتیں کم ہوگئیں۔ بلکہ میرے بحث اُن قرانوں میں منحصر ہے جو
مرتب ہوئے اور ایک زمانہ تک شایع بھی رہے۔ مگر مصلحت خلافت نے زیادہ
رائج رہنے نہ دیا۔ اتقان میں ہے لما سورہ ھنا مئۃ و اربع عشرۃ سورۃ

باجماع من یعتد به و قیل ثلث عشرة بجعل الانفال و براءة سورة واحدة
اخرج ابو الشیخ عن ابی روق قال الانفال و براءة سورة واحدة
یعنی قران کے سورے ایک سو چودہ ہیں باجماع انکے جو قابل شمار ہیں
اور بعض نے ایک سو تیرہ کہا ہے کیونکہ وہ سورہ برات اور انفال کو ایک سمجھتے ہیں
سورہ برات کا معاملہ ایک عظیم الشان معاملہ ہے جسکے متعلق پہلے بھی لکھ
چکا ہوں عن مالک ان اولها لما سقط سقط معه البسملة فقد ثبت انها
کانت تعدل البقرة لطولها اتقان
یعنی مالک سے روایت ہے کہ ابتدائی سورہ برات جب ساقط کیا گیا تو
اسکے ساتھ بسم اللہ بھی نکل گیا کیونکہ یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ یہ سورہ برابر تھا سورہ
بقر کے اپنے طول میں
اگر تصور کیجئے تو معلوم ہو سورہ برات کیونکر نکالا گیا کیونکہ یہ مسلمات سے ہے کہ
عہد خلیفہ اول تک متفرق اوراق پر قران لکھا گیا تھا اور حسب روایت مقبولہ
اسمیں بیشتر نام تھے منافقین کے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ ابتدای اوراق یکدم
نکال لئے گئے جسکے ساتھ بسم اللہ بھی تھا اور وہی ورق رہ گیا جسپر براءة من اللہ
ورسولہ لکھا ہوا تھا اور وہی ابتک رائج ہے
اسپر لطف یہ ہے کہ اج تک بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ جزو قران مانا گیا نہ جزو
سورہ حالانکہ ہر سورہ کی ابتدا میں مکتوب موجود ہے۔ پھر اس پر افسوس بیکار ہے
کہ سورہ برات پر کیوں نہ بسم اللہ لکھا گیا
اتقان صفحہ ۲۰ میں ہے وفی مصحف ابی ست عشرة لانه کتب فی
اخره سورة الحفد و الخلع اخرج ابو عبید عن ابن سیرین قال
کتب ابی ابن کعب فی مصحف فاتحة الکتاب والمعوذتین و
اللهم انا نستعینک و اللهم ایاک نعبد و ترکهن ابن مسعود و
کتب عثمان منهن فاتحة الکتاب والمعوذتین

یعنی مصحف ابی بن کعب میں ایک سو سولہ سورہ تھا کیونکہ انھوں نے آخر قرآن میں سورہ حفد و سورہ خلع کو بھی لکھا تھا ابو عبیدہ نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ ابی ابن کعب نے لکھا تھا یعنی سورہ فاتحہ اور معوذتین اور اللھم انا نستعینک اور اللھم ایاک نعبد کو بھی لکھا تھا اور ابن مسعود نے ان سب کو نہیں لکھا تھا۔ اور عثمان نے صرف فاتحہ و معوذتین کو لکھا تھا۔

اس مضمون کی چند روایتیں لکھی ہیں کہ سورہ حفد و خلع ابی بن کعب کے مصحف میں لکھا ہوا تھا ابن عباس کی بھی یہی قرأت تھی۔ عمر بن الخطاب نے بھی نماز میں بعد رکوع قنوت میں پڑھا تھا مگر قرآن موجودہ سے خارج کر دیا گیا۔

سورہ فیل و لایلاف اور سورہ الضحیٰ والم نشرح کا ایک سورہ ہونا

علامہ سیوطی اس روایت پر کہ ابی ابن کعب کے قرآن میں ایک سو سورہ تھا یہ اعتراض کرتے ہیں تلبیہ کذا نقل جماعۃ عن مصحف ابی انہ ست عشرۃ سورۃ والصواب انہ خمس عشرۃ فان سورۃ الفیل و سورۃ لایلاف قریش فیہ سورۃ واحدۃ ونقل ذالک السخاوی فی جمال القراء عن جعفر الصادق و ابی نھیک ایضا قلت ویردہ ما اخرجہ الحاکم والطبرانی من حدیث ام ھانی ان رسول اللہ صلعم قال فضل اللہ قریشا بسبع الحدیث وفیہ ان اللہ نزل فیھم سورۃ من القرآن لم یذکر فیھا معھم غیرھم لایلاف قریش وفی کامل الھذلی عن بعضھم انہ قال الضحیٰ والم نشرح سورۃ واحدۃ نقلہ الامام الرازی فی تفسیرہ عن طاوس وغیرہ من المفسرین ص ۶۱

یعنی اگرچہ ایک جماعت محدثین نے یہی نقل کیا ہے کہ مصحف ایک سو سولہ سورہ تھا مگر صواب یہ ہے کہ وہ ایک سو پندرہ سورہ تھا کیونکہ انکے مصحف میں سورہ فیل اور سورہ لایلاف قریش ایک سورہ تھا امام سخاوی نے جمال القراء میں بھی یہ روایت کی ہے امام جعفر صادق علیہ السلام اور ابی نھیک سے سیوطی

کہتے ہیں کہ اس روایت کو رد کرتی ہے وہ روایت جو رسول اللہ سے بنقل حاکم اور
طبرانی منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا قریش کو خدا نے سات باتوں سے فضیلت
دی ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے کہ ایک خاص سورہ لِایلاف اُنکے شان میں نازل
کیا جسکے ساتھ اور کسیکو نہیں ذکر کیا اور کامل ہذلی میں یہ روایت ہے کہ سورہ
والضحیٰ اور الم نشرح ایک سورہ ہے جیسا کہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں روایت
کی ہے طاوس وغیرہ سے

ہاں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اہل سنت زیادہ تر اسی سورہ فیل کو تنہا
یا سورہ لایلاف کو تنہا نماز میں پڑھتے ہیں جس سے سمجھ سکتے ہیں کہ کسقدر یہ لوگ
احتیاط کرتے ہیں کیونکہ اگر فرض کر لیجئے کہ اگر فی الواقع یہی تھا تو ان کی نماز
کیا ہوگی بخلاف شیعوں کے کہ انکے یہاں نہایت احتیاط کی جاتی ہے

غرض ان اختلافات سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ خود سورہ ہائے قرآن میں کسقدر
اختلاف ہے کہ کہیں دو سورہ کو ایک کر دیا ہے کہیں ایک کو دو پھر مخاطب صاحب کا
اس پر اصرار ہے یہ کلام کس قسم کا سمجھنا چاہئے۔

سیوطی نے اس روایت کو رد کرنا چاہا ہے جو درباره اتحاد سورہ فیل اور
سورہ لایلاف ہے مگر یہ اصول انکے پیش نظر رہا کہ ابی بن کعب کے مصحف میں
یوں ہی مرقوم تھا اسکے مقابلہ میں یہ روایت حاکم طبرانی جو خود مشکوک نظر
سے دیکھے جاتے ہیں اور یہ روایت بلا سند ہے کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے
حالانکہ بعد تسلیم روایت بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اگر سورہ فیل و لایلاف کو
ایک سورہ بھی مان لیں تو بھی اس حدیث کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ اور
اس سے بھی قطع نظر کریں تو سورہ والضحیٰ اور الم نشرح کے ایک سورہ
ہونے میں تو سیوطی نے بھی کوئی عذر نہیں کیا

آخری نتیجہ ان سب روایتوں اور تحریروں کا یہی نکلتا ہے کہ نہ ترتیب
آیات قرآنی میں اس کا لحاظ کیا گیا کہ حضرت نے اس کی کیا ترتیب معین کی

ہانی تھی کیونکہ جہاں معلوم تھا اور جو سورہ جس حال میں ملا اسی طرح لکھ دیا
یہی سورے مرتب ہیں اور جہاں ان لوگوں کو کچھ پتہ نہ چلا وہاں اپنی اسائے
و دخل دینے کرنے سمجھے بیجے لکھ دیا جس سے وہ مقامات اجتک مفسرین
کی جانکاہی میں مدد دیتے ہیں

اسی طرح ترتیب سورہ ہائے قرآن میں اس سے زیادہ بے احتیاطی
کی گئی اور عنصر یہودیت نے سورہ بقر اور سورہ آل عمران کو مقدم کردیا حالانکہ
خود اسی سورہ بقر میں ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا
بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین
اگر تم کو شک ہو جو نازل کیا ہمنے اپنے بندہ پر پس لاؤ ایک سورہ بھی مثل اسکے
سے اور بلاؤ تم اپنے شہدا کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے

فاتوا بسورۃ من مثلہ کی تنکیر کہہ رہی ہے کہ بہت سے سورے اسکے ہیں
تم ان میں سے ایک کا بھی مثل بنا لاؤ مگر تقدیم سورہ بقر سے یہ دعوی ٹھیک
نہیں بنتا کیونکہ ابھی تک تو بظاہر یہی ایک سورہ ہے جسکے معنی ہوے کہ تم
ایسا ایک سورہ بنا لاؤ جو شان بلاغت اور لاتحدی دونوں کے خلاف ہے

اگر جامعین قرآن صاحب عقل ہوتے یا کچھ بھی وجوہ فصاحت و بلاغت کا
ادراک کرتے تو ایسے امور ان سے نہ ظاہر ہوتے جس سے آج تک قرآن مجید ایسی
حالت میں ہے کہ شب و روز مخالفین اسلام طعنہ زن ہیں

اب میں مخاطب حنفا کے اقوال پر ایک نظر سرسری ڈالتا ہوں جس سے
معلوم ہو کسقدر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ آپ کا قیاس تو ضرور اس کو مقتضی ہے
کہ جب حضرت نے آخر سال وفات میں قرآن کو دو بار عرض کیا تھا تو سورتوں کی
ترتیب بھی آنحضرت سے لیتے۔ مگر اس کا کس کے پاس علاج ہے کہ جس کو خدا و
رسول نے محرم قرآن بنایا اور مرتے وقت تک حضرت آنی تارک فیکم الثقلین
کتاب اللہ و عترتی فرماتے رہے اس سے ایسا عدول کیا گیا کہ باوصفیکہ

بعد وفات رسول اس نے سب سے پہلے یہی کام کیا کہ قران کو جمع کیا اور صحابہ کے
پاس لائے مگر نہ وہ قران لیا گیا نہ وہ قران کا لانیوالا قابل قبول ٹھہرا

اگر انکو حضرت علیؑ کی نسبت یہ عذر ہے کہ وہ مدعی خلافت تھے لہذا وہ نا قابل
قبول تھے تو عبد اللہ بن مسعود کے نسبت کیا کہو گے جن سے اخذ قران کا خاص
طور پر رسول اللہ نے حکم دیا تھا اور بہ اتفاق روایت بخاری وہ سب سے بڑھ کر عالم
قران تھے اور عہد رسول میں انھوں نے قران جمع کیا تھا اور عرضۂ آخرین میں بااتفاق
وہ شریک ہیں اب آپ ہی بتائیے کہ ایسے شخص کا جمع کیا ہوا قران نہ لینا اور
ایک نوجوان یہودی بچہ سے لکھوانا کیا کہہ رہا ہے

پڑھو ابن مسعود کا نوحہ فتح الباری میں ان عبد اللہ بن مسعود کرہ
لزید بن ثابت نسخ المصاحف وقال یا معشر المسلمین اعزل عن نسخ
کتابۃ المصحف ویتولاھا رجل واللہ لقد اسلمت وانہ لفی صلب رجل
کافر یرید زید بن ثابت واخرج ابن ابی داؤد من طریق بن مالک
بالتحاء اصغر سمعت ابن مسعود یقول لقد اخذت من فی رسول اللہ
سبعین سورۃ وان زید بن ثابت لصبی من الصبیان ص۲۲۵ جلد ۹

کہ ابن مسعود نے مکروہ سمجھا زید بن ثابت کی کتابت قران کو اور کہا اے گروہ
مسلمین کیا میں معزول کیا جاؤں کتابت مصحف سے اور اس کا متولی وہ مرد ہو
کہ جب میں اسلام لایا تو وہ ایک کافر کے نطفہ میں تھا مراد اس سے زید بن ثابت
تھے دوسری روایت میں ہے کہ ابن مسعود کہتے تھے میں نے کچھ اوپر ستر
سورے خود رسول اللہ سے یاد کئے اور اسوقت زید ابن ثابت لڑکوں کے ساتھ
کھیل رہے تھے

آخر انصاف کرنا چاہئے کہ ابن مسعود کی یہ داد و فریاد کیلئے وجہ تھی کیا
کسی دنیوی منفعت کے لیے یہ شور و غل تھا؟ اب ایسا خیال کریں تو ممکن ہے
مگر کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ ابن مسعود کی یہ فریاد کسی دنیوی غرض سے

تھی بلکہ وہ ضرور بخیال در ردین تھا کہ میں نے جو عمر صرف کی تعلیم وتعلم قرآن میں تو محروم رہوں اور ایک نادان بچہ کافر اس کا متولی قرار پائے۔ آخر دیکھا آپ نے کہ اس نے کیا کیا اسی بچا نتی سوروں کو موخر کر دیا اور سورہ بقر و سورہ ال عمران کو مقدم کر دیا جس کے نام کو اپنی بیہودہ دست کے مناسب سمجھا تھا

ان کو بھی جانے دیجئے کہ یہ بھی نے الثلثہ اولیان اہل بیت طاہرین سے تھے ابی بن کعب نے کیا قصور کیا تھا جو سب سے پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ کے کتابت کی خدمت مدینہ میں انجام دی فتح الباری میں ہے وقد کتب له قبل زید بن ثابت ابی بن کعب وھو اول من کتب له بالمدینۃ

۳۲۴ کہ قبل زید بن ثابت ابی بن کعب نے کتابت کی تھی اور یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے حضرت کی کتابت کی مدینہ منورہ میں

اب آپ ہی انصاف فرمایئے کہ ایسے بزرگان صحابہ جامعان قرآن کاتبان وحی کے ہوتے ہوئے زید بن ثابت سے یہ کام کیوں لیا گیا اگر غرض نفسانی یا ذاتی خواہشیں اس میں نہ شریک تھیں تو یہ لوگ کیوں جمع قرآن سے نکالے گئے اور انلوگوں سے کام لیا گیا جنھیں وہ صحابہ کافر بچہ کہتے ہیں

پس کیا آپ کا قیاس اس کا مقتضی نہیں ہے کہ جنلوگوں نے اسطرح قرآن کی بے حرمتی کی انکے شان میں ہلاہاد وکلمہ کہہ سکیں۔

ترتیب سور کے بارے میں عجب طرح کی گول تقریر کرتے ہیں پس ضرور ہے کہ سورتوں کی ترتیب کا توقیفی ہونا بھی اسی طریقہ سے معلوم ہوا ہوگا اور سورہ برات وانفال کے متعلق کوئی خاص حکم حضرت نے نہ دیا ہوگا جس کے مطلب تو ظاہر ہیں کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی نہیں ہے مگر صاف لفظوں میں نہیں کہتے جو طریقہ نفاق ہے لہذا اس کی اصلیت میں آپ کو بتاتا ہوں۔ اتقان میں ہے صفحہ ۱۰ والذی ینشرح الاصدر ما ذھب الیہ البیھقی وھو ان جمیع السور ترتیبھا توقیفی الا براءۃ والانفال ولا ینبغی ان یستدل

یقرء منہ سورا و لا علی ان ترتیبہا کذالک وحینئذ فلا یرد حدیث
قرأتہ النساء قبل العمران لان ترتیب السور فی القراۃ لیس بواجب
و لعلہ فعل ذالک لبیان الجواز

یعنی جس بیان سے سینہ کشادہ ہوتا ہے وہ مذہب بیہقی ہے کہ کل سورتوں
کی ترتیب بتعلیم رسول اللہ ہے الا سورہ برائت و سورہ انفال اور کوئی اس سے
استدلال نہیں کرسکتا کہ حضرت کسی سورہ کے بعد کسی سورہ کو پڑھتے تھے کہ ترتیب
قرآن کبھی یونہی ہے تو حضرت کا سورہ نسا کو قبل سورہ آل عمران پڑھنا
اس ترتیب کو باطل نہیں کرسکتا کیونکہ ترتیب سورہ قران میں واجب نہیں اور شاید
حضرت نے ایسا اس لئے پڑھا ہو کہ جواز اس کا معلوم ہو

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ انکے دلپر کیسا پہاڑ بنا ہوا تھا کہ بیہقی کے
اس ترکیب سے ان کا سینہ کشادہ ہو گیا مگر ہاے کیونکر دل کشادہ ہوسکتا ہے جس کا
یہ خلاف خدا و رسول کوئی عقیدہ رکھے کیونکہ خود انھیں سیوطی کے بیان سابق
سے معلوم ہوچکا جمہور علما کا یہی مذہب ہے کہ ترتیب سورہ باجتہاد صحابہ ہے
پھر بیہقی کے اس بیان سے کیا انشراح ہوسکتا ہے حالانکہ اس جمہور علما کے
پریسیڈنٹ امام مالک ہیں تو کیا بمخالفت امام مالک بیہقی کا کوئی قول جو انکا ذاتی
ہو قابل قبول ہوسکتا ہے

مخاطب نے بھی اس مضمون کو ان لفظوں میں ادا کیا ہے اور قران کی سب
سورتوں کی ترتیب کا بھی توقیفی ہونا ہمین مقصود دلی ہے مگر یہ مقصود ملی پورا
کیونکر ہو قرآن کا لفظ لفظ آیہ آیہ فریاد کررہا ہے کہ ہمارے ساتھیوں سے جدا کر دیا گیا اور ہماری
ترتیب کو اس طرح اولٹ دیا جسطرح کہ ابو حنیفہ نے شریعت محمدیہ کو الٹ دیا

مخاطب تو یہ کہتے ہیں کہ ترتیب قرآن میرے خیال ناقص میں صرف آپکی تلاوت
سے نہیں عمل کی گئی بلکہ اسکے لئے خاص اہتمام حضور پرنور نے کیا تھا جس کا بیان
جلا تو بیشک صحیح ہے کیونکہ ابھی آپنے قول سیوطی میں ملاحظہ کیا کہ حضرت سورہ نسا کو

سورہ آل عمران کے قبل پڑھتے تھے۔ مگر اوس طرح نہیں ترتیب دیا گیا بلکہ جس طرح زید نے چاہا مرتب کر دیا کہ آل عمران کو پہلے اور سورہ نسا کو بعد لکھا جس سے اس قدر تو بالیقین معلوم ہوا کہ جس ترتیب سے حضرت تلاوت فرماتے تھے نہیں لکھا گیا۔

رہا یہ بیان کہ ممکن ہے حضرت نے اس طور پر بغرض بیان جواز پڑھا ہو یا ترتیب واجب نہیں پس یہ تو وہی حضرات خوش عقیدہ ایمان لا سکتے ہیں جو حضرت کے اقوال و افعال کو مصداق ان الرجل لیہجر سمجھتے ہیں ورنہ اہل اسلام تو حضرت کے قول و فعل کو خالی از حکمت نہیں سمجھتے۔

اللہ اللہ یہ کیسا ایمان ہے کہ حدیث صحیح و صریح موجود ہو کہ آپ یوں پڑھتے تھے وہ تو نہ قبول کیا جائے بلکہ اس کی تاویل کی جائے اور زید بن ثابت جس کی نسبت ابن مسعود انہی صاحب رجل کا فر کہیں وہ ایسا مستند سمجھا جائے کہ حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قول فعل اس کے مقابلہ میں نعوذ باللہ بیکار قرار پائے

مخاطب کا یہ قول بلکہ اسکے لئے خاص اہتمام حضور پر نور نے کیا تھا یہ اسوقت بہت موزوں ہوتا کہ آپ بھی اولیاء اللہ کی طرح کشف و کرامات کرتے کیونکہ ممکن ہے اس کا علم ذاتی طور پر آپ کو ہوا ہو۔ ورنہ آپ کی اس کثافت جسمانی اور ظلمات جہل کو تا دانی یہ تو کوئی نہیں باور کر سکتا کہ بخاری و سیوطی کو نہ معلوم ہوا آپ کو معلوم ہو جائے

بیشک حضور پر نور نے پورا اہتمام کیا تھا اور ایک شخص قدسی صفات کے حوالہ کیا تھا جس کو خدا نفس رسول کہہ رہا ہے اور اپکے علما بھی معصوم مانتے ہیں مگر خدا کی . ہو اس پر جس نے اس اہتمام رسول کو درہم و برہم کیا اور اوس کے جمع کئے ہوئے قرآن کو نہ لیا اور اپنے اغراض نفسانی کے لئے یہ کیا جو آپکے پیش نظر ہے

اسکے بعد اُن کا یہ کہنا ہے پھر میں اس سے در گذر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یہ تو ہم لوگوں کا عین مقصود ہے اگر علمیکے نزدیک برآت و انفال کی ترتیب بھی توقیفی ہے تو چشم ما روشن۔ عجب اعجب ہے

کیونکہ خود پہلے اس کو بدو کر چکے ہیں اور مخالف رائے علما قرار دے چکے ہیں اسپر بھی اس خیال خلاف واقع کو چشم ما روشن کہہ رہے ہیں اس خوش فہمی کا کیا جواب ہے۔

اگر ایسی ہی خلاف واقع باتوں سے آپ کی آنکھ روشن ہوتی ہے تو مہربان صاحب کا مذہب اہل قرآن اختیار کیجئے جو دعویٰ کی حیثیت اس کی مدعی ہیں کہ یہ قرآن اسی طرح مرتب نازل ہوا اور اسی وقت کی شریعت ناسخ اور نہ کوئی حکم جو کچھ ہے وہ یہی قرآن ہے اسکے سوا نہ کوئی حدیث ہے نہ کوئی قول

پس اگر اس مذہب کو آپ اختیار کریں تو چشم ما روشن دل ما شاد

**قولہ** آخری سوالات ۔ آپکے آخری سوالات کے جواب میں گذارش ہے کہ

(۱) ختم قرآن کا رواج تراویح میں جیسا آج کل ہے بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وقت سے ہے اسکے لئے زیادہ تفتیش کی ضرورت نہیں صرف اسی پر غور کر لینا کافی ہے کہ اگر یہ التزام زمانہ مابعد میں پیدا ہوا ہوتا تو ضرور ہے کہ کتب حدیث وسیر میں اس کا ذکر ہوتا اور جس نے اس طریقہ کو جاری کیا تھا اس کا نام بہت جلی قلم سے صفحات تاریخ میں ملتا جیسا کہ تراویح کی ترویج پر حضرت فاروق اعظم کا ذکر ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رواج بھی حضرت عمر ہی کے زمانہ سے ہے۔

حضرت عمر نے تراویح میں امام حضرت ابی بن کعب کو بنایا تھا اسکی وجہ بھی علمانے یہی لکھی ہے کہ وہ اقرء تھے۔

فقہا بھی ایک زبان ہو کر تراویح میں ختم قرآن کو سنت لکھتے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ تراویح کی مشروعیت محض ختم قرآن ہی کے لئے ہوئی

سے ہے پس اگر ختم قرآن کا رواج حضرت عمر کے زمانے سے ہوتا تو اسپر سنت کا اطلاق کسیطرح صحیح نہ ہوتا سنت اسی فعل کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو۔ اگر کہا جائے کہ شاید حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما نے ان کو رواج دیا ہو اس سبب سے اسکو سنت کہتے ہیں تو جواب دیا جائے گا کہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے یا امر ثابت نہیں ہے ہر خلیفہ نے جو جو کارنمایاں اپنی عمر میں کئے ہیں سب تواریخ میں مذکور ہیں یہانتک کہ ذرا ذرا سے کام بھی لکھے ہوئے ہیں پس اگر اس امر عظیم الشان کا رواج حضرت عثمان و علیؓ نے کیا ہوتا تو ضرور انکے کارناموں میں اسکا ذکر ہوتا۔

آپ فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے تو آپ کو واضح ہو جائیگا کہ ختم قرآن کے سنت ہونے کو فقہا کس اہتمام و التزام سے بیان کرتے ہیں اور اس کی کیسی سخت تاکید کرتے ہیں کہ لوگوں کی کسلمندی کے سبب سے اس سنت کو ترک نکرنا چاہیئے۔

**اقول** ماشاء اللہ چشم بد دور۔ جو منطق ہے آپ کی نرالی۔ اثبات کے لئے تو کسی تفتیش کی ضرورت نہیں آپ کا قول وحی ربانی ہے کہ تمام معتقدین اسکو مان لیں کہ جو طریقہ ختم تراویح کا آج کل رائج ہے وہی بزمانہ عمر تھا۔ مگر اسکے نفی کیلئے ضرورت ہے کہ تواریخ میں تفحص کیا جائے اگر حضرت عمر نے اس کو رائج کیا ہوتا تو جس نے رائج کیا اس کا نام بہت جلی قلم سے صفحات تاریخ میں ملتا کیوں صاحب آخر یہ تفرقہ کس اصول پر ہے پہلے اثبات کیا جاتا ہے یا نفی کی دلیل مانگی جاتی ہے اگر عمر صاحب نے اس طریقہ کو جاری کیا ہوتا تو جن مورخین نے عمر صاحب کی بدعتیں اس شد و مد سے اولیات میں لکھی ہیں کیا انکے ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی تھی جو اسکو نہ لکھ سکتے کہ ختم قرآن کے موجد بھی خلیفہ دوم ہیں اور انھوں نے فلاں فلاں صوبہ میں فلاں فلاں شہر میں فلاں فلاں حافظوں کو بھیجا۔ یہ سب تو لکھا جائے کہ اسطرح عمر صاحب نے

گشت کرتے مسجد میں پہونچے اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر ایک ہفتہ بعد تراویح کا حکم دیا اور نعمۃ البدعۃ کے خطاب سے سرفراز کیا۔ اور ابی بن کعب کو امام بنایا مگر نہ یہ لکھ سکے کہ حافظوں کا ہر سال پارسل ہر ملک میں آپ روانہ کرتے تھے۔

معلمان قران کا ذکر ہو حکام صوبہ کا نام لکھا جائے۔ عمال لشکر قلم بند ہوں تواریخ میں سب باتیں آئیں جنکی نسبت خود آپ لکھتے ہیں " ہر خلیفہ نے جو کارنمایاں اپنی عمر میں کئے ہیں سب تواریخ میں مذکور ہیں یہانتک کہ ذرا ذرا سے کام بھی لکھے ہوئے ہیں " مگر نہ لکھا گیا تو عمر صاحب کا یہ انتظام اور یہ اہتمام ختم قرآن میں جسپر آپ کو یہ قیاس لگانا پڑا " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رواج بھی حضرت عمر ہی کے زمانہ سے ہے "۔

اے میرے لایق مخاطب آپ کسی شیعہ کا جواب، نہیں لکھ رہے ہیں کہ جو چاہیں لکھ جائیں ایک ذی علم سنی کے مقابلہ میں لکھ رہے ہیں جنکی تحریر کو دوستانہ بھی کہہ رہے ہیں۔ پھر کیوں ایسی مضحک تقریر کرتے ہیں جسپر وہ مضحکہ کریں۔ کیونکہ ان کا سوال انکے لفظوں میں حسب ذیل ہے

(۱) جیسا رواج تراویح میں ختم قرآن کا فی زمانہ ہے۔ کیا ایسا ہی رواج بزمانہ خلافت حضرت عمر بھی تہا چند معتبر اسناد "۔

کیا آپ کی نظر انور آخری فقرہ " چند معتبر اسناد " پر نہیں پڑی یا آپنے کوئی سند دی ہے اگر یہی سند ہے جو آپ نے تحریر کیا تو بجز سبحان اللہ کیا کہہ سکتا ہوں۔

افسوس یہ ہے کہ ہمکو قلم اٹھانا پڑا تو ایسے شخص کے مقابلہ میں جسے نہ لفظ سند کے معنی معلوم ہیں نہ معتبر کے بلکہ وہ اسکو معتبر سند سمجھتا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو جو اس کا موجد ہوتا اس کا نام تواریخ میں ملتا لہذا معلوم ہوا کہ یہ بھی ایجاد عمری ہے

**تراویح کا بدعت ہونا** اڈیٹر صاحب اگر عمر صاحب کی بدعت تراویح کو آپ

قایل الزام نہیں سمجھتے تو یوں سمجھیے کہ آپ کے پیر بھائی مولوی وکیل احمد صاحب اپنی کتاب اصباح الحق الصریح میں لکھتے ہیں بعض حضرات نے (مولوی صدیق حسن خاں بھوپالی حاشیہ) تو غضب ہی کیا ہے حضرت عمر کو صاف وصریح خاطی قرار دیا ہے انتقاد الرجیح کے مسایل ملحقہ میں لکھتے ہیں واما قوله نعم البدعة فليس في البدعة ما يمدح بل كل بدعة ضلالة پھر نہایت نے باکی سے حضرت عمر کو مخترع بدعۃ ضلالہ ٹھہرایا نعوذ باللہ منہا عبارت اس کی بقدر ضرورت یہاں لکھی جاتی ليس المراد بسنة الخلفاء الا طريقهم الموافقة بطريقة من جهاد الاعداء وتقوية شعاير الدين ونحوها و معلوم من القواعد الشرعية انه ليس بخليفة راشد ان يشرع طريقة غير ما كان عليه النبي ص ثم ان عمر نفسه الخليفة الراشد سمى ما رآه من تجميع صلواته بدعة ولم يقل انها سنة

اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ اس شخص نے جماعت تراویح کو مخالف حکم سرور عالم سمجھ کر اسپر استدلال سنت کا ناجایز خیال کیا ہے ملخصاً

اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ خود عمر صاحب تو اس تراویح کو بدعت کہیں اور مولوی صدیق حسن خان صاحب اس کو مخالف سنت کہیں اور آپ سے سنت کہیں اس کا کیا جواب ہے

آپ ختم قرآن کی کوئی سند تو دیتے نہیں کہ اسکے موجد عمر صاحب تھے مگر اپنا قیاس دوڑا رہے ہیں کہ اسکے موجد بھی عمر صاحب تھے حالانکہ تمامی علما لیکے اس بدعت پر روتے ہیں کہ ختم تراویح کی بدعت ایسی رائج ہوئی کہ نہ معلوم کتنی عورتیں اہل سنت کی نے ناموس ہو گئیں اگر باور نہو تو علامہ ابو شامہ شافعی محدث کی کتاب الباعث على انكار البدع والحوادث ملاحظہ فرمائے جس میں لکھتے ہیں

**تراویح کی بدعتیں** وقد انكر الامام الطرسوسي على اهل القيروان

اجتماعهم ليلة الختم فی صلاۃ التراويح فی شهر رمضان و نصب المنابر و بين انه بدعة منكر و ان مالكا رحمه الله تعالى كرهه ثم قال فان قيل انه يأثم فاعل ذالک فالجواب ان يقال ان كان ذالک على وجه السلامة من اللغط و لم يكن الا الرجال و النساء منفردين بعضهم عن بعض يستمعون الذكر و لم تنتهک فيه شعائر الرحمن فهذه البدعة التى كره مالک رحمه الله تع و اما كان على الوجه الذی يجری فی هذا الزمان من اختلاط الرجال و النساء و مضامة اجسامهم و مزاحمة من فی قلبه مرض من اهل الريب و معانقة بعضهم لبعض كما حكى لنا ان رجلا وجد يطاء امرأة و هم وقوف فی زحام الناس قال و حكت لنا امرأة ان رجلا واقعها فما حال بينهما الا الثياب و امثال ذالک من الفسق و اللغط فهذا فسق فيفسق الذی يكون

یعنی امام طرطوسی نے انکار کیا اہل قرآن کے اس فعل پر کہ جس روز تراویح میں قرآن ختم ہوتا ہے تو ایک بڑا مجمع ہوتا اور منبر نصب کیا جاتا ہے امام طرطوسی نے بیان کیا کہ یہ بدعت ہے اور منکر امام مالک اس کو مکروہ جانتے تھے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ کیا اس سے آدمی گنہگار ہوگا تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر مجمع اسطرح ہو کہ غل و شور نہو مرد۔ عورت علیحدہ علیحدہ ہوں وعظ و پند سنیں کسیطرح شعار دین کی توہین نہو تو یہ ایسی بدعت ہے کہ امام مالک اسے مکروہ جانتے ہیں اور اگر یہ بدعت اس طرح کی جائے جیسا کہ آج کل جاری و ساری ہے کہ مرد عورتیں ایک جگہ جمع ہوتے ہیں ایک کا بدن دوسرے سے ملا رہتا ہے شریر لوگ مزاحمت کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے گلے ملے رہتے ہیں جیسا کہ ایک مرد صالح نے بیان کیا کہ اس مجمع میں ایک مرد دیکھا گیا جو جماع کر رہا تھا

سبیا لاجتماعہم **فان قیل** ابلیس
روی عبد الرزاق فی التفسیر ان
انس بن مالک رضی اللہ عنہ
کان اذا اراد ان یختم القران
جمع اہلہ **قلنا** ہذا ہو الحجۃ
علیکم فانہ کان اذا اراد ان کان
فی بیتہ و یجمع اہلہ عند الختم
فاین ہذا من نصب المنابر و تلفیق
الخطب علی رؤس الاشہاد
فیختلط الرجال و النساء و الصبیان
و الغوغاء و تکثر الزعقات و الصیاح
و یختلط الامر و یذہب بہاء
الاسلام او قال الایمان و
قال قبل ذالک عند انکارہ
تطییب المنبر عند خروجہ الی
المسجد و اعظم من ذالک ما
یوجد الیوم فی ہذا الختم
من اختلاط الرجال بالنساء و
ازدحامہم و تلاصق اجساد
بعضہم ببعض حتی بلغنی ان رجلا
ضم امرأۃ من خلفہا فغیب بہا
فی مزدحم الناس و جاءت الینا
امرأۃ تشکو فقالت حضرت عند

ایک عورت سے حالانکہ سب کھڑے
تھے اور دوسرے نے ایک عورت کے
زبانی بیان کیا کہ ایک مرد نے اس
کے ساتھ جماع کیا اس مجمع میں صرف
پائجامہ کا آڑ رہا۔ اور اس قسم کے
بہت سے فسق و فجور ہوتے ہیں تو بیشک
وہ شخص فاسق ہوگا جو ایسے مجمع کا
باعث ہو جس میں اس قسم کا فسق
و فجور کیا جائے اور اہل سنت کو حضرت
عمر کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ انکے
بدعت تراویح کے بدولت ہزاروں
ولد الزنا پیدا ہوتے ہونگے جو سب کے
سب اہلسنت کے امام بنتے ہونگے
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عبد الرزاق
نے روایت کی ہے انس سے کہ جب
ختم قرآن کرتے (اس میں نہ تراویح
کا ذکر ہے نہ مجمع ناجائز کا) تو اپنے
اہل و عیال کو جمع کرتے پس اس کا
جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تو خود آپ ہی
پر حجت ہے کیونکہ اس سے صاف
معلوم ہوا وہ اپنے گھر میں قرآن ختم
کرتے اور اپنے اہل و عیال کو جمع
کرتے اس واقعہ کو تمہارے ان حرکات

ائمة المساجد الجهال مستشهدا
بحديث لا اصل له عند اهل الحديث
ولا دليل فيه ايضا يروى
موقوفا على علي و ابن عباس
وانما ذكره بعض المفسرين
مرفوعا الى النبي صلى الله عليه
وسلم في فضل سورة الانعام
باسناد مظلم عن ابي معاذ عن
ابي عصمة عن زيد العمي وكل
هولاء ضعفاء عن ابي نضرة عن
ابن عباس عن ابي بن كعب رضي الله
عن النبي صلى الله عليه وسلم
قال نزلت سورة الانعام جملة
واحدة يشيعها سبعون الف
ملك لهم زجل بالتسبيح والتحميد
فاغتر بذالك من سمعه من عوام
المصلين وهذا حديث اخرجه
احمد بن محمد بن ابراهيم الثعلبي
في تفسيره وكم من حديث ضعيف
فيه وقد اخرج في اول سورة
براءة ما هو ابلغ من ذالك معارض
له فذكر سنده الى عايشه
رضي الله عنها قالت قال رسول الله

جنھوں نے استدلال کیا ہے۔ ایک حدیث
ضعیف سے جو کسی طرح اسکی دلیل
نہیں کیونکہ وہ بطریق موقوف حضرت
علیؓ اور ابن عباس سے روایت کرتے
ہیں حالانکہ اصل میں یہ حدیث مرفوع
ہے رسول اللہ سے جیسے مفسرین نے
فضیلت سورہ انعام میں بسند مظلم روایت
کیا ہے ابی معاذ سے عن ابی عصمہ عن
زید عمی یہ سب ضعیف ہیں روایت کرتے
ہیں ابی نظرہ سے وہ ابن عباس سے
وابی بن کعب سے کہ حضرت نے فرمایا
سورہ انعام ایک دفعہ نازل ہوا جسکے
مشایعت میں ستر ہزار فرشتہ تھے اسی
روایت کی وجہ سے اُن جہال نے
یہ طریقہ جاری کیا اس حدیث کو ثعلبی
نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور نہ معلوم
کتنی ضعیف روایتیں اس میں موجود
ہیں حالانکہ سورہ برات کے بارے میں
بھی ایسی ہی روایت وارد ہے جو
اُسکے معارض ہے کیونکہ عایشہ روایت
کرتی ہیں حضرت سے کہ قرآن مجید جب
نازل ہوا تو ایک ایک آیہ کرکے یا
ایک ایک حرف کرکے بہ استثناء

صلی اللہ علیہ وسلم ما نزل علی القرآن الا آیۃ آیۃ وحرفا حرفا خلا سورۃ براءۃ و قل ھو اللہ احد فانھما نزلتا علی ومعھما سبعون الف صف من الملئکۃ قلت فعلی ھذا قرأۃ سورۃ براءۃ فی کل رکعۃ اولی من قرأۃ سورۃ الانعام لان معھا حین نزلت سبعون الف صف من الملائکۃ و الانعام معھا سبعون الف ملک ثم ظاھر حدیث براءۃ ان الانعام لم تنزل جملۃ متعارضا و الرجحان لبراءۃ وھذا انقولہ علی وجہ الالزام و الا فالجمع عندنا باطل واللہ اعلم ثم لو صح حدیث الانعام لم یکن فیہ دلالۃ علی استحباب قرأتھا فی کل رکعۃ واحدۃ بل ھی من جملۃ سورۃ القرآن فیستحب فیھا ما یستحب فی سائر السور والافضل لمن استفتح سورۃ فی الصلاۃ وغیرھا ان لا یقطعھا بل یتمھا الی آخرھا وھذہ کانت عادۃ السلف

سورہ برات و قل ھو اللہ احد کہ یہ دونوں نازل ہوئے مجھ پر اس طرح کہ اس کی مشایعت میں ستر ہزار صف فرشتہ تھے پس بنا بر اس روایت کے چاہیئے کہ بہ نسبت سورہ انعام اسی سورہ برات کو پڑھیں کیونکہ اس کے مشایعۃ میں تو ستر ہزار صف ملئکہ تھے بخلاف سورہ انعام کہ اسکے ساتھ صرف ستر ہزار فرشتے تھے۔ پھر اس حدیث کا ظاہر کہہ رہا ہے کہ سورہ انعام ایک دفعہ نہیں نازل ہوا تو دونوں میں تعارض ہوا اور ترجیح سورہ برات کو ہوگی یہ تقریر میری بنا بر الزام ہے ورنہ میرے نزدیک دونو باطل ہے ؎

اس عبارت کے بعد ختم مذکور کا سہرہ آپ عمر صاحب کے سر باندھیںگا تو اسکے ساتھ اس کا بھی اقرار کرنا ہوگا کہ جو قواحش اسکے بدولت ہوتے ہیں اسکے موجد بھی عمر ہی صاحب ہیں ہاں ایک فایدہ اس سے یہ بھی حاصل ہوا کہ جس سورہ برات کی نسبت آنریبل صاحب نے اقرار کیا ہو کہ اسکی ترتیب باجتہاد صحابہ ہوئی اسکی نسبت

ولاجله جاء ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ سورۃ الاعراف فی صلاۃ المغرب وان کان فرقہا فی الرکعتین لانہ لم یقطع الصلاۃ الا علی اتمام السورۃ تنزیلا للقرآن فی رکعات الصلوۃ کالقرآن نزولا ومنہ حدیث جابر فی الاعرابی الذی انحرف من الصلاۃ خلف معاذ فانہ سمعہ اذا استفتح بسورۃ البقرۃ فعلم انہ لا یرکع حتی یفرغ منہا فخرج من الصلاۃ ثم شکا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لمعاذ اقرأ بسورۃ کذا او سورۃ کذا من السور القصار التی یمکن اتمامہا من غیر تطویل علی من خلفہ اذا ثبت ہذا فنقول الیہ عنہ فمن یقرأ الانعام کلہا فی رکعۃ واحدۃ فی صلاۃ التراویح علی ما جرت بہ العادۃ لیس من جہۃ قرأتہا کلہا بل من وجوہ اخری الاول تخصیص ذالک بسورۃ الانعام دون

(باقی ابھی)

حدیث صریح اسکی بھی موجود ہے کہ ایک دفعہ نازل ہوا تو اب صحابہ کی ایمانداری اور محبت قرآن پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ کیسے مومن تھے کیونکہ باقرار مخاطب اس میں ۔۔ نام منافقین کے تھے نکال ڈالے گئے

بہرحال اب پہلا سوال میرا یہ ہے کہ اگر آپ کا قول جس نے اس طریقہ کو جاری کیا تھا اس کا نام بہت جلی قلم سے صفحات تاریخ میں ملتا جیسے کہ تراویح کی ترویج پر حضرت فاروق کا ذکر ہوتا ہے صحیح مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ اس بدعت کے موجد کا نام بھی بہت موٹے قلم سے صفحات تاریخ میں ملتا

پس بنا بر آپکے قول کے لازم آتا ہے کہ اس کا رواج بھی حضرت عمر ہی کے زمانہ سے ہے، کیونکہ آپ کا قاعدہ یہی ہے جس بدعت کے موجد کا نام نہ معلوم ہو اس کا موجد حضرت عمر کو سمجھنا چاہیے

اسی طرح قرآن کی تقسیم پاروں پر اور رکوع کا مقرر کرنا اور اعراب دینا سب کا پتہ تاریخ سے لگا ہو کہ ان کا تو کا کب سے رواج ہوا یا ان سب کو بھی حضرت عمر کی بدعتوں کی فہرست میں لکھ گا (باقی آئندہ)

# کشف الظلام

گذشتہ سے پیوستہ

اس قول سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ حضرت عمر کے پاس آیت رجم کے قران سے ہونے کی ایک شہادت تھی مگر انھوں نے صرف اپنی شہادت کی بنا پر اس کو قرآن میں نہیں لکھا اور اس کی وجہ بیان کر دی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ عمر نے کتاب اللہ میں زیادتی کر دی تو گویا اس بات کا ذریعہ انھوں نے کاٹ دیا کہ حکام ظالم اس بات کا موقع نہ پائیں کہ جس چیز کو وہ چاہیں اسکی نسبت علم کا دعویٰ کر لیں

جس سے بداہت معلوم ہوا کہ وہ اب بھی قرآن جانتے تھے منسوخ نہیں سمجھتے تھے مگر صرف اس خوف سے نہ لکھا کہ کہیں ظالم حاکم جو انکے بعد ہوں وہ بھی اسی طرح اپنے علم پر بھروسہ کر کے جس چیز کو چاہیں داخل قرآن کر دیں

تو کیا اس تصریح کے بعد بھی آپ یہی کہیں گے عمر صاحب اس کو منسوخ سمجھے تھے اور پھر چاہتے تھے کہ درج قرآن کریں اس سے بڑھ کر کونسی بدیہی ہو سکتی ہے کہ آیہ منسوخ التلاوت کو درج قران کیا چاہتے تھے حالانکہ سابقا مذکور ہو چکا ہے کہ عمر صاحب سے خود رسول اللہ نے فرمایا تھا تو اس کی کتابت پر قادر نہو گا باایں ہمہ وہ ساعی تھے زید بن ثابت نے بھی انکار کیا اور ابی بن کعب نے بھی سمجھایا مگر وہ اسی کا افسوس کرتے ہیں کہ درج قرآن نہوا اسکے بعد کوئی ذی ہوش اس کا دعوے کر سکتا ہے کہ عمر صاحب اس کو منسوخ جانتے تھے ؟

قولہ اسی وجہ سے علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح موطا میں حضرت فاروق کے قول لولا ان تقول الناس کے تحت میں لکھتے ہیں۔

والذی یظہر انہ لیس مراد عمر ہذا

ترجمہ ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی مراد اس لفظ کے

اقول افسوس کہ آپ کو محبت شیخین کہاں پہونچاتی ہے کہ اپنے عالم کے قول کو بھی پورا نہیں نقل کرتے دیکھئے اصل عبارت زرقانی اسطرح ہے (والذی نفسی بیدہ لولا ان یقول الناس زاد عمر بن الخطاب فی کتاب اللہ لکتبتہا) قال

الظاهر وانما مراده المبالغة والحث على العمل بالرجم لان معنى الآية باق وان نسخ لفظها اذ لا يسع من مثل عمر مع مزيد فقهه تجويز كتابتها مع نسخها فلا اشكال

ظاہری معنی میں نہیں بلکہ انکا مقصود صرف آیت رجم پر عمل کرنیکی تاکید و ترغیب ہے کیونکہ اس آیت کا حکم باقی ہے اگرچہ اسکی تلاوت منسوخ ہوگئی ہو کیونکہ حضرت عمر جیسے شخص سے باوجود مزید فقاہت کے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ باوجود منسوخ ہونے اس آیت کو مصحف میں اس کو لکھنا جائز سمجھیں۔

الزرکشی ظاهره ان کتابتها جائزة وانما منعه قول الناس والجائز في نفسه قد يقوم من خارج ما يمنعه واذا كانت جائزة لزم ان تكون ثابتة لان هذا شان المكتوب و بالجملة فهذه الملازمة مشكل انتهى والذي يظهر انه ليس مراد عمر هذا الظاهر وانما مراده المبالغة والحث على العمل بالرجم لان معنى الآية باق وان نسخ لفظها اذ لا يسع مثل عمر مع مزيد فقهه تجويز كتابتها مع نسخ لفظها فلا اشكال وزعم كتبها الآية انتهى

منقولہ جلد ۴ مطبوعہ مصر

یعنی زرکشی نے کہا کہ ظاہر حدیث دلالت کرتا ہے کہ کتابت اس کی جایز تھی صرف لوگوں کے کہنے نے روکا اور جو چیز جایز ہوتی ہے کبھی خارج سے ایسی باتیں قایم ہوتی ہیں جو مانع ہوتی ہیں (جسکے مطلب یہ ہوے کہ جایز امور بوجہ اسباب خارجی کے کبھی ممنوع ہوتے ہیں ویسا ہی یہاں ہوا کہ لوگوں کے کہا سنی نے عمر کو نہ لکھنے دیا حالانکہ لکھنا جایز تھا) اور جب لکھنا جایز ہوا تو معلوم ہوا کہ ثابت تھا (یعنی غیر منسوخ التلاوت تھا) کیونکہ یہی شان مکتوب ہو۔ خلاصہ یہ ملازمہ مشکل ہو اس عبارت کو لکھ کر زرقانی نے وہ جواب دیا جسے اڈیٹر صاحب نے نقل کیا کہ یہاں ظاہری معنی نہیں مراد ہے جس سے اسقدر تو بالیقین معلوم ہوا کہ معنی ظاہری یہی ہے کہ زرکشی نے بیان کیا کہ عمر صاحب اسکو غیر منسوخ التلاوۃ جانتے تھے اور لکھنے کو جایز سمجھتے تھے لوگوں کے کہنے سننے سے نہ لکھا۔

رہی وہ تاویل جو زرقانی نے کی کہ عمر صاحب نے اس غرض سے اس طرح بیان کیا کہ لوگ اس حکم پر عمل کرنا نہ چھوڑیں۔ اس لحاظ سے تو ضرور یا وقعت ہے کہ خلقت عمری ایسی ہی تھی کہ وہ اس حکم سخت کو بہت پسند کرتے اور لوگوں کو رغبت دلاتے کہ اس حکم سخت کا عمل نہ چھوڑیں جیسا کہ الشمس ص۳ جلد ۳ ص۳ میں قول سیوطی مرقوم ہو چکا لانہ اثقل الاحکام واغلظ الحد ودیگر وہاں سیوطی نے اس مضمون کو اس موقع پر لکھا تھا کہ رسول اللہ نے اس کی کتابت سے کیوں کراہت کی کہ چونکہ بہت ہی سخت تھا اس لئے حضرت نے ناپسند کیا اور یہاں عمر صاحب اسپر اسقدر زور دے رہے ہیں۔ !!

پس اس تاویل کا بطلان اسی سے ظاہر ہے کہ احکام تو بہت سے ایسے ہیں جو قرآن میں بصراحت نہیں مرقوم ہیں اور عمل اسپر ہوتا ہے پھر اس حکم خاص کے لئے کیا خصوصیت تھی جو عمر صاحب کو اسپر اصرار ہے

دوسرے عمر صاحب کا اس مضمون کو خطبہ میں اسطرح بیان کرنا ان اللہ بعث محمداً بالحق وانزل علیہ الکتاب فکان مما انزل اللہ ایۃ الرجم فقرأناھا وعقلناھا ووعیناھا رجم رسول اللہ ورجمنا بعدہ فاخشی ان طال بالناس زمان ان یقول قائل واللہ ما نجد ایۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ والرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنی اذا احصن من الرجال والنساء واذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف

صاف بتاتا ہے کہ وہ صرف شوق نہیں دلاتے بلکہ اس امر کو نہایت ہی دردناک لفظوں میں سناتے ہیں کہ خدا نے اپنے رسول پر قرآن نازل کیا جس میں ایۃ الرجم بھی تھا ہم سب نے پڑھا یاد کیا۔ محفوظ رکھا۔ خود رسول اللہ نے رجم کیا اب مجھے اس کا خوف ہے کہ لوگ کہیں ایۃ الرجم کتاب اللہ میں نہیں ہے جس سے وہ لوگ گمراہ ہونگے بسبب ترک اس فریضہ کے جسے خدا نے نازل

کیا اور رجم کتاب اللہ میں حق ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ اسوقت بھی وہ آیہ کتاب اللہ سے مانتے ہیں اور حق جانتے ہیں اور یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ نہیں وہ اسے منسوخ التلاوہ سمجھتے تھے اس کا کیا جواب ہے۔

رہا زرقانی کا یہ خیال کہ عمر صاحب باوصف اسقدر فہم و فراست کہ کیونکر ایسی تجویز کرتے بس طرفہ حماقت ہے۔ کیونکہ جب وہ اسے منسوخ ہی نہ جانتے تھے تو کیوں نہ لکھنے پر زور دیتے تعجب تو آپ لوگوں کے حال پر ہے کہ یوں تو ہر بات میں عمر صاحب کی رائے ایسی وقعت رکھتی ہے کہ قرآن و حدیث سب اُسکے مقابلہ میں ہیچ ہے اور قرآن اُن کی رائے کے مطابق نازل ہوتا پھر یہاں کیا ہوگیا جو انکے رائے سے اسدرجہ عدول کیا جاتا ہے اور کسیطرح ان کا حکم نہیں قبول ہوتا۔ صرف اس بنیاد پر کہ قرآن میں لکھا نہیں گیا۔

افسوس کہ عمر صاحب تو اسطرح گلا پھاڑ پھاڑ کر پکار رہے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ تم لوگ اسکو ترک کرکے گمراہ ہو۔ اور آپلوگ اُنہیں کو خطاکار بناتے ہیں

عمر صاحب نے اس ذیل خطبہ میں صرف اسی آیہ الرجم کو نہیں یاد دلایا ہے بلکہ دوسرے آیہ کو بھی چنانچہ وہی بخاری میں ہے۔ بعد عبارت سابقہ ثم انا کنا نقرء فیما نقرء من کتاب اللہ ان لا ترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن ابائکم او ان کفر بکم ان ترغبوا عن ابائکم یعنی ہملوگ اس آیہ کو بھی ان آیات کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جو کتاب اللہ سے پڑھا جاتا ان لا ترغبوا عن ابائکم جس سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے اس کی بھی تلاوت ہوتی تھی جواب نہیں ہوتی۔ اسکے بعد فرماتے ہیں ثم ان رسول اللہ قال لا تطرونی کما اطری عیسی بن مریم و قولوا عبد اللہ و رسولہ یعنی رسول اللہ نے فرمایا کہ تم لوگ ہمارے باب میں مبالغہ نہ کرو جیسا کہ عیسی بن مریم کے بارے میں مبالغہ کیا گیا بلکہ کہو عبد اللہ و رسولہ تو کیا یہاں بھی

یہی ارشاد ہوگا کہ یہ بھی منسوخ التلاوۃ ہے۔؟

**لطیفہ ابن حجر** ہاں یہ لطیفہ بھی یادگار ہے جو شرح میں اسکے لکھتے ہیں قال ابن التین معنی قولہ لا تطرونی ولا تمدحونی کمدح النصاری حتی غلا بعضہم فی عیسی فجعلہ الٰہا مع اللہ و بعضہم ادعیٰ انہ ہو اللہ وبعضہم ابن اللہ ثم اردف النھی بقولہ انا عبد اللہ قال والنکتۃ فی ایراد عمر ہذہ القصہ فی ذالک علیہم الغلو یعنی حتی علی من لا قوۃ لہ فی الفہم ان یظن الشخص استحقاقہ الخلافۃ فیقوم فی ذالک مع ان المذکور لا یستحق فیطریہ بمالیس فیہ فید خل فی النھی ویحتمل ان یکون المناسبۃ ان الذی وقع منہ فی مدح ابی بکر لیس من الاطراء المنہی عنہ ومن ثم قال لیس منکم مثل ابی بکر و مناسبتہ ایراد عمر قصہ الرجم الزجر عن الرغبۃ عن الآباء للقصہ التی خطب بسببہا وھی قول القایل لو مات عمر لبایعت فلانا انہ اشار بقصۃ الرجم الی زجر من یقول لا اعمل فی الاحکام الشرعیۃ الا بما وجدتہ فی القران ولیس فی القران تصریح باشتراط التشاور اذا مات الخلیفہ بل انما یوخذ ذالک من جھۃ السنۃ کما ان الرجم لیس فیما یتلی من القران وھو ماخوذ من طریق السنۃ واما الزجر عن الرغبۃ عن الآباء فکانہ اشار الی ان الخلیفہ ینزل للرعیۃ منزلۃ الاب فلا یجوز لھم ان یرغبوا الی غیرہ بل یجب علیہم طاعتہ بشرطہا کما یجب طاعۃ الاب ہذا الذی ظہر لی من المناسبۃ والعلم عند اللہ

ص ۲۶۵ جلد ۶

کہا ابن التین نے کہ مراد لا تطرونی سے یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میری مدح نکرو جیسا کہ نصاری نے عیسی ابن مریم کی مدح کی کہ کسی نے انکو شریک

خدا کیا کسی نے خود اللہ بنایا کسی نے ابن احمد پھر اسکے بعد عبد اللہ کے لفظ
کو شامل کیا اور نکتہ اس قصہ کے وارد کرنے میں یہ ہے کہ عمر کو اس کا خوف ہوا
کہ کسی کی نسبت خلافت کا استحقاق کا خیال پیدا ہو جس سے وہ اس کا مستحق
قرار پائے حالانکہ وہ مستحق نہیں ہے تو داخل سمجھی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ
اس مناسبت سے انھوں نے یہ کہا ہو کہ آگے چل کر جو مدح ابوبکر کرتے ہیں
تو کوئی اسکو مبالغہ میں نہ داخل کرے اسی وجہ سے یہ کہا کہ تم میں کوئی ایسا نہیں
ہے جس کی نسبت اسطرح گردنیں بلند ہوں

اور یہاں جو عمر نے قصہ رجم اور نفرت آبا سے بیان کیا تو اس مناسبت سے
کہ چونکہ قایل نے کہا تھا اگر عمر مرینگے تو ہم فلاں کی بیعت کرینگے۔ اس لئے عمر نے
اس نیت سے شروع کیا تاکہ دھوانکی جو کہتے ہیں کہ ہم انھیں احکام پر عمل
کرینگے جو قرآن میں ہے اور چونکہ قرآن میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ خلیفہ کے
مرنے کے بعد مشورہ ہونا ضروری ہے بلکہ وہ سنت سے ماخوذ ہے۔ اس لئے انھوں نے
قصہ رجم کو پہلے بیان کیا تاکہ معلوم ہو کہ جسطرح یہ قصہ قرآن متلو میں نہیں ہے
اور سنت سے ثابت ہے اسی طرح امر خلافت بھی ہے کہ گو قرآن سے مشورہ
کرنا ثابت نہیں ہے مگر سنت سے ثابت ہے۔ رہا یہ امر کہ آبا سے نفرت کو کیوں بیان
کیا پس اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے اسطرف اشارہ کیا کہ خلیفہ رعیت کے
لئے بمنزلہ باپ کے ہے پس اس سے علیحدگی نہ کرنا چاہئے بلکہ اوسکی اطاعت
خلیفہ واجب ہے بشرطیکہ جیسا کہ باپ کی اطاعت واجب ہے

اس لطیفہ سے معلوم ہوا کہ عمر صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ آیہ الرجم قرآن
میں نازل ہوا کتاب اللہ سے ثابت ہے۔ مگر ابن حجر اسکے یہ معنی بتلاتے ہیں
کہ قرآن متلو میں نہیں ہے سنت سے ثابت ہے پھر بتائیے اس کا کیا علاج ہے
عمر صاحب تو یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن میں اس آیہ کی تلاوت کرتے تھے
اور ابن حجر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خلافت میں مشورہ کا شرط ہونا اگرچہ قرآن کے

ثابت نہیں مگر سنت سے ثابت ہے جسطرح رجم قرآن میں نہیں ہے مگر سنت سے
اب بتائیے اس ہٹ دھرمی اور خوش فہمی کا کیا علاج ہے کہاں کا
جوڑ کہاں لگایا۔
مگر بہرحال یہ تو بصراحت معلوم ہوا کہ خلافت کے مشورہ کا ذکر قرآن میں
نہیں ہے پھر نہ معلوم کس مصلحت سے اہل سنت اسپر زور دیتے ہیں
ہاں آخری لطیفہ کہ خلیفہ رعیت کے لئے بمنزلہ باپ ہے اُن کی مخالفت جائز
نہیں بلکہ اُن کی اطاعت واجب ہے۔ اس لطیفے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ
حضرات کیسی تاویلیں کرتے ہیں جن کا نہ جوڑ ہے نہ قافیہ خلیفہ تو اپنا درد دل
ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ آیتیں قرآن میں نہ لکھی گئیں اور اہلوگ یہ دلگی کر رہے
ہیں کہ ہاں خلیفہ کا یہ مطلب ہے کہ نہ حکم رجم قرآن میں ہے نہ مشورہ خلیفہ کا
حکم بلکہ دونوں سنت سے ثابت ہے
دوسرے نہ آیہ میں جب کوئی حرمت نہ چلی تو یہ بات بنا دی گئی کہ اس سے
مقصود خلیفہ کی عظمت ثابت کرنا ہے۔ پھر بتائیے ان باتوں کا کیا جواب ناجائز۔
یہاں ایک لطیفہ یاد پڑا کہ زوجہ مروان نے جو پہلے زوجہ یزید تھی مروان
کا گلا گھونٹا ہے اور صبح کو عبد الملک وغیرہ جمع ہوئے ہیں تو مروان بار بار اپنی
اس زوجہ کی طرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ اسکے بدولت ہماری جان جاتی
ہے اسی نے ہمارا گلا دبایا ہے مگر چونکہ زبان صاف نہتھی سمجھ میں نہ آتا کہ کیا کہتے ہیں
اور زوجہ زار زار رو رہی ہے کہ ہائے مرتے وقت بھی ہمارا ہی خیال ہے ہمارے
ہی لئے وصیت کر رہے ہیں۔ دم نکل رہا ہے مگر ہمکو نہیں بھولتے۔ صدقہ ہو کر یہ
قربان جاتی ہے۔ تاریخ کامل جلد صفحہ
یہی حال ابن حجر اور عمر کا ہے کہ عمر تو کہہ رہے ہیں والرجم فی کتاب اللہ
حق اور ابن حجر کہتے ہیں کہ ان الرجم لیس فیما یتلی من القرآن پھر
عمر صاحب کی دہائی اسوقت کہاں رکھی ہے جو بتائیں کہ ایسے سنگدل ہیں تو یہ کہہ

رہا ہوں کہ یہ آیہ قرآن میں نہ لکھا گیا جو درحقیقت قرآن ہے۔

**لطیفہ بخاری** اب اس سے ترقی کیجئے تو معلوم ہو کہ عمر صاحب کی لائی ہوئی ایت کے مخالف ابن حجر ہی نہیں ہیں جو ایسی تاویل کرتے ہیں جس سے ان کی روح فرسودہ ہو بلکہ ان سے پہلے میاں بخاری ایسا داؤں کھیلے کہ عمر صاحب کی ایت ہی کو صحیح بخاری سے حیٹ کیا۔ پہلے آپ روایت بخاری ملاحظہ فرمائیں

حدثنا علی بن عبد الله قال حدثنا سفین عن الزهری عن عبید الله عن ابن عباس قال قال عمر لقد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قایل لا نجد الرجم فی کتاب الله فیضلوا بترک فریضه انزلها الله الا وان الرجم حق علی من زنی وقد احصن اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف قال سفین کذا حفظت الا وقد رجم رسول الله و رجمنا بعده۔

پس عمر نے کہا ہم کو اس کا خوف ہے کہ زمانہ کے امتداد سے کوئی یہ کہے کہ ہم رجم کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے پس سبب ترک کرنے ایک فریضہ کے جسے خدا نے نازل کیا یہ لوگ گمراہ ہو جائیں۔ آگاہ رہو کہ رجم حق ہے اسپر جو زنا کرے بعد احصان جب کہ بینہ قایم ہو یا حمل ہو یا اعتراف کیا سفین نے میں نے اسیطرح یاد کیا آگاہ ہو کہ خود رسول اللہ نے رجم کیا اور ہم لوگوں نے بعد آنحضرت صلعم رجم کیا۔

اس حدیث کے آخری فقرہ قد حفظت کی شرح میں ابن حجر لکھتے ہیں کہ

هذه جملة معترضة بین قوله او الاعتراف و بین قوله وقد رجم وقد اخرجه الاسماعیلی من روایة جعفر الفریابی عن علی بن عبد الله شیخ البخاری فیه فقال بعد قوله الاعتراف وقد قرأنا ها الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة وقد رجم رسول الله و رجمنا بعده فسقط من روایة البخاری من قوله وقرأنا

قولہ البتۃ ولعل البخاری ھو الذی حذف ذالک عمداً فقد اخرجہ النسائی عن محمد بن منصور عن سفیان کروایۃ جعفر ثم قال لا اعلم ذکر فی ھذا الحدیث الشیخ والشیخۃ غیر سفیان وینبغی انیکون وھم فی ذالک ص۲۳ جلد ۱۲

یعنی کذا حفظت جملہ معترضہ ہے ورنہ اصل حدیث کو اسماعیلی نے بروایت جعفر فریابی جو علی بن عبداللہ استاد بخاری سے (جس سے بخاری نے یہاں روایت کی) اسطرح روایت کی ہے کہ عمر کا قول اسطرح تھا لقد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قایل لا نجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ الا وان الرجم حق علی من زنی وقد احصن اذا قامت البینۃ او کان الحمل او الاعتراف وقد قراناھا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ وقد رجم رسول اللہ ورجمناھا بعدہ پس ساقط ہوا روایت بخاری سے جملہ وقد قراناھا سے البتۃ تک اور کیا عجب ہے کہ خود بخاری نے عمداً اس جملہ کو نکال ڈالا ہو کیونکہ نسائی نے محمد ابن منصور سے خود سفیان سے جو روایت بخاری کا ابتدائی راوی ہے) اسی طرح روایت کیا ہے جس اسماعیل نے بروایت جعفر بیان کیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ سفیان کے سوا اور کسی نے بھی اس روایت میں شیخ و شیخہ کو روایت کیا ہو اور غالباً اسمیں وہم ہو

اب تو معلوم ہوا کہ عمر صاحب نے وہ آیہ بھی پڑھا تھا جسکی نسبت ابتدائے حدیث میں کہا کہ لا نجد فی کتاب اللہ اور آخر میں کہا الا وان الرجم حق مگر یہ امام بخاری کی حرفت ہے کہ انھوں نے عمداً اس جملہ کو اصل روایت سے خارج کر دیا کیا اسکے بعد بھی کچھ کہنے کی ضرورت ہے کہ نہ صرف قرآن میں یہ کارروائی کی گئی کہ عمر صاحب کا لایا ہوا آیہ نہ لکھا گیا بلکہ چلتے چلاتے میاں بخاری نے بھی ایک وار کیا کہ اس آیہ کو عمداً حذف کر دیا اور کذا حفظت کا اتہام سفیان

پر لگایا۔

کہو یارو صحیح بخاری اصح الکتب بعد کتاب الباری کیسی لاجواب کتاب ہے جس کا مصنف عمداً فقرات حدیث کو نکال ڈالتا ہے۔ اس کے بعد بھی تم اسپر ناز کروگے؟

ہاں اگر غور کیجئے تو معلوم ہو سکتا ہے یہ آیہ کس شان کا تھا کہ بخاری نے سب کچھ تو لکھا مگر اس آیہ کو نہ لکھا جسپر عمر صاحب کا یہ زور شور تھا جس سے معلوم ہو سکتا ہو کہ یہ کیسا فصیح و بلیغ آیہ ہے جو عمر صاحب نے گویا قرآن کا روح رواں تہا کہ مرتے دم تک نہ بھولے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ عمر صاحب کی مدح سرائی میں جو فضیلت بیانکیجاتی ہے کہ قرآن انکی رائے کے مطابق نازل ہوتا۔ اسکی کیا اصلیت ہو

اس تحقیقات سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ آیہ رجم اہل سنت کیلئے عذاب دردناک ہے کہ نہ پھر قرآن کی قرآنیت ثابت ہو سکتی اس کی جامعیت صحابہ یا خلفا کی کسیطرحکی قابلیت کہ کیسی کیسی تاویلیں کیسی کیسی تحریفیں کرنی پڑیں جن کے بعد زرقانی کا یہ جملہ فلا اشکال وزنی ہوجاتا ہے کیونکہ اس اشکال کا کوئی علاج ہی نہیں بجز اسکے کہ اس سے انکار کیا جائے اور یہ بات بنائی جاتی ہو کہ مقصود عمر اس سے ترغیب و تحریص تھا مگر یہ ایسی تاویل ہے کہ سامعین اسپر مضحکہ کریں اور قابل دل سے نفرین کریں

**قولہ** دوسری روایت مسند امام احمد کی ہے

حدثنا هشیم اخبرنا علی بن زید عن یوسف بن مهران عن ابن عباس قال خطب عمر بن الخطاب

ترجمہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب نے خطبہ پڑھا اللہ کی حمد وثنا کہی پہر رجم کا ذکر کیا اور کہا

**اقول** اب کوئی ضرورت اس کی نہیں ہی کہ اس روایت پر نظر کی جائے۔ کیونکہ جب ابتدا سے ایسی کارروائیاں ہو رہی ہیں کہ خود بخاری نے عمداً اصل آیہ کو کلام عمر سے نکالدیا تو اس قسم کی موضوعات بہ کیوں کر

وقال هشیم مرة
خطبنا عمر فحمد الله و
اثنى عليه فذكر
الرجم فقال لا تخدعن
عن عنه فانه
حد من حدود الله
الا وان رسول الله
قد رجم ورجمنا
بعده ولولا ان يقول
قائلون زاد عمر
في كتاب الله
ماليس منه لكتبت
في ناحية من المصحف
شهد عمر بن الخطاب
وقال هشيم مرة
وعبد الرحمن بن
عوف وفلان
فلان ان رسول
الله صلى الله عليه
وسلم قد رجم
ورجمنا من بعده
والا انه سيكون
من بعدكم قوم

کہ تم دھوکے میں نہ آنا
رجم بھی خدا کی حدود میں سے
ایک حد ہے آگاہ ہو کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم
کیا ہے اور ہم نے بھی آپکے
بعد رجم کیا ہے اگر کہنے والے
یہ نہ کہتے کہ عمر نے کتاب اللہ
میں وہ چیز بڑھا دی
جو اس میں نہ تھی تو میں
مصحف کے ایک کنارے
لکھ دیتا کہ عمر بن خطاب
نے گواہی دی (اور
ہشیم راوی کبھی
اسقدر اور زیادہ بیان
کرتے تھے) اور عبد الرحمن
بن عوف نے اور فلاں
اور فلاں نے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم
کیا ہے اور ہم نے بھی
آپ کے بعد رجم
کیا ہے اور آئندہ
چلکر تمھارے بعد کچھ
لوگ ایسے پیدا ہونگے

توجہ کی جا سکتی ہے جسکی موضوعیت
خود اسکے الفاظ سے ظاہر ہے

افسوس کہ اسوقت مسند احمد بن حنبل
حاضر نہیں ہے جسمیں معائنہ کیا جاتا کہ
کہ آیا ہے بھی اس میں یا نہیں کیونکہ
اڈیٹر صاحب نے کوئی صفحہ وغیرہ کا بھی
نشان نہیں دیا ہے جس سے معلوم
ہوتا ہے کسی دوسرے کتاب سے دیکھ کر
نقل کر دیا ہے۔ ورنہ مسند کی شان
اجل ہے اس سے کہ ایسے مہملات اسمیں
ہوں۔

اگر ایک منٹ کے لئے بھی اس حدیث
کو تسلیم کر لیں تو لازم آتا ہے سفاہت
عمر کے قائل ہوں کہ ان کو قرآن کی
کسی آیہ پر ایات مبہمہ سے رجم نہ آیا
جو اس کی تفسیر حاشیہ پر لکھتے یا لکھواتے
حالانکہ ان کا حکم قطعی جردوا القرآن
سب کو معلوم ہے کہ قرآن کو مجرد رکھو
کسی تفسیر وغیرہ سے پھر اس کی کیا
خصوصیت تھی کہ خاص اس حکم رجم
کے متعلق یہ اہتمام کیا جائے کہ قرآن کی
حاشیہ پر لکھا جائے اور سب کی
گواہیاں ہوں۔

| | |
|---|---|
| یکذبون | جو رجم سے انکار کرینگے |
| بالرجم و | اور دجال کا اور شفاعت |
| بالدجال و | کا اور عذاب قبر کا انکار |
| بالشفاعۃ و | کرینگے اور ان لوگوں |
| بعذاب القبر | کو نہ مانیں گے کہ جو |
| و بقوم یخرجون | دوزخ سے بعد |
| من النار | جل جانے کے |
| بعد ما امتحشوا | نکلیں گے۔ |

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت فاروق کا ارادہ یہ تھا کہ آیت رجم کو مصحف کے حاشیہ پر لکھیں نہ کہ جوف میں اور آیات کے ساتھ ملا کر اور نیز اسکے ساتھ ہی یہ عبارت بھی لکھنا چاہتے تھے کہ عمر بن خطابؓ اور عبد الرحمن بن عوف اور فلاں فلاں صحابی اس بات کے شاہد ہیں کہ اس آیت پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے خلفا نے عمل کیا ہے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق کا مقصود محض یہ تھا کہ رجم پر عمل متروک نہونے پائے اور آیت رجم کا غیر منسوخ العمل ہونا مسلمانوں کو ہر قرن میں معلوم رہے ورنہ اگر حضرت فاروق اسکو غیر منسوخ التلاوۃ

اگر کہئے کہ عمر صاحب کو غیب کا علم حاصل تھا کہ بعد لوگ اس آیہ سے انکار کیا جاوے تو کیا اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ انکی امت میں ایک ابو حنیفہ پیدا ہونگے جو حد زنا کو ساقط کر کے ماں بہنوں کے ساتھ نکاح کو جائز کر دینگے پھر کیا اس کی ضرورت نہ تھی کہ اسکے حرمت کو اس اہتمام سے بیان کریں جو رجم کے متعلق یہ اہتمام ہے

اس حدیث کا یہ جملہ لولا ان یقول قائلون زاد عمر فی کتاب اللہ ما لیس منہ لکتبتہ فی ناحیۃ من المصحف" سب سے زیادہ واضح دلیل ہے اس کی موضوعیت کی کیونکہ جب وہ یہ لکھتے شہد عمر ابن الخطابؓ کون احمق کہہ سکتا کہ اسپر کوئی یہ کہتا زاد عمر فی کتاب اللہ ما لیس منہ کیونکہ اس کی نسبت تو کسی دیوانہ کو بھی اس کا احتمال نہوتا کہ یہ کلام خدا ہے کیونکہ گواہی صرف عمر ہی صاحب کی تو نہ لکھی جاتی بلکہ عبد الرحمن بن عوف کا بھی نام مذکور ہے

ہاں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ عمر صاحب

ہتے تو حاشیہ میں لکھنے کا کیوں ارادہ
تے اور اپنی اور دیگر صحابہ کی شہادت
ے بقای عمل پر کیوں درج کرتا

یہ چاہتے ہونگے کہ اصل آیہ کو قرآن
میں لکھیں اور اسکے حاشیہ پر شہد عمر بن
خطاب وغیرہ لکھیں کیونکہ بسبب
نہ پورے ہونے تعداد شہادت کے

ہتے۔
بعہد ابوبکر نہیں لکھا گیا اور چونکہ عمر صاحب اس کو یقینی قرآن جانتے تھے
ہذا ان کو اس کی بیچینی تھی کہ یہ ایہ درج قرآن ہو جائے مگر چونکہ اپنے بھی
واحد مقررہ سے ناممکن تھا لہذا یہ سوچا کہ اس طرح لکھیں کہ قرآن میں داخل
رکے اسپر میں اور عبدالرحمن بن عوف کی شہادت لکھدیں جس سے مسلمانوں
کو معلوم ہو کہ چونکہ عمر صاحب کو اسکے قرآن ہونے کا یقین تھا اور اب اسی
بھی پوری ہوگئی لہذا بعد سے یہ ایہ لکھدیا گیا
اڈیٹر صاحب کا یہ قیاس کہ حضرت فاروق کا ارادہ یہ تھا کہ ایہ رجم
کو مصحف کے حاشیہ پر لکھیں نہ کہ حوض میں اور آیات کے ساتھ ملاکر" سراسر غلط ہو
کیونکہ حدیث مذکور میں کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس سے یہ مطلب پیدا ہوا
کیونکہ وہ تو صاف کہہ رہے ہیں لکتبت فی ناحیہ من المصحف شہد عمر بن الخطاب
جس سے بداہت ظاہر ہے کہ ناحیہ مصحف میں شہد عمر بن الخطاب لکھنے والے
تھے نہ اصل آیہ کو کیونکہ وہ تو اسے قرآن ہی جانتے تھے پھر اسے ناحیہ مصحف
میں کیوں لکھتے۔ لکھتے تو اسی قدر شہد عمر ابن الخطاب و عبدالرحمن
وفلاں وفلاں ان رسول اللہ قد رجم و رجمنا من بعدہ کا پھر اس
سے آپ کو کیا فایدہ ہوا؟
یہ بھی غلط ہو" معلوم ہوا کہ حضرت فاروق کا مقصود محض یہ تھا کہ رجم
پر عمل متروک نہونے پائے" کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو ایسے ہزاروں احکام
تھے انکے عمل کی کیوں نہ فکر ہوئی۔ بلکہ اصلی مقصود یہ تھا کہ آیہ الرجم گم ہو
نہ پائے جسکو بروایت بخاری وغیرہ اس طرح بیان کرچکے ہیں ممکن تھا

انزل اللہ ایۃ الرجم فقرءناھا و عیناھا اور دوسری روایت میں لا یجد والرجم فی کتاب اللہ اور الرجم فی کتاب اللہ حق جسکے بعد کسی کو اس میں شبہہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اصل مقصود محافظت آیہ کتاب تھا خوف ترک عمل جسکے لیئے بہت سے احکام تھے

یہ بھی عجب فقرہ ہے اگر حضرت فاروق اس کو غیر منسوخ التلاوت سمجھتے تو حاشیہ لکھنے کا کیوں ارادہ کرتے ؟ کیونکہ اگر یہی باعث تھا تو ہزاروں آیتیں آپ کے یہاں منسوخ التلاوۃ ہیں پھر اُن سب کی نسبت کیوں نہ یہ قصد ہوا جو خاص اسی آیہ الرجم کو منتخب کیا جو سب سے زیادہ اغلظ و اثقل احکام سے ہے۔

ماشاء اللہ اڈیٹر صاحب کی جو تقریر ہے ایسی درست اور چست جسکی انتہا ہی نہیں کیونکہ دعوے تو ہزاروں آیتوں کی نسبت ہے کہ یہ سب منسوخ التلاوۃ ہیں مگر نہ کسی صحابی کو اس کی فکر ہوئی نہ عمر صاحب کو مگر آیہ الرجم میں خوبی ہے کہ عمر صاحب اس طرح کوشاں ہیں کہ عہد ابو بکر سے لڑ رہے ہیں چاہتے ہیں کہ قرآن میں لکھوا دیں جب کسیطرح نہ شنوائی ہوئی تو منبر پر خطبے دینے لگے جب اس سے بھی نہ تسکین ہوئی تو یہ کوشش شروع ہوئی کہ قرآن پر لکھا جائے۔

مگر اس کی وجہ کوئی نہیں بیان کی جاتی ہے کہ دوسرے آیات منسوخ التلاوۃ کیا قصور کیا تھا جسپر یہ اہتمام نہ کیا گیا خود اس خطبہ مذکورہ بالا میں جہاں آیہ الرجم کا ذکر ہے وہاں دوسرے آیہ لا ترغبوا عن آبائکم کا بھی ذکر ہے جو اہل سنت کے یہاں مثل آیہ الرجم منسوخ التلاوۃ ہے۔ منسوخ العمل نہیں۔ مگر اس کی نسبت یہ کوئی کوشش نہیں ہے نہ کد و کاوش نہ یہ اہتمام نہ یہ انتظام۔ پھر اس کی وجہ بغیر اسکے کیا ہو سکتی ہے کہ عمر صاحب آیہ الرجم کو منسوخ التلاوت نہیں جانتے تھے بلکہ اس کو وہ

قولہ تیسری روایت حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں

ووقع فی الحلیۃ فی ترجمۃ داؤد بن ابی ہند عن سعید بن المسیب عن عمر لکتبتہا فی اخر القران

ترجمہ حلیۃ الاولیاء میں داؤد بن ابی ہند کے تذکرہ میں سعید بن مسیب سے منقول ہے انہوں نے حضرت عمر کی روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں اس آیت کو آخر قرآن میں لکھدیتا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا ارادہ اس آیت کو آیات قرآنیہ کے ساتھ ملا کے لکھنے کا نہ تھا بلکہ آخر قرآن میں اسکو لکھنا چاہتے تھے پس اگر وہ اس کو غیر منسوخ التلاوۃ جانتے تو اور آیات کے ساتھ ملا کے لکھنے کا ارادہ ہی کیوں نہ کرتے۔

اقول بہتر ہے کہ آپ پوری عبارت ابن حجر عسقلانی کی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۱۲۶ جلد ۲

(قلت) وقد اخرج الائمۃ ھذا الحدیث من روایۃ المالک و یونس ومعمر وصالح بن کیسان وعقیل وغیرھم من الحفاظ عن الزہری فلم یذکروھا وقد وقعت ھذہ الزیادۃ فی ھذا الحدیث من روایۃ الموطا عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب قال لما صدر عمر من الحج وقدم المدینۃ خطب الناس فقال ایہا الناس قد سنت لکم السنن و فرضت لکم الفرائض وترکتم علی الواضحۃ ثم قال ایاکم ان تہلکوا عن ایۃ الرجم ان یقول قائل لا نجد حدین فی کتاب اللہ فقد رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا والذی نفسی بیدہ لولا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللہ لکتبتہا بیدی الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ قال مالک الشیخ والشیخۃ الشیب و الثیبۃ ووقع فی الحلیۃ فی ترجمۃ داؤد بن ابی ھند عن سعید ابن المسیب عن عمر لکتبتہا فی اخر القران ووقعت ایضا فی ھذا الحدیث فی روایۃ ابی معشر الاتی التنبیہ علیہا فی الباب الذی یلیہ فقال متصلا

بقوله فقد رجم رسول الله صلی الله علیہ وسلم ورجمنا بعدہ ولو
لا ان یقولوا کتب عمر ما لیس فی کتاب الله لکتبتہ فقد قراناھا
الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من الله والله عزیز
حکیم واخرج ھذہ الجملۃ النسائی وصححہ الحاکم من حدیث ابی بن کعب
قال ولقد کان فیھا ای سورۃ الاحزاب ایۃ الرجم الشیخ فذکر
مثلہ ومن حدیث زید بن ثابت سمعت رسول الله صلی الله علیہ و
سلم یقول الشیخ والشیخۃ مثلہ الی قولہ البتۃ ومن روایۃ ابی امامۃ
بن سہل ان خالتہ خبرتہ قالت لقد اقرأنا رسول الله صلی الله علیہ
وسلم ایۃ الرجم فذکرہ الی قولہ البتۃ وزاد بما قضیا من
اللذۃ واخرج النسائی ایضا ان مروان بن الحکم قال لزید بن ثابت
الا تکتبھا فی المصحف قال الا ترٰی ان الشابین الثیبین یرجمان
ولقد ذکرنا ذالک فقال عمر انا اکفیکم فقال یا رسول الله اکتبنی
ایۃ الرجم قال لا استطیع وروینا فی فضائل القران لابن الضریس
من طریق یعلی وھو ابن حکیم عن زید بن اسلم ان عمر خطب الناس
فقال لا تشکوا فی الرجم فانہ حق ولقد ھممت ان اکتبہ فی المصحف
فسالت ابی بن کعب فقال الیس اتنی وانا استقرئہا رسول
صلی الله علیہ وسلم لدفعت فی صدری وقلت استقرئہ ایۃ الرجم
وھم یتسافدون تسافد الحمر ورجالہ ثقات وفیہ اشارۃ الی بیان
السبب فی رفع تلاوتھا وھو الاختلاف واخرج الحاکم من طریق
کثیر بن الصلت قال کان زید بن ثابت وسعید ابن العاص
یکتبان فی المصحف فمرا علی ھذہ الایۃ فقال زید سمعت رسول
الله صلی الله علیہ وسلم یقول الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ
فقال عمر لما نزلت اتیت النبی صلی الله علیہ وسلم فقلت اکتبھا

فکانہ کرہ ذالک فقال عمر الا تری ان الشیخ اذا زنی ولم یحصن جلد و ان الشاب اذا زنی وقد احصن رجم فیستفاد من ھذا الحدیث ا لسبب فی نسخ تلاوتہا لکون العمل علی غیر الظاھر من عمومہا

**حاصل ترجمہ** (۱) یہ کہ جب عمر حج سے واپس آئے اور مدینہ میں خطبہ پڑھا تو کہا کہ رجم کتاب اللہ میں حق ہے اگر یہ ہوتا یہ کہ زیادہ کر دیا عمر نے کتاب خدا میں تو ہر آئینہ میں اپنے ہاتھ سے لکھدیتا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ مالک نے اسکے ساتھ الشیب و الشیبۃ بھی روایت کیا ہے (کہ عمر صاحب اسکو بھی زیادہ کرتے)

(۲) حلیہ میں ترجمہ داود بن ابی ہند سعید بن مسیب سے عمر سے روایت ہے کہ لکھتا میں اسکو آخر قرآن میں

(۳) اس روایت میں یہ روایت ابی معشر یہ ہے کہ عمر نے کہا اگر لوگوں کے کہنے کا خیال نہ ہوتا تو ہم لکھدیتے کیونکہ خود ہمنے پڑھا تھا الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم

(۴) اس جملہ کو نسائی نے بھی روایت کیا اور حاکم نے صحیح کہا ہے (۱) حدیث ابی بن کعب سے کہ سورہ احزاب میں تھا آیہ الرجم الشیخ میں ذکر کیا مثل اسکے (۲) اور حدیث زید بن ثابت سے کہ حضرت سے سنا الشیخ والشیخۃ تا بہ قولہ البتۃ (۳) اور روایت ابی امامہ بن سہیل سے کہ اس کی خالہ نے خبر دی رسول اللہ نے پڑھایا مجھے اسطرح تا بہ قول البتۃ اور زیادہ کیا جملہ بما قضیا من اللذۃ کو (غرض یہ کہ امام حاکم نے تین طرح سے اس روایت کو صحیح کیا ہے)

(۵) نسائی نے بھی روایت کیا ہے کہ مروان بن الحکم نے زید سے کہا کیوں نہیں لکھتا یہ آیہ مصحف میں کہا نہیں لکھوں گا کیونکہ جوان ثیب پر بھی رجم ہوتا ہے اور ہمنے اسے ذکر کیا تھا عمر سے تو کہا میں کفایت کرتا ہوں پھر جا کر رسول اللہ سے کہا کہ لکھدیجئے اس آیہ کو تو حضرت نے فرمایا مجھے اسکی

استطاعت نہیں ہے

(۶) فضائل قرآن میں روایت ہے بطریق جریح کہ عمر نے کہا نہ شک کرو آیہ رجم میں کہ وہ حق ہے اور میں نے قصد کیا تہا تھا کہ لکھوں اسے مصحف میں لہذا ابی بن کعب سے سوال کیا تو انھوں نے کہا کیا ایسا نہیں تہا کہ ہم رسول اللہ سے اسے پڑھتے تھے تو تم نے میرے سینہ میں مارا اور کہا حضرت سے آیہ رجم پڑھتے ہو حالانکہ یہ صحابہ تسافد کرتے ہیں (یعنی زنا) جسطرح گدہے چڑھتے ہیں رجال اس کے ثقات ہیں اسمیں اشارہ ہے طرف بیان سبب نسخ تلاوت کے کہ وہ اختلاف ہے

(۷) حاکم نے بطریق کثیر بن الصلت روایت کی ہے کہ زید بن ثابت اور سعید بن عاص کتابت قرآن کرتے تھے جب یہاں پہونچے تو عمر بھی آگئے زید نے کہا میں نے سنا ہے رسول اللہ سے کہ فرماتے تھے الشیخ والشیخۃ فارجموھما البتۃ کہا عمر نے کہ میں نے کہا کہ لکھ دیجئے تو حضرت نے گویا کراہت کی عمر نے کہا کہ کیا نہیں دیکھتا بڈھا جسوقت زنا کرے اور محصن ہو تو اسپر درہ لگایا جائے گا۔ اور جوان جسوقت زنا ئے محصنہ کرے تو اس پر رجم ہو پس اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ نسخ تلاوت کی یہ وجہ ہے کہ عمل اسکے ظاہر کے خلاف پر ہے

یہ پوری عبارت ہے ابن حجر کی جسمیں اس روایت کا کہیں وجود نہیں جسے لشاہمن اڈیٹر صاحب نے روایت کیا تہا جس سے معلوم ہوا کہ وہ کیسی روایت ہے۔

**نتیجہ سوا آیات** بہرحال ان روایات پر اگرکچھ بھی تامل فرمائیں تو آپ کو اصلی حالت معلوم ہوگی۔ بلکہ عمر صاحب کے ایمان اور جرأت کی بھی حالت بخوبی معلوم ہوگی کیونکہ نمبر ۶ سے ظاہر ہے عمر صاحب نے خود اس کے پڑہنے کو اس وجہ سے روکا تہا کہ صحابہ مثل بہایم زناکاری میں مبتلا تھے ایک وقت تو یہ تھا۔ دوسرا وقت یہ آیا کہ ابی بن کعب سے

انھوں نے پوچھا کہ لکھا جائے تو انھوں نے یہ واقعہ یاد دلایا اسپر بھی یہ ارشاد ہے کہ اس میں شک نہ کرو۔ میں نے چاہا تھا اس کو مصحف میں لکھ دوں اب آپ ہی بتائیے ان کا ایمان کیسا تھا کہ حضرت کی کراہت بھی ظاہر کرتے ہیں اور قصد کتابت بھی

مثہ۔ اور لمٹہ سے ظاہر ہے کہ عمر نے حضرت سے اس کی فرمایش کی کہ لکھد یجئے حضرت نے فرمایا میں اس پر قادر نہیں ہوں اسکے بعد عمر صاحب کا قصد کرنا اور زید بن ثابت وغیرہ پر زور دینا کیسے ایمان کی دلیل

پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ ایہ مذکورہ حکم شرع کے خلاف بھی ہے کیونکہ اس میں عام طور سے بڈھوں کے لئے حکم رجم ہے حالانکہ حکم مساوی ہے شیخ ہو یا جوان صرف زنا پر درہ ہے اور زنائے محصنہ پر رجم۔ پھر بتا ہو یہ آیہ کس خدا نے نازل کیا۔

مثہ میں روایت مذکورہ بالا تین طرق سے صحیح کی گئی ہے کہ یہ آیہ نازل ہوا تھا۔

کل روایات میں عمر صاحب کا یہ قول ہے کہ ہم اسکو قرآن میں لکھ دیتے صرف ایک روایت اس کی ہے کہ آخر میں لکھدیتے جس میں یہ علت موجود ہے کہ منقطع ہے

اب میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرات اہل سنت آخر کس روایت پر ایمان لائینگے اور کسپر نہیں۔ کیونکہ قدر مشترک یقینی یہی ہے کہ یہ ایہ نازل ہوا عمر کو یاد تھا نہ لکھا گیا عمر چاہتے تھے کہ اس کو داخل قران کریں مگر لوگوں کے خوف سے نہ لکھ سکے

تصنیف عمر | چونکہ میں اس مضمون کو کچھ تفصیل سے پہلے لکھ چکا ہوں ملاحظہ ہو صفحہ مثہ جلد ۲

لہذا اب زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہی کیونکہ اگر کوئی عقلی فیصلہ

یہاں ہو سکتا ہے تو اسی قدر کہ نہ یہ آیہ ہے نہ خدا نے اسے نازل کیا بلکہ عمر صاحب نے اسکو تصنیف کیا اور چاہا کہ کسیطرح درج قرآن ہوجائے نہ زید بن ثابت نے نہ لکھا نہ کوئی ان کا حامی ہوا اس لئے عمر صاحب کو مدۃ العمر اس کی حسرت رہی کہ ہمارا تصنیف کیا ہوا آیہ نہ لکھا گیا اسی وجہ سے بار بار کہتے ہیں بلکہ مرتے وقت تک اس کی حسرت ظاہر کرتے ہیں کہ یہ آیہ نہ لکھا گیا جسپر یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے کہنے کا خیال نہ ہوتا تو اس کو داخل قران کر دیتا۔ مگر صحابہ سے ایک متنفس بھی حمایت نہیں کرتا کہ نہیں آپ کیوں ڈرتے ہیں یہ تو قرانی آیہ ہے اسے لکھ دیجئے۔ مگر ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جب شیر خدا نفس رسول موجود تھا جو ان کا سارا راز کھول دیتا۔

یہی وجہ ہے کہ عمر صاحب زید بن ثابت سے زیادہ خوش تر ہے کیونکہ وہ ابوبکر صاحب کے زیادہ کہنے سننے میں تھے۔

یہیں سے آپ کو مسئلہ منسوخ التلاوۃ کی حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ صرف عمر صاحب کے لئے اس مسئلہ کی ایجاد ہوئی کیونکہ اس کی مثال ہیں جس نے لکھا ہے اسی آیہ عمری کو کہ آیہ رجم نازل ہوا جس کا حکم باقی ہے اور تلاوت موقوف دوسری کوئی مثال نہیں ملتی جس سے اور بھی ظاہر ہوا کہ یہ مسئلہ انھیں کے لئے ایجاد ہوا کہ کوئی یہ نہ کہے عمر صاحب نے اپنے دل سے

گڑھا تھا حالانکہ جس نے ایکدفعہ بھی قران کی تلاوت کی ہے اسکو معلوم ہو سکتا ہے اس عبارت کو قران کی فصاحت و بلاغت سے کوئی واسطہ نہیں ایک بھونڈی گنوار کا ڈھالا ہوا جملہ ہے جیسا کہ مکرر مذکور ہوا

مگر اہل سنت میں یہ کہاں طاقت ہے کہ وہ کسی وقت بھی سچ کہیں اسی لئے

ایسی ایسی باتیں بناتے ہیں جو قابل مضحکہ ہوں کیونکہ کوئی عاقل اس کو قبول کر سکتا ہے کہ رسول اللہ پر حکم خدا بذریعہ قرآن نازل ہو اور آپ لکھنے سے مزاحم ہوں اور عمل اسکے خلاف کریں کہ خود رجم کریں اور وہ بھی اس طرح کہ صرف شیخ پر بلکہ جوان پر بھی اور غیر زنا ے محصنہ میں نہ شیخ پر رجم ہو نہ شیخہ پر۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے علما نے اس قسم کے نسخ ہی سے بالکل انکار کیا کہ منسوخ التلاوۃ کوئی چیز ہی نہیں ملاحظہ ہو الشمس جلد ۲ صفحہ ۱۷۱

اب میں اڈیٹر صاحب کے اس نتیجہ کا کیا جواب دوں "اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا ارادہ اس ایہ کو ایات قرانیہ سے ملا کے لکھنے کا نہ تھا بلکہ اخر قران میں اسکو لکھنا چاہتے تھے" کیونکہ اخر عمر صاحب کو اب ایسا مضطرب الرائے کیوں بنا رہے ہیں کہ ایک دفعہ درج مصحف کرنیکا ارادہ کرتے ہیں ایکدفعہ حاشیہ پر لکھنے کا قصد ہے ایکدفعہ اخر قران میں لکھنے کا عزم ہے۔ کیا خلیفہ دوم سا مستقل المزاج کوہ وقار ایسا پریشان خیال ہو سکتا ہے کہ کبھی کچھ کا ارادہ کبھی کچھ کا۔ آخر یہ سب پریشانی کیوں ہے اکدفعہ کمیٹی میں یہ آیہ فیل ہو چکا۔ کمیٹی نے نامنظور کر دیا پھر ان کو ایسی کیوں کد ہے

اس سے آپ دو نتیجہ نکال سکتے ہیں ایک یہ کہ دراصل کوئی آیہ قرآنی نہ تھا دوسرے یہ کہ سب افترا ہے خلیفہ پر ان کا اصلی ارادہ وہی تھا جو تمامی روایات متفقہ میں ہے کہ وہ درج مصحف کیا چاہتے تھے نہ حاشیہ پر لکھنا نہ آخر قرآن میں

حالانکہ اخر قران میں یا حاشیہ پر لکھنا اسکو بتانے والا تھا کہ صحابہ سے اس مادہ میں سہو ہوا انھوں نے درج مصحف نہ کیا اس کی تلافی ان کرنا چاہئیے ہے اکہ حاشیہ پر لکھے یا اخر میں کہ کسی طرح ان کا جعلی

آیہ قران میں آجاوے۔ جس کی ایک غرض یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بغرض ناموری ایسا ارادہ کیا کیونکہ ان کو کیا معلوم تھا کہ وسنکے امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہونگے جو اس کا دعوے کرینگے کہ عمر کا کلام قران میں موجود ہے اور قران مطابق ان کی راے کے نازل ہوتا ہے

رہا یہ حیلہ اگر اس کو وہ غیر منسوخ التلاوۃ جانتے تو اور آیات کے ساتھ ملا کے لکھنے کا ارادہ کیوں نہ کرتے۔ جس کے مطلب یہ ہوے کہ اگر ایسا ہو کہ وہ آیات کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کرتے تو اس سے معلوم ہوتا ہے وہ غیر منسوخ التلاوت جانتے تھے۔ جو بحمد اللہ تمامی روایات سے ثابت ہو کہ دراصل عمر صاحب کا یہی مطلب تھا یہ یاروں کی تحریف ہو جو اس وضع کی حدیثیں بنائیں کہ عمر صاحب حاشیہ میں یا آخر میں لکھنا چاہتے تھے چنانچہ بہت جلد اس کی بحث بھی آتی ہے کہ خود علمائے اہل سنت نے اس کا اقرار کیا ہے کہ عمر صاحب اس کو غیر منسوخ التلاوت جانتے تھے۔

**قولہ** چوتھی روایت امام ابو عبد اللہ محمد بن علی اسفرائنی اپنے رسالہ ناسخ و منسوخ میں لکھتے ہیں جس کے شروع یہ انھوں نے لکھا ہے لم اعتمد الا علی ما صح منہا بتواتر ورد فی الصحاح بغیر طعن طاعن یعنی میں نے روایات پر اعتماد کیا ہے جو بہ تواتر صحیح ہیں اور کتب صحاح میں بغیر جرح کے منقول ہیں وہ روایت یہ ہو

**اقول** اس عبارت کے جواب میں بھی کافی ہے کہ پہلے ان کا اعتماد کتب رجال سے ثابت کیجئے کیونکہ ان کی غلط بیانی کے لئے یہی کافی ہے کہ بقول آپکے انھوں نے اپنے روایات مقبولہ کی یہ تعریف لکھی ہے لم اعتمد الا علی ما صح منہا بتواتر وروی فی الصحاح بغیر طعن طاعن حالانکہ جس روایت کو وہ ایسی سمجھ

واما ما نسخ
لفظه وقرأته
وبقی حکمه
ثابتا فهو ما
روی عن عمر
رضی الله عنه
انه قال لولا
اخشی ان یقول
الناس زاد
عمر فی القرآن
لکتب علی
حاشیة المصحف
انه قال کنا
نقرأها علی
عهد رسول الله
الشیخ والشیخة
والمراد بهما
المحصنین اذا
زنیا فارجموهما
نکالا من الله
والله عزیز حکیم
حکم الرجم فیهما
ثابت والقرآنة
منسوخة

ترجمہ لیکن وہ آیتیں جز
کی عبارت اور قرأت
منسوخ ہے اور حکم انکا
باقی ہو ان میں سے ایک
یہ ہے کہ حضرت عمر نے
فرمایا اگر مجھے اس بات
کا خوف نہ ہوتا کہ
کہ لوگ کہیں گے کہ عمر
نے کتاب اللہ میں بڑھوتی
کردی تو میں مصحف
کے حاشیہ پر لکھدیتا
حضرت عمر نے فرمایا
کہ ہم اس آیت کو
رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے
زمانے میں پڑھا کرتے
تھے الشیخ والشیخة اذا
زنیا فارجموهما
نکالا من الله والله
عزیز حکیم حکم
رجم کا اس میں باقی
ہے اور قرأت
اسکی منسوخ ہے

سے ہیں صحاح ستہ کے مخالف ہیں
نہ صحیح بخاری میں ہے نہ صحیح مسلم میں
نہ اور کسی صحیح میں کیونکہ جتنی روایتیں
کسیقدر بھی قابل اطمینان ملیں اُن
سب کو ابن حجر عسقلانی نے جمع کردیا
ہے اس میں نہ یہ روایت ہے نہ وہ جسے
آپنے مسند احمد بن حنبل سے نمبر ۱۵
میں داخل کیا پھر ایسے رذیل روایتوں
کون التفات کرسکتا ہے
دوسری دلیل اسکے بطلان کی
یہ بھی ہے کہ انھوں نے یہ لفظ
ماروی لکھا نہ راوی کا نام ہے
اور نہ کتاب کا حوالہ حالانکہ عام حکم
شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ ہے
کہ روایت بے سند نزد اہل سنت
شتر بے مہار است پھر اس گوہ
شتر پر کون توجہ کرسکتا ہے حالانکہ
بالفرض اگر کوئی ایسی روایت ہو
بھی تو بوجہ مخالفت صحیحین بلکہ
صحاح ستہ ناقابل التفات ہے
پھر اس روایت کا یہ فقرہ والمراد
بهما المحصنین جو درمیان ایہ عمری
لکھا گیا ہے بتا رہا ہے کہ یہ بھی

اس روایت سے بھی صاف طور پر ظاہر ہوگیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ اس روایت کو مصحف کے حاشیہ میں لکھنے کا تھا نہ خوص میں اور آیات کے ساتھ ملا کر اگر وہ غیر منسوخ التلاوۃ جانتے تو حاشیہ میں لکھنے کا ارادہ کیوں کرتے۔

اب ہی ایسے خوش فہم تھے حالانکہ اس اضافہ سے بھی کوئی اصلاح نہیں ہوئی کیونکہ اس سے بھی وہ خرابی دفع نہوئی جو اس لیے پر لازم آتی ہے کہ پھر جاننے جو ان پر رجم نکیا جائے اگرچہ وہ زنائے محصنہ کرے جو خلاف اجماع اہل اسلام ہے

غرض چونکہ اس روایت کی حالت ملا میں بالصراحت مذکور ہو چکی ہے لہذا یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں

**قولہ** ان تمام روایات سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس آیت کو منسوخ جانتے تھے ہاں مصحف میں اس آیت کے لکھنے کا ارادہ ضرور ظاہر فرماتے تھے وہ محض اسی غرض سے کہ آئندہ کوئی شخص کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہونیکے سبب سے اس کا انکار نہ کرے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جس طرح اور احکام شریعت کے اجرا میں قرآن عظیم اور احادیث کی اشاعت میں کوشش فرمائی تھی اسی طرح اس حکم رجم کے باقی رکھنے کے لئے بھی انھوں نے سعی فرمائی۔ یہ صرف رواۃ کا اختلاف الفاظ تھا کہ کسی نے لکتبتھا فی المصحف روایت کیا کسی نے فی ناحیۃ المصحف کسی نے فی حاشیۃ المصحف کسی نے فی آخر القرآن۔ اور زیادت فی کتاب اللہ کے مذموم ہونے کو کسی نے ان الفاظ سے روایت کیا کہ لولا ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب اللہ اور کسی نے یوں روایت کیا کہ لولا انی اکرہ ان ازید فی القرآن باقی رہا مولوی حامد حسین صاحب کا بعض شراح صحیح بخاری سے اس مضمون کو نقل کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ایت کو قران سے جاننے تھے

مگر شہادت کے ناکافی ہونے کے سبب سے انھوں نے اس آیت کو درج مصحف
نہیں کیا یہ صرف اُن شراح کا اجتہاد ہے جو کسی معرض استدلال میں پیش کرنے
کے قابل نہیں ہو اسکے مقابل میں علامہ زرقانی وغیرہ شراح ہیں جو اس بات
کو صاف صاف کہہ رہے ہیں کہ حضرت عمر اس آیت کے منسوخ ہونے سے
واقف تھے محض حکم رجم کی تاکید کے لئے انھوں نے ایسا فرمایا تھا دوسری
بات مولوی حامد حسین صاحب نے ان روایات سے یہ ثابت کی ہو کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے معاذ اللہ تقیہ کیا اور لوگوں کے خوف سے انھوں نے اس
آیت کو داخل مصحف نہیں کیا۔

اقول اگرچہ بعد تحریر سابق مخاطب کا یہ مغالطہ کسی طرح قابل تخاطب نہیں ہو
کیونکہ جو شخص کچھ بھی فہم و ادراک کا مادہ رکھتا ہے وہ بخوبی جان سکتا ہے
کہ عمر صاحب کا یہ اہتمام اور یہ کد کسی ایسے آیہ کی نسبت نہ تھا جس کو ذرہ برابر
بھی منسوخ التلاوہ سمجھتے ہوں اور نہ کوئی شخص صحابہ سے ایسا تھا جو اسے
منسوخ التلاوت سمجھتا ہو بلکہ وہ اسکو لفظ ہی کو ہم جانتے تھے کہ منسوخ التلاوت کون سا
لفظ ہی یہ سب تو عمر صاحب کی خاطر سے بنایا گیا۔ بلکہ جہانتک احادیث موجودہ
پر نظر کی جاتی ہے خلیفہ دوم اور انکے خوشامدی اصحاب تو اسکو ایک واقعی
آسمانی آیت سمجھتے تھے جو لکھنے سے رہ گیا اور زبردستی نہ لکھا گیا۔ رہی دوسرے
لوگ وہ اسے نہ آیہ سمجھتے تھے نہ کوئی چیز قابل خیال بلکہ خلیفہ دوم کا ساختہ
پرداختہ یہی وجہ ہے کہ باقرار مخاطب خلیفہ دوم اس آیت کے لکھنے کا
ارادہ ظاہر فرماتے تھے کیونکہ اُن کا مصنوعی آیہ تھا نہ اس غرض سے کہ آئندہ
کوئی شخص کتاب اللہ میں رجم کا حکم نہ ہونے کے سبب سے اس کا انکار
کرے کیونکہ اگر یہی غرض ہوتی تو بہت سے آیات ہیں جنکے احکام جن میں
سے ایک عشر رضعات والا حکم بھی ہے جو درج قرآن نہیں ہوا۔ پس
اگر یہ غرض ہوتی تو وہ آیات واحکام زیادہ تر قابل لکھانے تھے۔

حکم رجم احکام تعامل میں داخل تھا جو شب و روز حکام کے عمل درآمد میں رہتا کہ ہر جگہ دورہ بھی جاری ہوتا اور رجم بھی کیا جاتا اس کا سہو یا نسیان توکسیطرح ممکن ہی نہ تھا بخلاف دوسرے احکام کے کہ ان کو زیادہ ضرورت تھی کہ ان کی حفاظت کی جائے کیونکہ حد تعامل سے خارج تھے اوپر سہو و نسیان کا طاری ہونا زیادہ قرین قیاس تھا۔ پس اُن کی طرف خلیفہ کا نہ توجہ کرنا اور اسپر اسقدر زور دینا صاف کہہ رہا ہے کہ خلیفہ کے نزدیک کسیطرح وہ منسوخ التلاوۃ نہ تھا۔

رہا آپ کا یہ حسن ظن "حضرت فاروق نے جسطرح اور احکام شریعت کی اجرا میں کوشش فرمائی تھی اسی طرح حکم رجم باقی رکھنے کے لئے بھی مخصوص سعی فرمائی" اسوقت قابل قدر ہوتا جب یہ دکھاتے کہ اس زمانہ میں یا زمانہ مابعد میں کسی نے حکم رجم سے انکار کیا ہو یا کسیطرح اس کو ناجایز کہا ہو تو البتہ اسکی ضرورت ہوتی کہ اسکے استحکام کے لئے ایسی کارروائی گو اندراج قران کر دیتے والا خلیفہ کا یہ فعل ایک سعی ناتمام فعل ہوگا یا انکی ذاتی غلظت و شدت کا اثر کاش آپ بھی ثابت کرتے کہ شریعت اسلامی میں حکم رجم مخصوص ہے بڈھے بڈھیا کے زناکاری سے خواہ وہ زنا سے محصنہ ہو یا غیر محصنہ تب بھی اب اس کا دعوے کرسکتے تھے کہ یہ آسمانی ایہ ہو جو بعد کو منسوخ ہو گیا حالانکہ آپ کو بالیقین معلوم ہو کہ حکم رجم عام ہے زنائے محصنہ کے لئے خواہ زانی شیخ ہو یا شاب۔ پھر یہ کیسا قران ہے وقت نزول سے مخالف حکم شریعت تھا۔ اور بعد عدم اندراج قران خلیفہ دوم اور انکے ہوا خواہوں کے لئے مایہ تضحیک۔

اس تقریر سے آپکے اس جملہ کی بھی قلعی کھل گئی کہ اگر خلیفہ نے اسکے اجرا میں سعی کی تو اس حیثیت سے کہ اُن کی خاص شریعت تھی ورنہ خدا او رسول نے نہ شیخ و شیخہ کو رجم کیلئے مخصوص کیا ہے نہ جوان کو اس حکم سے

مستثنیٰ۔ بلکہ زنائے محصنہ میں دونوں کے۔ رجم ہے اور غیر محصنہ میں دونوں کے لئے جلد

**سعی خلیفہ دوم در تجرید قرآن** یہاں بھی آپ نے اس کا دعوے کیا ہے کہ خلیفہ دوم نے اشاعت قرآن واحادیث میں سعی کی جس کا جواب بجز سکوت کچھ نہیں کیونکہ ابتدائے جمع قرآن کا حال تواب کو معلوم ہے کہ زید بن ثابت نے باصرار تمام چاہا کہ قرآن جمع کیا جائے۔ مگر خلیفہ دوم متامل رہے یہانتک کہ خلیفہ اول سے کہا مصحفوں نے بھی تامل کیا اور مسلمانوں کے مشورہ پر موقوف رکھا

رہی تعلیم قرآن اسکے نسبت خاص کر یہ اہتمام تھا کہ نئے تامل درہ بازی ہوتی ازالۃ الخفا میں ہے واخرج الدارمی عن سلیمان بن یسار ان رجلا یقال لہ صبیغ قدم المدینۃ فجعل یسأل عن متشابہ القرآن فارسل الیہ عمر و قد اعد لہ عراجین النخل فقال من انت قال انا عبد اللہ صبیغ فاخذ عمر عرجونا من تلک العراجین فضربہ فقال انا عبد اللہ عمر فجعل لہ ضربا حتی دمی راسہ فقال یا امیرالمومنین حسبک الذی کنت اجد فی راسی واخرج الدارمی عن عمرو بن الاشج ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال انہ سیاتی ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ ص ۱۲۸

یعنی ایک شخص مسمی بہ صبیغ وارد مدینہ طیبہ ہوا اور متشابہ قرآن سے سوال کرنے لگا عمر نے بلوا بھیجا اور پہلے سے خرما کی شاخیں اسکے لئے مہیا کر رکھی تھیں جب وہ آیا تو عمر نے نام پوچھا اس نے صبیغ بتلایا عمر نے کہا ہم عبد اللہ عمر ہیں یہ کہکر خرما کی شاخ سے مارنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کے سر سے خون جاری ہوا تب اس نے کہا بس کیجئے یا امیرالمومنین

کہ وہ جاتا رہا جو میرے سر میں تھا۔ اور عمر نے کہا قریب ہی کچھ لوگ آئینگے جو شبہات قرآن سے مجادلہ کرینگے لہذا تم ان کو حدیثوں کے ذریعہ سے گرفتار کرو کہ وہ لوگ زیادہ اعلم ہیں کتاب اللہ کے ساتھ

کہئے صبیغ بیچارہ کا کیا قصور تھا جسپر یہ سزا ہوئی کہ سر اس کا زخمی کیا گیا حسب ہدایت فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون اوس نے معنی متشابہ قرآن کو دریافت کیا جسپر جواب دینا تھا یا یہ کہ جوتہ۔ لات کریں کیا یہی شان خلافت ہی۔ جب رسول اللہ نے وصیت نامہ لکھنا چاہا تو اس وقت حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ بلند کیا گیا کہ کسی طرح وصیت نامہ نہ لکھا جائے اور جب وہ ضرورت نکل گئی تو اب یہ ہدایت ہے کہ جو شخص کتاب اللہ سے مجادلہ کرے تو تم حدیثوں سے اس کا جواب دیں جب کتاب اللہ ہی کافی تھی تو حکم خذوہم بالسنن کا کیوں دیا

یہاں تو خلیفہ یہ حکم دیتے ہیں خذوہم بالسنن اور وہاں یہ حکم ہے کہ قرآن کو مجرد رکھو تفسیر نہ لکھو چنانچہ اسی ازالۃ الخفا میں ہے وروی ابو جعفر الطبری فی تاریخہ کان عمر یقول جردوا القرآن ولا تفسروہ واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ وانا شریککم قلت معناہ لا تکتبوا فی المصحف غیر القرآن من تفسیرہ وشرح غریبہ ولا تروو امر الحدیث الا ما اعتمدتم علی صحتہ وقت التحمل ووقت الاداء ولا یوجد مثل ذالک الا قلیل فلا یبالی الراوی بقلۃ روایتہ ولیصن روایۃ ما لا یعتمد علی صحتہ ص۱۹۵

یعنی ابو جعفر طبری روایت کرتے ہیں عمر کہا کرتے تھے مجرد رکھو قرآن کو اور تفسیر نہ کرو اس کی۔ اور کم کرو روایت کرنا رسول اللہ سے اور ہم تمہارے شریک ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مطلب سکے یہ ہیں کہ قرآن میں غیر قرآن کو اس کی تفسیر اور شرح غریب قرآن سے نہ لکھا کرو

اور تقلیل روایت کے یہ مطلب ہیں کہ نہ روایت کرو احادیث سے مگر ان حدیثوں کی جن کے صحت پر اعتماد ہو وقت تحمل اور وقت ادا۔ اور ایسی روایت بہت کم ہو۔ پس یہ اوہی نہ یہ واکرے کمی روایت کی اور یہ پرہیز کرے اس روایت سے جس کی صحت پر اعتماد نہ ہو

سچ کہئے گا آپ کے خلیفہ نے "احکام شریعت کے اجرا میں قران وا حادیث کی اشاعت میں کیسی کوشش کی" کہ قران کے بارے میں یہ حکم دیا اس کو مجرد رکھو اور تفسیر نہ کرو۔ احادیث رسول اللہ کے بارہ میں یہ حکم دیا کہ حضرت کی حدیثیں کم بیان کرو اس سے بڑھکر اجرائے احکام شریعت میں کیا کوشش ہو سکتی ہے

اللہ اللہ خلیفہ کو کتاب وسنت سے کیسا بغض تہا کہ نقل تورات و کتاب دانیال پر تو اس طرح ان کی جان قربان تھی کہ خود سے جمرا خرید تے اور یہودیوں سے لکھواتے اور رسول اللہ کو لاکر سناتے جس سے حضرت رنجیدہ ہوتے اور قران وحدیث میں یہ کوشش کہ کسی کو قران کے معنی نہ معلوم ہوں۔ کوئی اسکے احکام سے نہ واقف ہونے پائے کوئی اسکی تفسیر نہ لکھے جو رسول اللہ سے سنا ہو۔ اگر کوئی معنی دریافت کرے تو اسپر کوڑا پڑے۔ اور آپ یہ فرمائیں کہ احکام شریعت کے اجرا میں قران عظیم واحادیث کی اشاعت میں کوشش فرمائی، اگر کوشش اسی کا نام ہے تو نہ معلوم تخریب کی کیا صورت ہوگی۔

**احکام عمری در قلت روایت حدیث رسول اللہ**

اگرچہ تحریر ماسبق سے خلیفہ دوم کا ایمان خلیفہ دوم کی محبت قران واحادیث سے بہ خوبی ظاہر ہوئی۔ مگر شاہ ولی اللہ نے ایک دوسری روایت میں اور بھی اسکی تشریح کی ہے فرماتے ہیں اخرج الدارمی عن الشعبی عن قرظہ قال بعث عمر ابن الخطاب رهطا من الانصار الی الکوفہ فبعثنی معهم

فجعل یمشی معنا حتی اتی صرار و صرار ماء فی طریق مکۃ فجعل ینفض الغبار عن رجلیہ ثم قال انکم تاتون الکوفۃ فتاتون قوما لھم ازیز بالقران فیاتونکم فیقولون قدم اصحاب محمد فیاتونکم فیسالونکم عن الحدیث فاقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلعم وانا شریککم قال ابو محمد ھو الدارمی معناہ عندی الحدیث عن ایام رسول اللہ لیس السنن والفرائض قلت والاوجہ عندی ان حکم الحدیث عن الشمائل والعادات مما لم یتعلق بہ حکم شرعی او معناہ الحدیث علی سبیل الظن فیما لم یتثبت فیہ ولم یجتھد فی حفظہ عند التحمل والاداء ص ۱۱۲

اس روایت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خلیفہ دوم کو ترویج احکام شرعیہ میں کیسا اہتمام تھا کہ جب انصار کو کوفہ کیطرف روانہ کیا ہے تو یہ اہتمام کیا کہ ساتھ ساتھ پیادہ پا چاہ صرار تک گئے جس سے لوگوں کو معلوم ہو خلیفہ ان کی کیسی عزت کرتے ہیں۔ وہاں پہونچکر جب میدان خالی ہوگیا اور لوگ چلے گئے تو یہ فہمایش کرتے ہیں کہ دیکھو اہل کوفہ کو قران کے ساتھ ایک طرح کا اندرونی جوش ہے۔ تم لوگوں کی آمد سنکر وہ آئینگے اور حدیثیں پوچھیں گے تو دیکھو جہاں تک ہوسکے رسول اللہ سے روایت کم بیان کرنا ہم تم سب کے شریک ہیں

اس حدیث کا پہلا حصہ خود بتا رہا ہے کہ خلیفہ کا یہ اہتمام کیوں تھا مدینہ ہی میں کیوں نہ یہ حکم دیا وہیں کیوں نہ کہا اسی خوف سے کہ یہاں وارث رسول موجود ہے اور مومنین صحابہ حاضر ہیں اگر یہ خبر ان کو معلوم ہوگی نفاق کا پردہ فاش ہوگا اور سب کہیں گے یہ دشمن رسول ہے جو حضرت کی حدیثوں کو روکتا ہے

پھر یہ کہنا کہ تم کوفہ جاتے ہو ایسی قوم سے ملوگے جن کو قران کے ساتھ

ایک درونی جوش ہے۔ بتا رہا ہے کہ وہ لوگ قرآن سے کس درجہ ناخوش اور کس درجہ واقف ہو چکے تھے کیونکہ حسب صوابدید جناب امیر المومنین عمار یاسر اور ابن مسعود تعلیم کے لئے بھیجے گئے تھے جس سے خلیفہ مایوس ہو چکے تھے کہ اب تعلیم قرآن کے متعلق ان کا کوئی جادو نہیں چل سکتا وہ واقف ہو چکے ہیں۔ اور باخبر ہیں کیونکہ حضرت عمار و ابن مسعود بڑے عالم کامل تھے۔

لہذا خلیفہ نے اس کی بندش کی کہ حضرت کی حدیثیں انہیں نہ معلوم ہوں کیونکہ عام قاعدہ ہے جب کوئی شخص اپنے دوست یا محبوب یا بزرگ کا ہمراہی اس دربار سے آتا ہے تو فطرۃً جتنے احباب ہوتے ہیں وہ بغرض استفسار حال بکمال اشتیاق جمع ہوتے ہیں اور ہر قسم کا اسکے متعلق سوال کرتے ہیں۔ یہاں تو اشرف الانبیا کے اصحاب ہیں جو مدینہ سے کوفہ جاتے ہیں پھر کس اشتیاق سے مسلمانوں کا ہجوم ہوگا ہر قسم کا سوال ہوگا کوئی تو حضرت کے اخلاق کو پوچھے گا کوئی حلال و حرام کو کوئی انکے غزوات کوئی شمایل و عادات کو

مگر خلیفہ کا یہ حکم ہے کہ دیکھو لوگ تم سے حدیثیں پوچھیں گے جہانتک ہوسکے کم بیان کرنا۔ آخر اسکی کیا وجہ تھی؟ کیونکہ اسلام کا دارومدار تو حضرت ہی کے احکام پر ہے خواہ قولی ہو خواہ فعلی جب اُسکے یہاں بندش کردی گئی تو پھر بنائے اسلام کہاں رہا اور اسلام کی کیا اشاعت ہوئی اب اس کی وجہ بھی معلوم ہوگئی کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی کو کیوں ایسے اجتہاد کی ضرورت ہوئی جس کی بنا قیاس پر ہے کیونکہ احکام قرانی میں خلفا نے وہ گڑبڑ کیا کہ نہ ترتیب مطابق تنزیل ہے نہ پورا قرآن جمع کیا گیا بیسیوں سورے غایب۔ صدہا آیات کم۔ پھر حکم خدا معلوم ہو تو کیونکر حدیثوں کا یوں انسداد ہوا کہ حضرت کی حدیثیں نہ بیان ہوں۔ پھر ابو حنیفہ

کرتے تو کیا کرتے۔ کیونکہ سلطنت کی طرف سے امام بنائے گئے ہیں وہ بھی بمقابلہ ائمہ اہل بیت جناب امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام پھر قیاس نہ کرتے تو کیا کرتے

خلیفہ دوم کا یہ حکم عام قلّلوا الروایۃ عن رسول اللہ ایسا موحش اور جاں گداز ہے کہ علمائے اہل سنت اس کی تاویل میں سرگرداں ہیں کوئی تاویل بنتی ہے نہ انکا اسلام سنبھلتا ہے۔ لہذا دارمی جو ایک امام عالی مقام ہیں اور مخرج حدیث وہ تو یہ تاویل کرتا ہے کہ مقصود خلیفہ اس حکم سے یہ ہے کہ حضرت کے زمانہ کے حالات نہ بیان کئے جائیں۔ تاریخی حالات اکو تو کو نکو نہ معلوم ہوں۔ یہ نہیں مقصود ہے کہ حضرت کے حلال و حرام کے متعلق حدیثیں بیان ہوں مگر یہ تاویل ایسی ہے کہ خود ان کو اسپر ندامت ہوگی۔ کیونکہ جب حکم عام ہے کہ رسول اللہ کی حدیثیں کم بیان کرو تو یہ تخصیص کس قاعدہ سے ہو سکتی ہے کہ یہ حکم تاریخی روایات سے متعلق ہے نہ احکام حلال وحرام سے۔

اور بالفرض اگر یہی مان لیا جائے تو بھی حکم صریحی قران کی مخالفت لازم آتی ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ جو حکم عام ہے کہ ہر چیز کی تاسی کا حکم ہے۔ اب اگر اسکی ممانعت کر دی گئی کہ حضرت کے تاریخی حالات نہ بیان کرو تو پھر تاسی یا اقتدا کیونکر ممکن ہے

شاہ ولی اللہ نے یہ تاویل کی ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت کے شمایل و عادات نہ بیان کئے جائیں مگر بتائے یہ کیسا احسان ہے اہل اسلام پر کہ خدا نے تو فرمایا انک لعلی خلق عظیم اور ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک اور خلیفہ یہ حکم دیتے ہیں کہ حضرت کی شمایل و عادات نہ بیان ہوں پھر اہل اسلام کے اخلاق کیونکر درست ہو سکتے ہیں

(باقی آیندہ)

## اصلاح

وہ ماہانہ رسالہ ہی جو آٹھ برس سے فرقۂ حقہ شیعہ کی حمایت اور نصرت مین جان لڑائے ہی جبکہ کوئی اخبار ورسالہ اس فرقے کا نہ تھا اسنے قوم کی اصلاح اور مخالفین کے دفعیہ کا بیڑا اٹھایا۔ اور قوم نے اپنے کل اغراض ملکی ومالی کا اسکو سرپرست ونگران مان لیا۔

اس دفتر اصلاح نے آجتک جسقدر کتابین علم کلام مین شائع کین اور جسقدر مخالفون کا جواب دیا قوم مین مشہور ہی۔ دو سال سے تنقید بخاری کا سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے اصح الکتب بعد کتاب البار ی صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے کیجاتی ہے کہ صحیح اور اتفاقی روایتین الگ چھانٹی ہین اور وضعی وغلط روایتین الگ باوجود ان خوبیون کے قیمت صرف دو روپیہ سالانہ۔

### تنقید بخاری

پہلا حصہ اصلاح جلد ۵ سے شروع ہوا اور نمبر ۱ جلد ۹ پر ختم ہوا بوجہ کثرت شوق شائقین دوبارہ یہ حصۂ اول چھپوا لیا گیا ہی جسمین صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل حدیثون پر تفصیلی مگر مختصر نظر کیگئی ہی جسکے ملاحظہ سے قدرت خدا یاد آتی ہی۔ قیمت صرف چھ آنہ (۶؍)

### الشمس

الشمس نے اہلسنت کے وہ اسرار کھولدیے ہین جو آج تیرہ سو برس مین نہ کھلے تھے اگر تمام عالم کے اہلسنت جمع ہون تو بھی کوئی جواب صحیح معقول نہین دیسکتے۔ قیمت جلد اول عہ جلد ثانی عام

## نہج البلاغہ

اس کتاب مستطاب سے کون ناواقف ہوگا کہ جناب امیر المومنین مظہر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب علی بن ابیطالب علیہ السلام کے خطبے ور خطوط اور مختلف حدیثین جنپر مسلمانون کے دین و دنیا کی ترقیون کا دارومدار ہی جناب سید رضی علیہ الرحمہ نے اسمین جمع کی تھین قدیم زمانے سے متعدد شرحین اسکی عربی فارسی مین لکھی گئین مگر باانہمہ یہ کتاب کمیاب بلکہ نایاب تھی جناب فخر الحکماء دام ظلہ نے اسکا بامحاورہ ترجمہ کیا ہی اور مبسوط شرح تحریر فرمائی ہے مگر چونکہ کتاب بہت ضخیم تھی اسلیے یہ انتظام کیا گیا کہ ہر سال اسکے ۱۲ جزو ۲۲+۲۹ تقطیع پر شائع ہون لہذا عگر سالانہ مقرر کیا گیا ہر چھ ماہ پر چھ جزو شائع ہوتے ہین پوری کتاب کی قیمت درجۂ اول عشہ درجۂ دوم عللہ

### رسالۂ وضو

جسنے دنیا کو منوا دیا کہ اسلام مین مذہب حق شیعہ ہی جسکا وضو اور نماز اور افعال مطابق کتاب وسنت ہی چالیس حدیثون سے زیادہ کتب معتمدۂ اہلسنت سے لکھی گئی ہین کہ یہی وضو حضرت رسول اللہ کا ہی جو شیعون مین جاری ہی قیمت ۸؍

### مناظرۂ مجدّد

حصۂ اول جسمین قرآن احادیث رسول اللہ وجناب امیر و حسنین اور اقوال عائشہ وصحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وخلفای اہلسنت سے بالخصوص معاویہ بن ابی سفیان پر لعن کرنا بصراحت تمام مذکور ہے آجتک اس مادہ مین ایسی کوئی کتاب نہ لکھی گئی تھی۔ قیمت صرف فی جلد (۱۲؍)

ساده ۴ م ر ۔ المشتہر سید نور الحسن مرزا محمد حید ر۔ چوک۔ لکھنو۔

بسم اللہ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ [illegible] علیٰ سیدنا محمد وآله الطیبین الطاهرین ولعنة الله علیٰ اعدائهم اجمعین الیٰ یوم الدین

ہزار شکر کہ الشمس کی تیسری جلد آج شروع ہوئی ہے جس سے امید ہے کہ مسئلہ تحریف قرآن کا خاتمہ بخیر اسی جلد میں ہو جائے۔ کیونکہ عام طور سے خلیفہ ثالث ہی اس کے لئے بدنام ہیں۔ اسی مناسبت سے میں چاہتا ہوں کہ اس بحث کو اسی **جلد ثالث** پر تمام کروں واللہ الموفق والمعین

[illegible] ہوں کہ گذشتہ جلد کی اشاعت بروقت نہ ہو سکی۔ کیونکہ اشاعت بھی ابتدا تو [illegible] ایک مدت بعد ہوئی اور اختتام بھی بعد اختتام سال حالانکہ پوری امید تھی کہ اصلاح نمبر ۲ جلد ۲ کے بعد ہی معاً شایع ہو۔ مگر اس کو کون جان سکتا تھا کہ جو ملازمین قدیم الایام سے ملازم تھے وہ یکایک بلا سبب بلا وجہ خلاف وعدہ اسطرح ترک رفاقت کرینگے کہ میں سب کے سامنے شرمندہ ہونگا۔ یہ سنکر اور بھی آپ کو حیرت ہوگی کہ نمبر ۱۱ و ۱۲ کا صفحہ ۱ لغایت ۴ اور ۳۰ لغایت ۲۰ تو محرم ہی میں چھپ گیا صفحہ ۵ و ۲۰۰۰ کے لئے دو ہفتہ تک انتظار کرنا پڑا کہ پٹنہ سے کاپی لکھ کر آئے تو چھپے اور صفحہ ۲۰ لغایت ۸۰ باوجودیکہ کاپی تیار تھی نہ چھپ سکا۔ کیونکہ نہ مصلح سنگ تھا نہ کاپی نویس کہ کم سے کم دو کلمہ معذرت کا تو لکھوا دیتا۔ آخر اسی صفحہ ۱۸ پر شایع کر دیا گیا کیونکہ تقاضا کے خطوط ایسے تھے جن پر میں صبر کر سکتا سب سے بڑا مانع **طاعون** تھا اور ہے جس سے کل امور معطل ہیں۔

**دوسرا** امر ضروری یہ بھی ہے کہ جتنے عنوانات مباحثہ ہم نے گذشتہ جلد میں قائم کئے تھے وہ سب کے سب ناتمام رہے لہذا ضروری ہوا کہ وہ سب مطالب تمام کئے جائیں بعد اس کے دوسرا سلسلہ قائم ہو

(۱) جلد ثالث پر ریویو نمبر ۱۱ و ۱۲ کے صفحہ ۲۰ سے ملانا چاہیے۔

(۲) کشف الظلام نمبر ۱۰ کے صفحہ ۹۶ سے باقی ہے

(۳) حل المشارق نمبر ۹ کے صفحہ ۷۶ سے ملانا ہوگا

یہ مضامین اگرچہ دراصل سب ایک ہی ہیں مگر چونکہ ایک ایک تحریر سے اس کا تعلق ہے اس لئے ہر تحریر کا عنوان علیحدہ قائم کیا گیا تاکہ ناظرین کو سہولت ہو اور انتشار ذہن نہ پیدا ہو۔

میں بفضل خدا امیدوار ہوں کہ اکثر مضامین اس جلد ثالث کے دو تین نمبروں میں تمام ہو جائیں اور پھر نئے مضامین کے عنوانات شروع ہوں ان اللہ علی کل شیء قدیر

# اثر الشمس

یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ جس امر پر آج تیرہ سو برس سے اتفاق کر لیا گیا تھا کہ اگر لاکھ دلائل جمع ہوں۔ آسمان و زمین اپنی جگہ سے ٹل جائیں مگر کسی طرح سے اقرار نہ کیا جائے۔ تحریف کا لفظ بھی زبان پر نہ آئے۔ وہاں اب اس طرح امر حق ظاہر ہوا کہ الشمس کے دلایل نے اہل سنت کو اقرار تحریف پر مجبور کر دیا۔

اگر ہمارے لایق مخاطب فرار نہ کر جاتے الشمس کی عبارت لکھ کر جواب دیتے رہتے۔ تو آج شاید ہی کوئی سنی ایسا ہوتا جو اظہار امر حق سے باز آتا۔ مگر حق یہ ہے کہ حق ایسی چیز نہیں جو چھپ سکے لاکھ چھپایا مگر اہل سنت کے سمجھداروں کو اقرار کرنا ہی پڑا کہ روایات اہل سنت تحریف قرآن میں صاف ہیں

چنانچہ خود ہمارے لایق مخاطب باوصفیکہ بدانست خود بحث تحریف کو ختم کر چکے تھے یعنی الشمس سے فرار کر چکے تھے اپنے اخبار مورخہ ۲۰ محرم میں قمطراز ہیں "اب میں پہلے مولوی عبد الرحیم صاحب کے اعتراض کا جواب دیتا ہوں۔ اسکے بعد اوپر صاحب کی تحریر میں جو باتیں ہیں اُن کو عرض کروں گا

مولوی عبد الرحیم صاحب لکھتے ہیں۔

جس طرح کی تحریف اناجیل و توریت میں منجانب مسلمانان بیان کی جاتی ہے اس سے کہیں زیادہ تحریف یا کم از کم غیر ارادی نقصان و کمی جو بوجہ غیر مکتوب ہونے کلام اللہ کے ناگزیر تھے بیشمار معتبر احادیث سے خود قرآن مجید کے متعلق ثابت ہے ملاحظہ ہوں اتقان۔ در منثور صحاح ستہ۔ کتب مناظرہ شیعہ وغیرہ۔

اس امر کے متعلق مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی مدیر " بجواب اہل تشیع کے کچھ لکھا ہے لیکن وہ بمقابلہ منکرین اسلام نہ صرف ہیچ بلکہ مضر اسلام ہے انھوں نے تمام روایات متعلقہ تالیف و ترتیب قرآن مجید کو صحیح تسلیم کر کے مسئلہ نسخ التلاوۃ کے دامن میں پناہ لی اول تو یہ جواب ہی غیر تشفی بخش ہے دوسرے جب ان آیات کو فرداً فرداً الیکران منسوخ التلاوۃ آیات و سورتوں سے بعض کے مطالب جو تا انہدام معلوم نہیں مخفیاً معلوم ہوتے ہیں غور کیا جاتا ہے تو اسوقت یہ جواب بالکل قایم نہیں رہتا ہے مولانا موصوف نے اس شبہ بازار میں ایک حرف بھی نہیں لکھا کہ جب بزمانہ حضرت عثمان یہ معلوم ہوا کہ مصحف مرتبہ حضرت

• صدیق اکبر سے ایک آیت مفقود ہو جس کا خیال تفاقیہ ناقلین میں سے ایک کو آگیا جسپر اسکی تلاش کیگئی اور مصحف عثمانی میں بھی موقع پر مناسب درج کیگئی تو یہ کیوں نہ خیال کیا جائے کہ اسی طرح اور بھی آیات مصحف صدیقی میں درج ہونے سے رہگئی ہوں گی جن کا تذکرہ نہ تو جامعین عہد صدیقی کو ہوا اور نہ ناقلین عہد عثمانی کو حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں جمع احتمالی توجیہ کی ہے الفاظ روایت اس کی تائید نہیں کرتے۔ مورخہ ۱۰ ر صفر ۱۳۲۹ھ

اڈیٹر صاحب نے اس عبارت کو لکھکر اس کا جواب بھی لکھا ہے مگر چونکہ ناظرین کو انکے جوابوں کی حقیقت بخوبی معلوم ہو چکی ہیں لئے اسکے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر موقع ہوگا تو خاتمہ بحث تحریف پر اس کی قلعی بھی کھولدی جائیگی۔

مگر اس تحریر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ اب خیالات اہل سنت میں کیسا انقلاب آرہا ہو اور جو لوگ سمجھدار ہیں وہ کس طرح امر حق کا اظہار کر رہے ہیں اور خدا نے چاہا تو چند ہی روز میں دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائیگا۔ اس کے بعد اڈیٹر رسالہ اسلام جالندھر کی یہ عبارت نقل کی ہو اور اُس کا جواب بھی دیا ہے

اسلام کو اپنے دشمنوں سے اتنا صدمہ نہیں پہونچا جسقدر نادان دوست اسکے باعث ہوئے اسلام کی آخری اور مکمل کتاب قرآن مجید کی نسبت جو خطرناک حملہ مخالفین کی طرف سے ہو رہا ہو زیادہ مسلمان ہی بیخ بنی اس کا موجب الزام ثابت ہوتی ہیں اور عیسائی حضرات مدت سے انہیں مسلمان مورخوں کی بنا پر قرآن کے محرف و غیر محفوظ ہونیکی نسبت طرح طرح کی بیہودہ گوئیاں کر رہے ہیں۔ مورخہ ۔ صفر

ہم اہل سنت کے سمجھداروں سے امید کرتے ہیں کہ وہ ان عبارتوں میں غور کریں اور دیکھیں کہ کس طرح یہ حضرات اس کا اقرار کر رہے ہیں کہ روایات اہل سنت عام طور سے تحریف قرآن کو ثابت کرنے والی ہیں اسپر ان کا انکار انکار بدیہی نہیں تو کیا ہو۔

## فرار ثلثہ از مناظرہ

مقصود میرا اس سے یہ نہیں ہے کہ خلفائے ثلثہ کی فرار کو بیان کروں بلکہ اپنے لائق مخاطب کے سہ گانہ فرار پر اجمالی روشنی ڈالنی منظور ہو (۱) ناظرین کو یاد ہوگا کہ اتفاق [illegible] حسین [illegible] صاحب کی بوجہ سلسلہ کلام کوئی خاص عبارت تھی۔ اسقدر شور و غل مچایا کہ تین کالم اخبار کے صرف کر ڈالے جسکا ایک فقرہ یہ ہو۔ اگر بحث تحریف بباعث مبسوط ہونیکے آپ کو طویل معلوم ہو اور اپنے رسالہ میں گنجایش نہ ہو تو مجھ کو اجازت دیں تو میں اس بحث کو مختصر کر کے آپکی خدمت میں پیش کر دوں آپ اسکو الشمس میں درج کر دیجیے گو میری اس درخواست کی تعمیل اب یہ لحاظ قوانین مناظرہ فرض ہے تاہم میں اتمام حجت کی غرض سے یہ بھی منظور کرتا ہوں کہ میری اس تحریر کو چھاپنے میں جسقدر کا غذ چھپائی۔ لکھائی وغیرہ کے مصارف ہوں گے وہ سب میرے ذمہ اب بھی اگر آپ میری تحریر کو نہ چھاپیں اور اپنے ناظرین کو انصاف کر نیکا موقع نہ دیں تو اسی طرح آسمان کو زمین لکھ کر کاغذ سیاہ

سمجھ میں نہ آتیتا ہر شخص سمجھ لیگا کہ اپکی نیت کیا ہے۔ مورخہ ۷۔ رجب

اس تحریر سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کیا زور و شور ہے۔ جب اسکی تعمیل الشمس ۲۸ شوال سے شروع ہوگئی کہ سابق کا سلسلہ کلام کم بلکہ ترک کیا گیا۔ ان کی تحریریں لفظ بلفظ درج ہونے لگیں اور جواب لکھ دیا جانے لگا تو ۲۰ شعبان سے عبارت الشمس کا نقل کرنا بالکل چھوڑ دیا اور ۱۲ رمضان سے تو بالکل جواب ہی لکھنا چھوڑ دیا اب گو وہ جانتے بھی نہیں الشمس بھی طالع ہوتا ہے یا نہیں اسپر یوں نہ لکھے مولوی عبد الرحیم صاحب کو خط لکھا جسکی عبارت سابق مرقوم ہوئی کہ کسیطرح اڈیٹر صاحب نقل عبارت الشمس پر آجائیں تو وہ جواب میرے تحریر فرماتے ہیں "...... جواب کے ساتھ عبارت الشمس نقل کر دینگے یا نہ جب آپکی ہزاروں تدبیریں بے اثر ہیں تو کیا امید ہو سکتی ہے کہ کسی دوسرے کی تحریک کارگر ہو گی تاہم میں آپکی خواہش کی تعمیل کروں گا لیکن اپنی دوسری تحریر کا نتیجہ دیکھنے کے بعد۔ اب تو دنیا کو اڈیٹر صاحب کا فرار اچھی طرح معلوم ہوا یہ پہلا فرار ہے

(۲) الشمس ۲۸ شوال میں مینے انکا مناظرہ لسانی بھی منظور کیا تھا بایں شرط کہ کسی ہادی دین جا کم ضلع کے سامنے مناظرہ ہو کہ بعض اس کا خوف نہ ہو اس پر اسقدر شور و غل مچایا کہ پناہ تیری آخر اڈیٹر صاحب نے ۲۸ شعبان کو یہ شرط شائع کی کہ مہر لگ گولالیا اور لالہ ڈی بشن رپنڈت آریہ سماج کے روبرو یہ مناظرہ ہو جس کے لئے ایک مدنی کی بھی صورت نکالی کہ داخلہ کی فیس ہر شخص سے لیجائے۔ اس شرط کو بھی میں نے قصہ طے کرنیکے لئے منظور کیا نہ خود الشمس کے ذریعہ سے بلکہ اصلاح اور شیعہ کے ذریعے بھی منظوری دیگئی پھر کیا تھا ایسا فرار کیا کہ ابتک پتہ نہیں

اڈیٹر صاحب خوش قسمتی سے کچھ ایسے اتفاق کے واقع ہوئے ہیں کہ جس شخص سے وہ کلام کرنا چاہتے ہیں وہ نفرت کرتا ہے۔ چنانچہ خود لینا واقعہ جلسہ دستار بندی ندوۃ العلماء کے متعلق لکھتے ہیں "میں نے موقع پاکر مولوی صاحب موصوف سے تقریر کرنیکی اجازت چاہی مولوی صاحب نے نہایت تہذیب و متانت سے میری گذارش کے جواب میں کہا کہ آج کسی تقریر یا وعظ وغیرہ کا جلسہ نہیں ہے بلکہ آج محض اسباق کی کمیٹی ہو گی جسمیں ندوہ کی اسباب ترقی اور مرجع پر غور ہو گا اور اسکے متعلق تدابیر سوچی جائینگی تاہم جب سب لوگ جمع ہو جائیں تو تم صدر صاحب اور ممبران کمیٹی سے اجازت لینا اگر وہ لوگ اجازت دیدیں تو بیان کرنا یہ سنکر اپنی جگہ پر چلا آیا۔ پھر جس وقت جلسہ ہوا اور چونکہ کوئی صدر انجمن منتخب نہیں ہوئے تھے کہ جن سے اجازت لیتا مجبوراً مولوی شبلی صاحب سے مخاطب ہو کر میں نے اپنی استدعا سابقہ کا اعادہ کیا انھوں نے پوچھا تم کیا بیان کرنا چاہتے ہو۔ میں یہ سنکر بیٹھ گیا اسکے بعد ساعین ندوہ کے نام لکھے جانے لگے میں متردد بیٹھا رہا کہ فہرست جب تک پہونچیگی تو میں کہوں گا تا وقتیکہ میں اپنے خیالات ظاہر نہ کروں شریک نہیں ہو سکتا ہوں مگر افسوس کہ مجھ تک فہرست نہیں پہونچائی گئی اور مولوی شبلی صاحب کی تقریر کیلئے اجازت نہ دینا کیا کچھ اظہار دلی و خرابی حالات ندوہ کو شعر نہیں ہے۔ مورخہ ۸ محرم

اب اسی سے آپ انکی حقیقت سمجھ لیجئے کہ جو شخص اپنے فرقہ میں ایسا باوقار ہو کہ ندوۃ العلماء کے جلسہ میں تقریر کرنیکی اجازت نہ پائے مگر یہ کہ ٹھہرایا کہ اند و کر دیا اور اجازت نہ ملے۔ اس سے اگر میں نے گفتگو منظور کی تھی تو کتنا بڑا احسان کیا تھا کیا اس فرار کو آپ دوسرا فرار نہ کہینگے

(۳) جب تدبیر مناظرہ میں ناکامی ہوئی تو بیٹھے بذریعہ اصلاح و الشمس یہ تجویز پیش کی تھی کہ اب اپنا اخبار کے خریداروں کا نام شائع کریں اور اگر کمیٹی ہوئی جسمیں سمجھ دیں کہ الشمس اس تک مفت پہونچا دوں اور میں الشمس کے خریداروں کا نام شائع کر دیتا ہوں (چنانچہ شائع کر دیا) آپ انکے پاس اپنا اخبار بلا قیمت بھیجا کریں کہ ان کو فیصلہ کرنیکا موقع ملے اسپر اڈیٹر صاحب نے جو کہ یہ تجویز میری ایسی ہو کہ بعض علمائے حنفیہ اس کام پر بے رہے ہیں اور اہل حدیث شرارت کرتے ہیں خط ہوا اخبار اہلحدیث مقصد

# جلد ثالث پر ریویو

[سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو صفحات الشمس مسلادہ جلد ۲]

اگرچہ بعد اس تقریر کے کہ آیات و احادیث متعددہ سے آنحضرت کی پیشین گوئی کرنا تحریف قرآن کے متعلق مذکور ہو چکا اور تمامی علمای اہل سنت نے اس کا اعتراف کیا کہ حضرت ؐ کی کل خبریں مطابق واقع ہیں اس کی ضرورت نہ تھی کہ ہم بقیہ کلام مخاطب کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ کوئی بات اس میں قابل التفات نہ تھی مگر اتماما للحجۃ حقیقت اسکی بھی ظاہر کر دی جاتی ہے **قولہ** براہ عنایت اب فضول باتوں کو ترک کر کے کام کی باتیں لکھئے آپ کی کتابوں سے جو روایتیں تحریف قرآن کی نقل کی گئیں انکے علما کا عقیدہ انکے مطابق دکھایا گیا اور درصورت تحریف قرآن اہل بیت دونوں سے تمسک کا باطل ہونا ثابت کیا گیا۔ ان تمام امور کا شافی جواب دیجئے یا تسلیم کیجئے اور اگر نہ جواب دیسکتے ہوں اور نہ تسلیم کر سکتے ہوں بلکہ یہ چاہتے ہوں کہ اہل سنت کو بھی اس جرم میں شریک کر کے اپنی ندامت کو کم کریں تو اس کے لئے انھیں مدارج کو طے کیجئے اہلسنت کی روایتوں سے ویسے ہی مضامین ثابت کیجئے جیسے ہمنے آپ کی کتابوں سے ثابت کئے کہ منافقوں نے اس قرآن کو جمع کیا۔ انھوں نے اس میں کمی زیادتی۔ تغیر تبدل کر دیا اور پھر یہ بھی ثابت کیجئے کہ اہل سنت کا انھیں روایتوں کے موافق عقیدہ ہے۔ یاد رکھئے مبحث تحریف سے کسی طرح آپکو چھٹکارا نہیں ہو سکتا عقیدہ تحریف نے آپکے مذہب کا بہت بڑا راز کھول دیا ہے۔ اور اس عقیدہ کا نتیجہ ابھی کیا ہے آئندہ چل کر آپ خود اپنی آنکھ سے دیکھ لیں گے

**اقول** براہ عنایت فرمائیے میں نے کون سی بات فضول لکھی۔ آپنے حدیث رسول اللہ طلب کی تھی کہ آپکو سرتابی کا موقع نہ ملے۔ میں نے ایک کی جگہ دو بلکہ تین پیش کر دیا مگر آپ سرتابی ہی کئے ہے ہیں۔ تو اب آپ ہی بتلائیے اسمیں میرا کیا قصور ہے۔ میں نے جو بات بیکار لکھی ہو لکھئے اسکو میں غلط کر دوں اور انھیں باتوں کو بڑھنے دوں جسے آپ بھی کام کی سمجھتے ہوں

میری کتابوں سے تو آج تک ایک روایت بھی آپ نے ۲ رجب سے اب تک نہ لکھی۔ جس کا جواب دوں کیونکہ اس تحریر کا سلسلہ تو ۲ رجب سے شروع ہے۔ جب سے آپ نے اپنی تقریر جلد اول کا اعادہ کیا اگر جلد اول میں میری روایتیں لکھی ہیں تو ان کا جواب اپنے موقع پر آئیگا۔ کیونکہ آپ ہی نے میرے سلسلہ تقریر کو قطع کیا ہے۔ اور یہاں بھی کوئی روایت نہ لکھی پھر میرا قصور اور کس کا جواب دوں

اگر آپ نے میرے ملا کا عقیدہ مطابق قرآن و حدیث یا صرف حدیث دکھایا تو میں
آپ کا شکر گذار ہوں کہ کلمہ حق ان کی زبان پر جاری ہوا اور اپنی ہی اقرار کیا کہ میرا عقیدہ خلاف قرآن
و حدیث نہیں یہاں تو صرف اس شکریہ کو قبول فرمائیے اور آئندہ انشاء اللہ اپنے موقع پر اسکی پوری حقیقت
ظاہر کروں گا مگر براہ کرم آپ تو صاف صاف اقرار کرلیں کہ ایکے حدیثوں سے تحریف ثابت ہے پھرینگے
بھی گا کیونکہ اگرچہ اس کلام سے کہ روایت اور چیز ہے۔ اعتقاد اور چیز ہے۔ آپنے اس کا اقرار کرلیا
کہ روایتیں آپ کی تحریف کو ثابت کرنیوالی ہیں گو اعتقاد اُسکے مطابق نہیں ہے۔ مگر میں اسکی صراحت
چاہتا ہوں کہ اقرار فرمائیے روایات اہل سنت سے تحریف قرآن ثابت ہے۔ اگرچہ اپنے علما کا اعتقاد
نہ ہو حالانکہ میں نے کتب عقاید کی عبارتیں بھی لکھدیں منبر ۳ جنمیں عدم تحریف قرآن کو اعتقاد میں نہیں
لکھا ہے پھر کیونکر آپ انکے مدعی ہوسکتے ہیں کہ اعتقاد اسکے خلاف ہے اور آگے چلکر انشاء اللہ ضرور بہ
تفصیل اسکی ظاہر کروں گا کہ ایکے علمانے صاف صاف کہا ہے یہ تحریف ہے۔ جواب شافی بھیجئے جو امر
قرآن حدیث صحیح سے ثابت ہے وہی میرا اعتقاد ہے ہرگز کوئی اعتقاد خلاف حدیث و قرآن نہیں ثابت
ہوسکتا اب آپ فرمائیے ایکا اعتقاد مطابق حدیث ہے یا اس کے خلاف۔ میں اہل سنت کو شریک جرم
نہیں کہتا بلکہ اسی شخص کو مجرم کہتا ہوں جو جرم ہے اُنھیں کا ہے۔ کیونکہ جتنی روایتیں لکھی گئیں سب شیعوں کی
کی ہیں اور انھیں نے تحریف کی اور وہی اس کے مجرم ہیں ایک متنفس بھی شیعوں سے نہ اس کا شریک ہے
نہ کبھی انھوں نے تحریف کیا۔ بلکہ ہمیشہ ایلوگوں کی تحریفوں کو مطابق حکم رسول دفع کرتے رہے۔

الحمد للہ قرآن و احادیث سرور انبیا سے مثل آفتاب تاباں ثابت کر دیا کہ خدا خود کہہ رہا ہے
کہ یہ صحابہ کلام خدا کو بدلنا چاہتے ہیں رسول اللہ نے متعدد احادیث میں اسکی پیشین گوئی
فرمائی کہ لوگ تحریف کرینگے۔ زیادہ کرینگے ملعون ہونگے۔ ابن تیمیہ نے اقرار کیا تحریفوں کا ہونا مطابق
اس حدیث کے ضرور ہوا امام تلسانی نے کہا یہ قرآن تمام تر شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ امام محی الدین عربی نے
کہا اگر عوام کا خوف نہوتا تو پھر ان سب آیتوں کو بتلادیتے جسے عثمان نے حذف کیا۔ عوام کو چاہیے علماے
شریعت سے پوچھ پوچھ کر اس کی تلاوت کریں

پھر یہ بھی ثابت کیا کہ خود عمر و ابن عمر کہتے ہیں اس قرآن سے قرآن کثیر جاتا رہا کیا وہ اہل سنت
تھے؟ کیا جن جن صحابہ کے اقوال کمی و زیادتی کے متعلق ذکر ہوئے وہ اہل سنت سے خارج ہیں؟

کیا وہ علمای اہل سنت نہیں ہیں؟ کیا اعتقاد اُن کا اپنے قول کے خلاف تھا جس سے بقول شاہ ولی اللہ صاحب بسنن ان کا لازم آوے۔ کیا اسکے بعد بھی آپ یہی کہئے گا کہ ان مدارج کو طے کر دوں حالانکہ میں نے تو یہانتک پہونچایا کہ جن کتابوں کا درجہ قرآن کے برابر یا اُس کے بعد مانا گیا ہے اُن سے کمی زیادتی ثابت ہو یہانتک کہ آپکے امام شافعی نے اُنہیں تحریف شدہ آیتوں پر استدلال قایم کیا۔ اور امام احمد تو ان کو قرآن مانتے ہیں۔

اڈیٹر صاحب مجھے تو خوب یاد ہے کہ آپ نے پیشواؤں کے جرم کو چھپا رہے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ جنھوں نے قرآن میں تحریف کیا ان کو بری کر کے جو لوگ اسکو ظاہر کرتے ہیں اُنھیں مجرم بنائیں جیسا کہ عمر صاحب نے اُنہیں صحابہ پر حد جاری کی جنھوں نے زنای مغیرہ کا اظہار کیا تھا اور گواہی دی تھی مگر یاد رکھئے کہ اب یہ سب چلنے والی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر قسم کی روایتیں تو آپکے یہاں موجود ہیں جن سے کسی طرح آپکی جان بچ نہیں سکتی اور تمام عالم کو معلوم ہو گیا کہ آپ کے بزرگوں نے تحریف کی اور اس کا اقرار بھی کیا

نتیجہ اسکا بھی دیکھ لیجئے کہ قرآن اہل سنت کے یہاں ایسا متروک العمل ہوا کہ تمامی علما آپکے دیکھ رہے ہیں۔ ہاں اہل سنت نے قرآن کو پس پشت ڈالدیا۔ چھوڑ دیا۔ حدیث سے قرآن منسوخ۔ اجماع سے قرآن منسوخ۔ پھر قرآن رہا کہاں۔ اس سے بڑھکر کیا نتیجہ چاہتے ہیں

**اہل سنت کا قرآن کو چھوڑنا**

افسوس یہ ہے کہ آپلوگوں نے مخالفت رسول اللہ پر ایسی کمر باندھی ہے جس کی حضرت نے بالخصوص مذمت کی اور ممانعت فرمائی اُس کو تو آپ لوگ بکمال شوق عمل میں لاتے ہیں۔ اور جس کی تاکید فرمائی حکم دیا اُس سے بالخصوص مخالفت کرتے ہیں۔

مذمت کیلئے تو وہ حدیثیں ملاحظہ فرمائیں جن میں خارج کے حفظا قرآن اور اُنکے ریائی زہد و تقوی کی مذمت ہے صحیح بخاری میں ہے عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ یقول یخرج فیکم قوم تحقرون صلوتکم مع صلوتہم وصیامکم مع صیامہم وعملکم مع عملہم ویقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرہم صـ۱۲۲

یعنے تم میں ایک ایسی قوم نکلے گی کہ انکے نماز کے سامنے تم اپنی نماز کو حقیر جانوگے اور انکے روزہ

کے مقابلہ میں اپنے روزہ کو اور انکے عمل کے سامنے اپنے عمل کو۔ وہ پڑھیں گے قرآن کو اسطرح کہ انکے حلق سے نہ اتریگا جسکے معنی یہ لکھے ہیں لا تتعدی قلوبھم یعنی نہ سمجھیں گے دل انکے۔

پھر دوسری حدیث ہے قال المومن الذی یقرأ القرآن ویعمل بہ کالاترجۃ طعمھا طیب و ریحھا طیب والمومن الذی لا یقرأ القرآن ویعمل بہ کالتمرۃ طعمھا طیب ولا ریح لھا ومثل المنافق الذی یقرأ القرآن کالریحانۃ ریحھا طیب وطعمھا مر ومثل المنافق الذی لا یقرأ کالحنظلۃ طعمھا مر وخبیث وریحھا مر ص ۱۳۷

یعنی جو مومن کہ قرآن کو پڑھتا ہو اور عمل کرتا ہو اسکی شان نارنج کے ایسی ہے جسکی خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور ذائقہ بھی اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا مگر عمل کرتا ہے اس کی شان رطب کی ہے کہ ذائقہ مزہ دار ہے مگر خوشبو نہیں۔ اور جو منافق قرآن پڑھے اور عمل نہ کرے مثل ریحانہ کے ہے کہ خوشبو تو ہے مگر ذائقہ تلخ ہے اور جو منافق نہ قرآن کو پڑھے اور نہ عمل کرے اسکی شان حنظل کی ہے کہ ذائقہ بھی کڑوا بو بھی کڑوی۔

دیکھئے اس حدیث سے صرف یہی نہیں معلوم ہوا کہ منافق بھی قرآن پڑھتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ ان منافقوں کا قرآنکو پڑھنا یا نماز روزہ کا پابند ہونا ایسا ہوگا کہ سچے مسلمان اُن کے مقابلہ میں اپنے اعمال کو حقیر سمجھیں گے۔ اب غور کیجئے اپکے حافظوں کی یہی حالت ہے یا نہیں۔ انکو ملکو انکا ایمانداری سے اچھی طرح اپنے حافظوں کے کردار اور اعمال پر نظر کرکے ایمانا فرمائیے وہ کس قسم میں داخل ہیں اگر کلیۃً نہیں تو اکثریۃً انکو اقرار کرنا پڑے گا کہ صدق رسول اللہ ﷺ سچ فرمایا رسول اللہ نے اکثر حافظان قرآن ایسے ہی ہیں

اسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوگا کہ اصل حکم اتباع قرآن کا ہے کہ اسپر عمل کرے خواہ تلاوت کرے یا نہ۔ عمل سے مومن ہوگا نہ عمل کرنے سے منافق اگرچہ وہ کیسا ہی حافظ ہو۔

رسول اللہ نے اس اخری حدیث میں چار تقسیم کی ہے۔ مومن قاری قرآن و عامل مومن غیر قاری عامل یہ تو شان ہم شیعوں کی ہے جو مومن ہیں کیونکہ ہزاروں تصریحات اسکے آپکے یہاں موجود ہیں کہ آپ اپنی کو مومن نہیں کہہ سکتے نہ اس کا دعویٰ کرسکتے ہیں لہٰذا ان دو قسموں سے خارج ہوئے۔ رہی تیسری قسم منافق قاری مگر غیر عامل چوتھے غیر قاری و غیر عامل یہ دونوں

تسمیں آپکے متعلق ہیں جو قدیم الایام سے بلقب منافق ملقب چلے آرہے ہیں
اب ہیں کو دیکھئے کہ آپ حضرات اگر قاری قران ہیں تو مطابق حدیث مذکور بیکار۔
کیونکہ علما نے اسکی تصریح کی ہو کہ اہلسنت تمامتر قران سے منحرف ہیں۔ الشمس ص ۳ و ۴ میں ایک
پوری تقریر ایکے شیخ الاسلام ابن تمیہ کی لکھ چکا ہوں جسمیں اتباع قرآن سے آپکی بیزاری حصول
دین وفروع دین میں ظاہر کی ملاحظہ ہو ص ۲۹ لغایت ص ۳۰
پھر الشمس ص ۷ و ۸ ملاحظہ ہو جسمیں شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز صاحب وغیرہ کے اقوال
اسکے متعلق لکھ چکا ہوں کہ اہل سنت قران سے منحرف ہیں۔ بمناسبت مقام یہاں امام شافعی
کا کلام جسے امام سبکی نے طبقات کبری میں لکھا ہے ملاحظہ فرمائیے بذیل ترجمہ حسین ابن علی کرابیسی
قال الشافعی قدمت ومعی خمسون دینارا قال ومحمد بن الحسین یومئذ بالرقۃ فانفقت تلک
الخمسین دینارا علی کتبھم قال فوجدت مثلھم ومثل کتبھم مثل رجل کان عندنا یقال لہ فروخ و
کان یحمل الدھن فی زق لہ وکان اذا قیل لہ عندک فرسنان قال نعم وان قیل عندک زنبق
قال نعم فان قیل عندک خیری قال نعم فاذا قیل ارنی والزق رؤس کثیرۃ فیخرج لہ
من تلک الدھن وانما ھی دھن واحد وکذالک وجدت کتاب ابی حنیفۃ انما یقولون
کتاب اللہ وسنۃ نبیہ وانما ھم مخالفون لہ یعنی امام شافعی کہتے ہیں میں نے پچاس اشرفیاں
ابوحنیفہ کی کتابوں پر خرچ کیں انکی مثال میں نے ایسی پائی کہ ایک شخص مسمی بہ فروخ تھا جو تیل
بیچا کرتا اس سے اگر کوئی کہتا کہ فرسنان ہے۔ خیری ہے زنبق ہے تو کہتا کہ ہاں جب دیکھا تو ایک
ہی طرف کے بہتے لو منہ ہوتے تیل نکال کر دکھاتا۔ یہی حال کتب ابوحنیفہ ہے کہ کہتے ہیں کتاب اللہ
وسنت رسول اللہ حالانکہ سب مخالف کتاب حدیث ہیں۔
اشاعۃ السنۃ میں ہے قال الامام ناصر الاسلام شمس الدین ابن القیم فی خاتمۃ الاعلام
الفائدۃ التاسعۃ ینبغی للمفتی ان یفتی بلفظ النص مہما امکنہ فانہ یتضمن الحکم والدلیل مع
البیان التام فھو حکم مضمون لہ الصواب متضمن الدلیل علیہ وقول الفقیہ المعین لیس
کذالک وقد کان الصحابۃ والتابعون والائمۃ الذین سلکوا علی مناھجھم یتحرون ذالک
غایۃ التحری حتی خلف بعدھم خلف رغبوا عن النصوص فاوجب ذالک ھجران النصوص

معلوم معانيها الالفاظ التي بها تعرف النصوص والحكم والدليل وحسن البيان
فتولد من تعطيل الفاظ النصوص والاقبال على الالفاظ الحادثة وتعليق الاحكام بها على
الامة من الفساد ما لا يعلمه الا الله وقد كان اصحاب رسول الله اذا سئلوا عن مسئلة
يقولون قال الله كذا قال رسول الله كذا وفعل كذا ولا يعدلون عن ذلك ما وجدوا
اليه سبيلا قط فمن تأمل اجوبتهم وجدها شفاء لما في الصدور فلما طال العهد وبعد
الناس من نور النبوة صار هذا عيبا عند المتاخرين ان يذكروا في اصول دينهم وفروعه
قال الله قال رسوله اما اصول دينهم فصرحوا في كتبهم ان قول الله ورسوله لا يفيد اليقين
في مسائل اصول الدين وانما يحتج بكلام الله ورسوله فيها الحشوية والمجسمة واما فروعهم
فقنعوا بتقليد من اختصر لهم بعض المختصرات التي لا يذكر فيها نص عن الله ولا عن
رسوله ولا عن الامام الذي زعموا انهم قلدوه بل عمدتهم فيما يفتون ويقضون به وينقلون
به الحقوق ويبيحون به الفروج والدماء والاموال على قول ذلك المصنف واجلهم عند نفسه
وزعمهم هذا بين جنبيه من يحفظ لفظ الكتاب ويقول هكذا وهذا لفظه فالحلال ما
احله هذا الكتاب والحرام ما حرمه والواجب ما اوجبه والباطل ما ابطله والصحيح ما صححه هذا

یعنی مناسب ہے مفتی کو بہ لفظ نص بیان کرے جو مشتمل ہو حکم اور دلیل پر یہی طریقہ تھا صحابہ کا کہ
جواب میں کہتے تھے قال اللہ قال الرسول اور اب متاخرین کے نزدیک یہ عیب میں داخل ہے۔
کہ قرآن و حدیث کا نام لیں خواہ اصول دین ہو خواہ فروع دین چنانچہ اصول
دین میں اس کی تصریح کی کہ قول خدا اور رسول مفید یقین نہیں ہے اس سے تو وہی
لوگ استدلال کرتے ہیں جو مجسمہ یا حشویہ ہوں
رہا فروع دین مسائل حرام و حلال پس اسمیں نہ حکم خدا کو مانتے ہیں نہ حکم رسول کو
اور نہ اپنے اس امام کے حکم کو جس کے مقلد ہیں۔ بلکہ وہ فتوی اور حکم دیتے ہیں اور نقل حقوق
عمل میں لاتے ہیں۔ اور فروج اور خون اور مال مباح کرتے ہیں ان سب امور میں اس مصنف کے
قول پر ان کا اعتماد ہے اور ان کے خیال میں وہی سب سے زیادہ عالم ہے جو اصل کتاب کی عبارت
پڑھے۔ پس حلال وہ چیز ہے جسے اس کتاب نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جسے اس نے حرام کیا۔

ان نصوص صریحہ سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اہل سنت جو سواد اعظم بننے کی خواہش کرتے ہیں قرآن کی مخالفت کرتے ہیں کہ خود انکے علماء رد کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ یہ قرآن کو نہیں مانتے قرآن سے روگردان ہیں یہ پہلا نتیجہ ہے۔

**دوسرا نتیجہ** قرآن کا منسوخ ہونا خبر واحد سے

اب آئیے دوسرے پہلو سے دیکھئے کہ آپ کس طرح قرآن کو منسوخ مانتے ہیں جس سے لزوماً یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ قرآن سے منحرف ہیں کیونکہ مذہب اہل سنت عام طور سے یہ ہے کہ حدیث ناسخ قرآن ہے جس کے لئے اتنی وسعت دیگئی ہے جس کی حد ہی نہیں نہ اس کا یہاں محل ہے مگر اسقدر عرض کرنا ضروری ہے کہ قرآن کو یہ لوگ عام طور سے احادیث احاد سے بھی منسوخ مانتے ہیں جیسا کہ حصول المامول میں ہے

واما نسخ القرآن والمتواتر من السنة بالاحاد فقد وقع الخلاف في ذلك في الجواز والوقوع اما الجواز عقلا فقال به الاكثرون واما الوقوع فذهب الجمهور كما حكاه ابن برهان وابن الحاجب وغيرهما الى انه غير جائز وذهب جماعة من اهل الظاهر الى وقوعه وهي رواية عن احمد وهو الحق ومما يرشد الى جواز النسخ بما صح من الاحاد لما هو اقوى متنا او دلالة منها ان الناسخ في الحقيقة انما جاء رافعا لاستمرار حكم المنسوخ ودوامه وذلك ظني وان كان دليله قطعيا فالمنسوخ انما هو هذا الظني لا ذلك القطعي فتأمل پھر لکھتے ہیں قال ولم نعلم احدا منع من جواز نسخ الكتاب بخبر الواحد عقلا فضلا عن المتواتر ص ۱۵۱ یعنی اس میں اختلاف ہے کہ قرآن اور حدیث متواتر خبر احاد سے منسوخ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اکثر اسکے قائل ہیں کہ عقلاً جائز ہے خبر واحد سے منسوخ ہو جائے۔ برہان و ابن حاجب وغیرہ قائل ہیں کہ گو جائز ہے مگر واقع نہیں ہوا اور ایک جماعت اہل ظاہر کی جن میں امام احمد بھی ہیں قائل ہیں کہ واقع بھی ہوا اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ناسخ کی غرض تو رفع استمرار ہے جو منسوخ سے پیدا ہوا۔ پس یہ حکم جو منسوخ سے معلوم ہوا تھا وہ ظنی ہے اور ناسخ (یعنی خبر احاد) قطعی ہو تو جو ظنی حکم کا تھا وہ منسوخ ہوا۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کسی نے بھی منع کیا ہو جواز نسخ کتاب کو خبر واحد سے چہ جائیکہ حدیث متواتر سے نسخ کا مانع ہو

اس عبارت نے واضح طور پر بتا دیا کہ قرآن کی جس آیت کو چاہو صحیح بخاری صحیح مسلم سے منسوخ کر دو کیونکہ وہ سب خبر احاد سے بلکہ اخبار احاد کے اعلیٰ افراد سے ہے۔ نہیں نہیں جس حدیث سے چاہو

قران کو منسوخ کردو کیونکہ حدیث صحیح کی تمیکدار صرف صحاح ستہ ہی نہیں ہیں انکے علاوہ ہزاروں حدیثیں
اور کتابوں میں ہیں اور وہ سب ناسخ قران ہیں۔ چونکہ اڈیٹر صاحب نے ایک مقام پر اس سے انکار کیا
تھا اسوجہ سے اسقدر لکھا گیا ورنہ مسلمات اہل سنت سے ہو کہ حدیث ناسخ قران ہو۔

**قران کا منسوخ ہونا اجماع سے**

اب سپر ترقی سنئے کہ صرف حدیث ہی ناسخ قران نہیں ہو بلکہ اجماع بھی کوئی اجماع
بھی خلیفہ بلکہ ناسخ قران ہو جیساکہ شرح اصول بزدوی میں ہو فکذا الجواب

یجوز نسخ الکتاب بالسنہ والاجماع عند بعض مشایخنا منهم عیسی بن ابان والیه ذهب بعض
المعتزلة تمسکوا بما روی ان عثمان رضی الله عنه
لما حجب الام من الثلث الی السدس باخوین قال
ابن عباس رضی الله عنهما کیف تحجبها باخوین وقد قال
الله تعالی فان کان له اخوة فلامه السدس والاخوان
لیسا باخوة فقال حجبها قومك یا غلام فدل
علی جواز النسخ بالاجماع وبان المؤلفة قلوبهم
سقط نصیبهم من الصدقات بالاجماع
المنعقد فی زمان ابی بکر رضی الله عنه
وبان الاجماع حجة من حجج الشرع موجبة
للعلم کالکتاب والسنة فیجوز ان یثبت
النسخ به کالنصوص الا تری انه اقوی
من الخبر المشهور الذی قد
جاز به الزیادة علی النص
والزیادة نسخ فبا
الاجماع اولی

ص ۱۷۵ جلد ...

یعنی اجماع بھی قران کو منسوخ کرسکتا ہو نزدیک
بعض مشایخ کے جن سے ابان ابن عیسی بھی ہیں
اور اسی کی طرف گئے ہیں بعض معتزلہ بھی انکی
دلیل یہ ہو کہ عثمان نے حکم میراث میں دو بھائیوں
کے رہنے میں ماں کو ثلث سے گھٹا کر سدس دلوایا
تو کہا ابن عباس نے دو بھائیوں کی موجودگی
میں کیونکر محروم کرسکتے ہو حالانکہ خدا نے کہا ہو
فان کان له اخوة فلامه السدس اگر وہ چھوڑے کئی
بھائی بہن تو ماں کا چھٹا حصہ ہو اور دو
بھائی لغت عرب میں کئی بھائی نہیں کہے جاتے
کیونکہ وہ تثنیہ ہو یہ جمع تو عثمان نے کہا اے
غلام تیری قوم نے اسکو محجوب کردیا ہو
اس سے صاف معلوم ہوا کہ اجماع سے حکم قران
منسوخ ہو گیا۔ اسی طرح مؤلفۃ القلوب کا حصہ
صدقات میں اس اجماع سے موقوف ہو گیا جو عہد
ابوبکر میں ہوا تھا اور اجماع بھی تو حجج شرعیہ سے ہو
جس سے علم و یقین حاصل ہو جیساکہ قران سے

حدیث سے ہوتا ہے۔ پس جائز ہے کہ اجماع سے بھی نسخ ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ قرآن کا نسخ
بذریعہ خبر مشہور جائز ہے اور اجماع تو اس سے زیادہ قوی ہے پھر اس سے نسخ کرنا تو بدرجہ
اولی جائز ہے۔

کیوں اڈیٹر صاحب اس سے بڑھکر قرآن کی کیا بے قدری ہو سکتی ہے کہ اس کا ناسخ آپ کے
یہاں اجماع ہے جس امر پر چاہیں صحابہ غیر صحابہ اجماع کر لیں اور قرآن کو منسوخ کر دیں۔

**قیاس بھی ناسخ قرآن ہے**

المقدم اور بڑھئے تو معلوم ہو کہ آپکے یہاں قرآن کا ناسخ وہ قیاس بھی ہے
جس کے بارہ میں اول من قاس ابلیس وارد ہے کہ پہلا قیاس کرنیوالا شیطان ہے جسکے صریحی مطلب یہہ
ہوے کہ ہر شیطانی بات سے آپکے یہاں قرآن منسوخ ہوتا ہے اسی شرح اصول بزودی میں ہے

وذکر فی بعض الکتب ان النسخ یجوز عند
ابی القاسم بالقیاس الجلی دون الخفی قال
الغزالی رحمہ اللہ لفظ الجلی مبہم ان اراد
به المقطوع به فهو صحیح واما المظنون
فلا ص۶۱

یعنی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ نسخ قرآن جائز
ہے قیاس سے ابو القاسم کے نزدیک مگر قیاس جلی ہو
نہ خفی اور غزالی نے کہا کہ لفظ جلی مبہم ہے اگر مراد
اس سے قیاس قطعی ہے تو اس کا ناسخ ہونا صحیح ہے
اور اگر ظنی ہو تو نہیں۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ اہل سنت کہاں تک متبع قرآن ہیں کیونکہ حدیث سے وہ منسوخ
اجماع سے وہ منسوخ۔ قیاس سے وہ منسوخ پھر اسکی کیا حالت رہی۔

بخلاف شیعوں کے کہ خود اڈیٹر صاحب نے مکرر اس مضمون کو نقل کیا کہ ائمہ اطہار کا حکم
قطعی ہے کوئی روایت جو معارض قرآن ہو قابل قبول نہیں۔ چنانچہ اسی نمبر میں اسکی بحث گذر
چکی کہ اڈیٹر صاحب نے لکھا وہ قرآن یہ نہیں ہے جس کی متابعت کا حکم ہے جسپر کوئی دلیل نہیں
دی۔ مگر اسقدر تو خود ان کی تقریر سے بھی مسلم ہے کہ ائمہ علیہم السلام کا یہ حکم صریحی موجود ہے
اگرچہ بخیال اڈیٹر وہ کوئی دوسرا قرآن ہے

یہی حدیث اہل سنت کے یہاں بھی موجود ہے چنانچہ اسی شرح اصول بزودی میں ہے
کہ شافعی نے قرآن کے نہ منسوخ ہونے پر بذریعہ حدیث اسی حدیث سے استدلال کیا ہے
واحتج بقوله اذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فان وافق الکتاب فاقبلوه

والا فردوہ صفحہ ۸ جلد ۲

یعنی فرمایا حضرت نے جب کوئی حدیث ہم سے روایت کیجائے اگر وہ موافق قرآن ہو تو قبول کرو والا رد کرو۔ اس حدیث کا جواب بزدوی صاحب دیتے ہیں دتا ویل اعلایث ان العرض علی الکتاب انما یجب اذا اشکل تاریخہ اولم یکن فی الصحۃ بحیث ینسخ بہ الکتاب فکان تقدیم الکتاب اولی صفحہ ۱۸۱

اس جواب ہی سے ان کا ایمان ظاہر ہے کہ کہتے ہیں اس حدیث کی تاویل یہ ہے (مگر یہ نہ بتایا تاویل کی کیا ضرورت ہے) کہ کتاب پر عرض کرنا یعنی اسکی مطابقت و عدم مطابقت کا حال دریافت کرنا اسوقت واجب ہے کہ تاریخ نہ معلوم ہو (کہ ایا قبل یہ حدیث ہے یا بعد حدیث یا اس صورت میں کہ وہ حدیث ایسی صحیح نہو کہ اس سے قران منسوخ ہوسکے (مطلب یہ کہ اگر حدیث صحیح ہے تو وہ ناسخ قرآن ہے) تب قران کو مقدم کرنا اولی ہے

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صحت میں اس حدیث کے نہیں کلام ہے مگر قبول نہیں کرتے اور تاویل کرتے ہیں۔ بس ایسی تاویل سے انکے ایمان کا حال ظاہر ہے۔

کتاب مستطاب رسالۃ الوضو میں چونکہ اس کی بحث مفصل طور پر مذکور ہے جو اہل سنۃ کو مفت تقسیم کی گئی لہذا زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کہ بقول علامہ تفتازانی یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے اور سنن دار قطنی میں اس قسم کی روایت موجود ہے بلکہ خود ملا جیون نے اپنی تفسیر احمدی میں لکھا ہے قال النبی صلعم اذا بلغکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ تعالیٰ فان وافقہ فاقبلوہ والا فردوہ ففی القرآن نص کل حدیث ورد عن النبی صلعم مطلقا جس سے قول مصنف بحزم و جزم معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو حدیث میری مخالف قران ہو اسکو رد کرو مگر اہل سنۃ کسی طرح نہیں مانتے

غیر مقلد بھی اس حدیث کو نہیں مانتے — یہ نہ سمجھئے گا کہ صرف حنفی اس حدیث کو نہیں مانتے بلکہ غیر مقلدین بھی یعنی اہل حدیث بھی جو ہر وقت کتاب و سنت کا نام لیتے ہیں اور اس کے مخالف سے حنفی وغیرہ کو بدعتی کہتے ہیں اس پر ایمان نہیں لاتے دیکھئے اہل حدیث کے امام اعظم ابن تیمیہ اسطرح سوال و جواب لکھتے ہیں۔

سوال وما يروون عنه انه قال اذا سمعتم عنى حديثا فاعرضوه على الكتاب والسنة فان وافق فاردوه وان لم يوافق فلا

اجاب الحمد لله هذا مروى ولكن ضعيف عن غير واحد من الائمة كالشافعى وغيره صفحہ ۲۴۲

یعنی ابن تیمیہ نے جواب دیا کہ یہ حدیث وارد تو ضرور ہے مگر ضعیف ہے غیر واحد ائمہ سے مثل شافعی وغیرہ کے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان کا فتویٰ بھی اسکے خلاف ہے کہ قرآن سے حدیث کی جانچ کی جائے۔

مگر افسوس کہ ابن تیمیہ نے صرف اپنی ہی رای ظاہر کی بلکہ یہ بھی افترا کیا کہ امام شافعی وغیرہ نے بھی اسکو ضعیف کہا ہے حالانکہ تم پڑھ چکے ہو کہ ہمنے اسی حدیث سے استدلال کرنا شافعی کا عدم جواز نسخ قرآن پر اصول بزودی سے نقل کیا جس کے ساتھ شارح کی تاویل بھی مذکور ہوئی پھر نہ معلوم ابن تیمیہ کو اس افترا کی کیا ضرورت ہوئی جس سے نقلہ کہ ہیں

اب بتاؤ کہ اہل سنت کا ایمان کہاں رہا جو اتنی صورتوں سے قرآن کو منسوخ بتاتے ہیں کہ حدیث اجماع۔ قیاس سب ہی ناسخ قرآن ہیں۔ پھر قرآن کیا ہوا بازیچہ طفلان۔

افترای ابن تیمیہ شافعی پر چونکہ آج کل حضرات اہل حدیث کا زور شور بہت بڑھا ہوا ہے اور وہ ابن تیمیہ کو درجہ خلافت بلکہ نبوت پر پہونچاتے ہیں لہذا انکی تکذیب میں مولوی صدیق حسن خاں کی عبارت زیادہ مفید ہوگی جو حصول المامول میں لکھتے ہیں العاشرة يجوز نسخ القران بالسنة المتواترة عند الجمهور وهو مذهب ابى حنيفة وعامة المتكلمين وذهب الشافعى فى عام كتبه كما قال ابن السمعانى لا يجوز نسخ القران بالسنة بحال وان كانت متواترة وبه جزم الصيرفى والخفاف وقد استنكر جماعة من العلماء ما ذهب اليه الشافعى من المنع حتى قال الكيا الهراسى هفوات الكبار على اقدارهم ومن عد خطاه عظم قدره صفحہ ۱۵۱

یعنی دسویں یہ کہ جائز ہے نسخ قرآن حدیث متواتر سے جمہور کے نزدیک یہی مذہب ابو حنیفہ اور عام متکلمین کا ہے اور گئے ہیں شافعی اپنی عام کتب میں جیسا کہ کہا ابن سمعانی نے۔ کہ نہیں جائز ہے نسخ قرآن حدیث سے کسی حالت میں اگرچہ متواتر ہو۔ اور اسی کے ساتھ جزم کیا ہے صیرفی اور خفاف نے اور بہت سے علما نے ناپسند کیا ہے اس کو جو مذہب شافعی ہے کہ نسخ قرآن حدیث سے جائز نہیں۔ کہا

کیا برابر اسی سے کہ بزرگوں کی غلطیاں بمقابلہ انکے قدر کے ہوتی ہیں۔ اور جس کی خطا شمار کی جائے اس کی قدر عظیم ہے

جس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی کا انکار نسخ قرآن سے بذریعہ حدیث ایسا مشہور تھا کہ اسکے الفاظ میں داخل کیا پھر ابن تیمیہ کا یہ افترا نہیں ہے تو کیا ہے جو اس حدیث کے ضعیف بتانے کو انکی طرف نسبت کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث سے بھی انہوں نے اسی استدلال کیا ہے کہ نسخ قران حدیث سے جائز نہیں۔

جواز تحریف قران اہل سنت کے یہاں بیچ نماز میں۔

اب میں اس بحث کو یہیں ناتمام چھوڑ کر یہ دکھاتا ہوں کہ اہل سنت خصوصا ہمارے مخاطب جو اسقدر تحریف کے شاقی ہیں وہ اسپر غور کریں کہ آپ بر لفظ نماز کی تحریف پر کیا رو رہے ہیں جن پر آپ کی روایتیں پکار پکار کر رو رہی ہیں کہ جائز قران نے کیسی کیسی تحریفیں کیں آپ اپنے ہی مذہب کی فقہی کتابیں ملاحظہ کریں جسمیں آپ کو بصراحت تمام اجازت دیگئی ہے کہ جسقدر تحریف چاہے قران میں کر لیجئے۔

مگر اسی شرط کے ساتھ جو جواز زنا کے لئے ہے کہ بشرطیکہ اپنی ماں بہنوں کے ساتھ ہو بعد نکاح تب کی حد نہیں اسی طرح تحریف کے لئے یہ قید سمجھی گئی کہ نماز کی حالت میں جتنے الفاظ چاہے قران میں تحریف کر ڈالے غیر نماز کا حکم تو ابھی تک نہیں معلوم ہوا مگر آپ کا طرز عمل بتا رہا ہے کہ اخباروں میں تحریف کرنا قران میں جائز ہے جس کے شواہد مکرر مذکور ہوئے میں بہ مادہ منظر سنانا آپکا پسند نہیں کرتا فتاوی بزازیہ میں ہے ولو قرأ ما فی

مصحف ابی وابن مسعود ان لم یکن معناہ فی مصحف الامام ولا یجوز تسبیح وذکر مفسد وان کان معناہ لا یفسد علی قیاس قولهما والصحیح انہ یجزی عن القراءة فی الصلوة واما فی الفساد فلا لان القراءة الغائبة لا یوجب فساد الصلوة (کافی)

یعنی اگر پڑھے ان آیتوں یا سوروں کو جو مصحف ابی یا ابن مسعود میں تھا اگر نہیں اسکے مصحف امام (یعنی موجودہ قران) میں تو فاسد اگر معنی اس کے اس قران میں ہوں (اگرچہ الفاظ بدلے ہوں) تو نماز فاسد نہ ہوگی بر قیاس قول ان دونوں کے اور صحیح یہ ہے کہ قرات سے وہ بھی جزیر

کیا ہو کیونکہ ایا بغیر تشدید کے بمعنی آفتاب ہے
اور جس معنی یہ ہوے کہ ہم تیرے آفتاب کی پرستش
کرتے ہیں کچھ بھی ہو کہ اس سے نماز نہیں فاسد
ہو گی کیونکہ یہ لغت قلیل ہو اور قول متاخرین
پر تو اسکی بھی ضرورت نہیں کہ اب اہل سنت
غور کریں کہ تحریف قرآن کا زمانہ ختم نہیں ہوا
کہ حضرت عثمان کو جو کچھ کرنا تھا کر چکے بلکہ امام
ابو حنیفہ نے تو ایسی صورتیں پیدا کر دی ہیں کہ
ہر زمانہ میں سنت عثمانی زندہ ہوتی رہے۔
خصوصا اس وقت کہ جب نشان خدا کے سامنے
کھڑا ہو نماز پڑھے تو جسطرح چاہے قرآن کی گردن
مروڑے۔ خدا کیا کر سکتا ہے (قولہ او بزیادۃ حرف)
کہا ہے بزازیہ میں اگر ایک حرف زیادہ کرے قرآن
میں جس سے معنی نہ بدلتے ہوں تو نماز باطل ہو گی
جیسا کہ وانہ عن المنکر کو وانھی عن المنکر پڑھے
حرف یا کو زیادہ کرے اور اگر معنی فاسد ہو جاوے
مثل اسکے کہ زرابی کی جگہ زرابیب پڑھے یا
مثانی کی جگہ مثانین یا والقرآن الحکیم انک
لمن المرسلین میں ایک او بڑھاوے تو نماز فاسد
ہو گی مگر منیہ میں ہے کہ نہیں فاسد ہو گی
کیونکہ تغیر فاحش نہیں ہے
(رہائے ان لوگوں کا دل ابھی سیر نہیں ہوا بہت
احکام باقی ہیں۔ فتعالی ہم واما قطع

جوابه شعر ورقتاه اقول كما الظاهر ان مثل
زرابيب مثانين يفسد عند المتاخرين ايضا
اذ لم يذكروا فيه خلافا (قوله او بوصل
حرف بكلمة الخ) قال في البزازية الصحيح
انه لا يفسد اه وفي المنية لا يفسد على قول
العامة وعلى قول البعض يفسد وبعضهم
فصلوا بانه ان علم ان القرآن كيف هو لا
انه جرى على لسانه لا تفسد وان اعتقد ان
القرآن كذالك تفسد قال في شرحها والظاهر
ان هذا الاختلاف انما هو عند السكت على ايا
ونحوها والا فلا ينبغي لعاقل ان يتوهم
فيه الفساد اه (تتمه) واما قطع بعض الكلمة
عن بعض فافتى الحلواني بانه مفسد وعامتهم
قالوا لا يفسد لعموم البلوى في انقطاع النفس
والنسيان وعلى هذا لو فعله قصدا ينبغي
ان يفسد وبعضهم قالوا ان كان ذكر
الكلمة كلها مفسدا فذكر بعضها كذالك
والا فلا قال قاضي خان وهو الصحيح اي الاولى
الاخذ بهذا في الاعراب يقول لعامة في
الضرورة وتمامه في شرح المنية (قوله او
بوقف وابتداء) قال في البزازية الابتداء
ان كان لا يغير المعنى تغييرا فاحشا لا
يفسد نحو شهد الله انه لا اله ثم ابتدأ

الا هو

ان ترک المد والتشدید کالخطأ فی الاعراب
فلذا قال کثیر بالفساد فی تخفیف رب العالمین
وایاک نعبد لان ایا مخففا الشمس الاصر لا
یصند وهو لغة قلیلة فی ایا المشددة وعلی
قول المتاخرین لا یحتاج الی هذا وبنا علی هذا
افسدها بمد همزة اکبر علی ما تقدم انتهی (قوله
وعکسه) قال فی شرح المنیة وحکم تشدید
المخفف کحکم عکسه فی الخلاف والتفصیل فلو
قرء اهدینا بالتشدید ای اهدنا الصراط
باظهار اللام لا تفسد اه اقول وجزم فی
البزازیة بالفساد اذا شدد ان ذلک هم الغفلون
(قوله او زیادة حرف) قال فی البزازیة ولو زاد
حرفا لا یغیر المعنی لا تفسد عندهما وعن الثانی
روایتان کما قرء وانهی عن المنکر بزیادة الیا
ومن یتعد حدوده یدخلهم نارا وان غیر افسد
مثل وزرابیب مکان وزرابی مبثوثة و
ومثانین مکان مثانی وکذا والقرآن الحکیم
وانک لمن المرسلین بزیادة الواو تفسد اه
ای لانه جعل جواب القسم قسما کما فی الخانیة
لکن فی المنیة وینبغی ان لا تفسد قال فی
شرحها لانه لیس تغییر فاحش ولا یخرج
عن کونه من القرآن ویصیر جملة قسما والجواب
محذوف کما فی والنازعات غرقا الخ فان

مثل کسرہ و قوا ما الہام فتحہ میں یا فتحہ یا بقیہ
بوضم کے رہی اصلی شکل جس سے معنی میں
فساد ہو۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلما
ہے کہ اگر لفظ اللہ کو ضمہ دیں اور علماء کی ہمزہ
کو فتحہ (جسکے معنی یہ ہوں کہ خدا اپنے عالم بندوں
سے ڈرتا ہے حالانکہ اصلی یہ تھا کہ خدا سے وہی
بندے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں) یہ متقدمین کا مذہب
ہیں اور متاخرین سے ابن مقاتل وغیرہ کہتے ہیں
کہ اسطرح غلط پڑھنے سے نماز نہیں باطل ہوگی
اسیطرح عصی ادم ربہ (جسکے معنی یہ ہوئے کہ عصیان
کیا آدم نے اپنے رب کی) اگر اسطرح پڑھیں کہ
آدم کو نصب دیں اور رب کو ضمہ جسکے معنی
یہ ہوئے کہ آدم کی خدا نے نافرمانی کی ۔ اسیطرح
آیہ فساء مطر المنذرین میں ذال کو کسرہ دیں
جس سے مذمت پیغمبروں کی نکلتی ہے حالانکہ کل
قرآن میں مذمت ان لوگوں کی تھی جن کو پیغمبروں
نے احکام خدا سنائے اور انھوں نے نہ مانا ۔ یا
ایاک نعبد کو پڑھیں (جس سے خدا ایک عورت
قرار پائے) یا مصور (صورت بنانیوالا) کو مفتوح
بفتحہ واو پڑھیں (جس سے وہ شخص مراد ہوگا جسکی
صورت بنائی گئی) بہرحال ان میں ہے کہ نماز فاسد
ہوگی اور یہی فتویٰ ہے۔ بعض نے تخفیف کو
العالمین یا ایاک نعبد میں فساد نماز کا دیا

ے ملتا ذکر ہوا کہ امام ابو حنیفہ کے قول کی بنا پر [illegible] کہتا [illegible] اسیطرح پڑھنے [illegible]

قرب المخرج وعدمہ لکن الفروع غیر منضبطۃ
علی شیء من ذلک فالاولی الاخذ فیہ بقول
المتقدمین لانضباط قواعدھم وکون قولہم
احوط واکثر الفروع المذکورۃ فی الفتاویٰ
منزلۃ علیہ انتہیٰ ونحوہ فی الفتح وحیاتی تمامہ
(وقولہ فلو فی اعراب) کالکسر فی اما مکان ضمھا
وفتح باء نعبد مکان ضمھا ومثال ما یغیر ما
یخشی اللہ من عبادہ العلماء بضم ہاء الجلالۃ
وفتح ھمزۃ العلماء وھو مفسد عند المتقدمین و
اختلف المتاخرون فذھب ابن مقاتل و
من معہ الی انہ لا یفسد والاول احوط
ھذا اذا تعمد کذا فی زاد الفقیر لابن الھمام
وکذا وعصیٰ آدم ربہ بنصب الاول ورفع
الثانی یفسد عند العامۃ وکذا فساء مطر
المنذرین بکسر الذال وایاک نعبد بکسر
الکاف والمصور بفتح الواو اواللہ اکبر بنصب
الراء او وقف علیہما فی النوازل لا تفسد
فی الکل وبہ یفتی بزازیہ وخلاصہ اولاد
تخفیف مشدد قال فی البزازیۃ ان لم یتغیر
المعنی نحو قتلو تقتیلا لا یفسد وان غیر
نحو برب الناس وظللنا علیھم الغمام
ان النفس لامارۃ بالسوء اختلفوا والاکثر
علی انہ یفسد انتہی وفی الفتح انہ المسلم علی

نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ اعراب کی خطا سے
فساد نہ ہوگا اگرچہ وہ خطا ایسی ہو کہ اسکا اعتقاد
کفر ہو کیونکہ اکثر لوگ تمیز نہیں کرتے ہیں وجوہ
اعراب میں قاضی خاں نے کہا ہے جو
کچھ کہ متاخرین نے کہا ہے وہ اوسع ہے اور جو
کچھ کہ متقدمین نے کہا احوط ہے اور اگر خطا
واقع ہو ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے
کی وجہ سے تو اگر وہ دونوں حرف ایسے ہیں کہ
بلا محنت و مشقت فرق انمیں ممکن ہے جیسے صاد
اور طا کہ صالحات کی جگہ طالحات پڑھا جائے
تو اسمیں متاخرین نے اتفاق فساد کیا ہے اور
اگر ان دونوں حرفوں میں تمیز بمشقت ہے مثل
ظاء و ضاد کے یا صاد و سین کے تو اکثر متاخرین
عدم فساد کے قایل ہیں بہ سبب عموم بلویٰ کے اور
بعض لوگ اعتبار کرتے ہیں دشواری فرق کا
اور عدم دشواری کا۔ اور بعض لوگ اعتبار
کرتے ہیں قرب مخرج اور عدم قرب کا لیکن
فروعات منضبط نہیں ہیں ان میں سے کسی چیز
پر پس اولیٰ اختیار قول متقدمین ہے
بسبب انضباط انکے قواعد کے اور احوط ہونے
انکے قول کے اور اکثر فروع مذکورہ فتاویٰ میں
اسی بنا پر ہیں اور اسی طرح فتح میں بھی ہے (قولہ
غلطی فی اعراب)۔ اگر غلطی اعراب میں ہو

لم يكن متغيرا فاحشا تفسد ايضا عند ابي حنيفة
ومحمد وهو الاحوط وقال بعض المشائخ لا
تفسد لعموم البلوى وهو قول ابي يوسف
وان لم يكن مثله في القران ولكن لم يتغير
المعنى نحو قيامين مكان قوامين فالخلاف على
العكس فالمعتبر في عدم الفساد عند عدم تغير
المعنى كثيرا وجود المثل في القران عنده
والموافقة في المعنى عندهما فهذه قواعد
الائمة المتقدمين واما المتأخرون كابن
مقاتل وابن سلام واسمعيل الزاهد
وابي بكر البلخي والهندواني وابن الفضل
والحلواني فاتفقوا على ان الخطأ في الاعراب
لا يفسد مطلقا ولو اعتقاده كفرا لان
اكثر الناس لا يميزون بين وجوه الاعراب
قال قاضي خان وما قاله المتأخرون
اوسع وما قاله المتقدمون احوط وان كان
الخطأ بابدال حرف بحرف فان امكن الفصل
بينهما بلا كلفة كالصاد مع الطاء بان قرء
الطالحات مكان الصالحات فاتفقوا على
انه مفسد وان لم يمكن الا بمشقة كالظاء مع
الضاد والصاد مع السين فاكثرهم على عدم
الفساد لعموم البلوى وبعضهم يعتبر عسر
الفصل بين الحرفين وعدمه وبعضهم

اور اگر اس قسم کا تغیر نہو کہ اس کا اعتقاد بھی کفر ہو
پس اگر مثل اُس لفظ کا قران میں نہو اور معنی
میں بعید ہو متغیر بہ تغیر فاحش تو مفسد ہی جیسا
ھذا الغباب کے عوض ھذا الغبار پڑھیں یہی
حکم ہے اُس لفظ کا جو متغیر ہو اور اس کا مثل قرآن
میں موجود نہو - اور کوئی معنی بھی اُسکے لیے نہو
جیسے سرائل بمقام سرابر میں پڑھو۔ اور اگر مثل
اس لفظ تغیر یافتہ کا قران میں موجود ہو اور معنی
میں بعید ہو اور تغیر فاحش بھی نہو یہ قرات فاسد
ہوگی - ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور یہی
احوط بھی ہے۔ اور بعض مشایخ نے کہا ہے کہ نہیں
فاسد ہوگی نماز عام طور پر ایسا ہوتا ہے
یہ قول ابو یوسف ہے۔ اور اگر مثل اس لفظ متغیر
کا قران میں نہو لیکن معنی میں کچھ تغیر نہ
پیدا ہو مثل قیامین کے بجای قوامین تو اختلاف
بنا بر عکس کے ہے (یعنی عدم فساد کے) اور معتبر
عدم فساد میں (صورت عدم تغیر معنی قران میں
اسی لفظ تغیر یافتہ کا) موجود ہونا ہے۔ ابو یوسف
کے نزدیک اور معنوی موافقت قران کی ابو حنیفہ
و محمد کے نزدیک ہے۔ یہ قواعد ائمہ متقدمین کے
تھے۔ لیکن متاخرین نے مثل ابن مقاتل او
ابن سلام او اسمعیل زاہد اور ابو بکر بلخی اور
ہندوانی اور ابن فضل اور حلوانی کے اُن سب

علة و لين لا مد (تنبيه) نعلم مما ذكر ان القراءة
بالالحان اذا لم تغير الكلمة عن وضعها و لم يحصل
بها تطويل الحروف حتى لا يصير الحرف حرفين
بل مجرد تحسين الصوت و تزيين القراءة لا يضر
بل يستحب عندنا في الصلوة و خارجها كذا
في التاتارخانية (قوله و منها زلة القاري) قال
في شرح المنية علم ان هذا الفصل من المهمات
و هو مبني على قواعد ناشئة عن الاختلاف كما
يتوهم انه ليس له قاعدة يبنى عليها بل اذا علمت
تلك القواعد علم كل فرع انه على اي قاعدة
هو مبني و مخرج و امكن تخريج ما لم يذكر فنقول
ان الخطاء اما في الاعراب اي الحركات و السكون
و يدخل فيه تخفيف المشدد و قصر الممدود و
عكسهما او في الحروف بوضع حرف مكان اخر
او زيادته او نقصه او تقديمه او تأخيره
او في الكلمات او في الجمل كذلك او في
الوقف و مقابله و القاعدة عند المتقدمين
ان ما غير المعنى تغييرا يكون اعتقاده كفرا
يفسد في جميع ذلك سواء كان في القران او
لا الا ما كان من تبديل الجمل مفصولا بوقف تام
و ان لم يكن التغيير كذلك فان لم يكن مثله في القران
ولا مفصلا في السؤال بالالام مكان السراط و
ان كان مثله في القران و المعنى بعيد و

سے معلوم ہوا کہ قرات بالحان جب کلمہ کی وضع
کو نہ بدلے حروف میں اتنی تطویل نہو کہ ایک حرف
دو حرف ہو جائیں بلکہ محض آواز کی خوشگواری
اور تزئین صوت ہو تو یہ مضر نہیں ہے بلکہ مستحب ہے
نزدیک ہمارے نماز میں اور نیز خارج نماز
میں تتارخانیہ (قولہ و منہا زلۃ القاری) کہا
شرح منیہ میں کہ یہ فصل مہمات سے ہے اور مبنی ہوئی
قواعد پر جو اختلاف سے پیدا ہوئی ہیں نہ یہ کہ
جیسا کہ بعض توہم کرتے ہیں کہ اسکے لئے کوئی قاعدہ
ہی نہیں جس پر بنا اسکی ہو بلکہ جب وہ قواعد جان لئے
جاوینگے تو کل فرع پر اطلاع ہو جائیگی
اب ہم کہتے ہیں کہ خطایا اعراب میں ہے یعنی
حرکات و سکون میں اور اسمیں تخفیف مشدد و
اور قصر ممدود اور عکس ان دونوں کا (تشدید
مخفف و مد مقصور) بھی داخل ہے یا خطا حروف
میں ہے ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ رکھیں
یا زیادہ کریں یا کم یا مقدم یا موخر کریں یا خطا
کلمات میں ہے یا جملوں میں یا وقف اور مقابل
وقف میں ہے متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے
کہ جو چیز (قرات میں) معنی کو اس طور سے بدل دے
کہ اس کا اعتقاد کفر ہو تو یہ مفسد ہوگا خواہ قران
میں ہو یا نہ مگر اس جگہ جہاں تبدیل جملوں کی
وقف تام کے علیحدہ کرنے سے ہو (کہ مفسد نہیں ہے

تعلق ہوالی مکتوبت فصحہ و ہو مستفہمانی کتبہ جنہیں تمیز شاق و دشوار ہی جیسے ضاد و ظا تو اکثر لوگ عدم فساد نماز کے قایل ہیں۔ اور اسیطرح کلمہ کا مکرر بولنا بھی موجب فساد نہیں ہی۔ اور باقانی نے فساد کو صحیح سمجھا ہی۔ اگر معنی میں تغیر ہوجائے مثل ربّ العالمین کے اضافہ کی وجہ سے جیسا کہ اگر تبدیل کر دی ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ اور معنی بدل دیے کہ اس میں بھی فساد ہوگا مثل ان الفجار لفی جنات بجای ان الفجار لفی جحیم اور ہو یاد کر اس کا مطولات میں ہی۔ اور نماز کو فاسد نہیں کرتا نظر کرنا کسی نوشتہ پر اور اس کا سمجھنا اگرچہ دریافت کرنے کے طریقہ سے ہو واللہ اعلم۔

یہ تو متن اور شرح کی عبارت تھی جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حالت نماز میں کسقدر تحریف کرنے کا موقع دیا گیا ہی کہ ایک حرف بڑھا دو یا زیادہ جسکو چاہو بدل دو جس کلمہ کو چاہو کم کردو اب اسکے حاشیہ ردالمحتار کی عبارت ملاحظہ ہو جسمیں کیسی نازکخیالی کی گئی ہی

(قولہ بالالحان) ای بالنغمات وحاصلھا کمافی الفتح اشباع الحرکات لمراعاۃ النغم (قولہ ان غیر المعنی) کما لو قرء الحمد للہ رب العالمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال و بیاء بعد اللام و الھاء و بالالف بعد الراء و مثلہ قول المبلغ ربنا لک الحامد بالف بعد الواو لان الراب ھو زوج الام کمافی الصحاح و القاموس و ابن الزوجۃ یسمی ربیبا (قولہ والا الخ) ای وان لم یغیر المعنی فلا فساد الا فی حرف مد و لین ان فحش فانہ یفسد و ان لم یغیر المعنی وحروف المد واللین ھی حروف العلۃ الثلثۃ الالف والواو والیاء اذا کانت ساکنۃ و قبلھا حرکۃ تجانسھا فلو لم تجانسھا فھی حروف

(یعنی نغموں کے ساتھ پڑھنا مفسد صلوٰۃ نہیں ہی بشرطیکہ معنی نہ بدلے اور مقصود الحان ہے جیسا کہ فتح میں ہی نغموں کی نگہداشت کیلئے حرکات کا زیادہ کرنا ہو (قولہ ان غیر المعنی) مثل اسکے کہ اگر الحمد للہ ربّ العالمین کی قرات کرے اور حرکتوں کو بڑھا کر یہاں تک کہ بعد دال کے واو اور بعد لام و ھا کے یا اور بعد را کے الف لائے مثال اسکے قول مبلغ کا ربنا لک الحامد ساتھ الف بعد را کے کیونکہ راب ماں کے شوہر کو کہتے ہیں جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہو اور پسر زوجہ کو ربیب کہتے ہیں (قولہ والا الخ) یعنی اگر معنی میں تغیر نہ پیدا ہو اسی وقت میں فساد نماز نہیں ہو مگر حرف مد و لین میں اگر زیادہ اظہار کرے حد سے تو یہ مفسد ہوگا اگرچہ نوبت تغیر معنی کی نہ آئے (فتح) ذکر سابق

پچھلے پرچہ سے نقل ہو رہے ہیں

# کشف الظلام

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو صفحہ ۹۶ نمبر ۱۰ جلد ۲

یہ طرفہ مضمون ہے کہ جناب علامہ خود اپنے عمر صاحب کا قول نقل کریں اور حضرت ابن عباس کا کہ وہ اس کو فاضحہ کہتے ہیں اسکو تو آپ نہیں مانتے اور اپنے علما کا قول نقل کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی جاہل ہی ہیں جنکو پہلے کہہ چکا آپکے خیال میں معلوم ہوتا ہے کہ منافق کسی قوم خاص کا نام تھا جس طرح ہندوستان میں قوم چمار ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ یہ لقب صفت ہے کہ جو خالص مومن نہیں ہوتا تھا وہ منافق کہلاتا تھا اور ان کے سردار بھی آپکے صحابہ تھے۔ تو اب خالی فاضحہ کہو یا فاضحۃ المنافقین مطلب ایک ہی ہے۔

ناحق یہ زحمت گوارا کی کہ علامہ سیوطی کی عبارت نقل کی الشمس میں پوری عبارت مع ترجمہ لکھدی گئی ہے۔ اور آپ نے بھی اس کو بجنسہ نقل کیا ہے پھر اس دوبارہ نقل کرنے سے آپکو کیا فایدہ ملا۔

**قولہ** اب ایک دلچسپ لطیفہ اور سنئے جو مولوی حامد حسین صاحب کی اس عبارت میں ہیں اول یہ کہ انھوں نے اس امر کی تصریح کردی ہے کہ شیعوں کا یہ دعویٰ ہے کہ قران مجید میں صحابہ کے معایب نازل ہوئے تھے لوگوں نے نکالڈالے ایک طرف تو حضرات شیعہ اس امر کا اقرار کرتے ہیں نہایت تعجب ہے کہ ہم تحریف قران کے قایل ہیں اور دوسری طرف جب انھیں تحریف کے نتایج سے گرفت کیا جاتا ہے تو فوراً تحریف کا انکار کردیتے ہیں اس صریح تناقض کا انجام دانشمندوں پر مخفی نہیں رہ سکتا

**اقول** آپکے لطایف تو بیشمار ہیں اور ہم ہمہ وقت گوش بر آواز ہیں مگر یہ ارشاد ہو کہ جناب علامہ نے کہاں لکھا ہے کہ ہم تحریف قران کے مدعی ہیں یہ ساری تقریر تو بے بنیاد اپکی روایات سے [illegible] اس سے [illegible] کی تحقیقات اور دعوی کو کیا واسطہ وہ اپکے مسلمات پر کلام کرتے ہیں اپنے مسئلہ پر اب بھی نگاہ کیجیے جب ہمیں الزام الجھاؤ اس کی فکر کریں گے۔ اب بتاؤ ان روایات سے تحریف ثابت ہوئی یا نہیں۔ ضد ہٹ دھرمی نہ کیجئے گا۔ خدا لگتی بات بتائیے کہ ان دلایل نے آپکو کیا بات بتایا کسی طرح آپکا ایمان درست ہوا یا نہیں کیونکہ بفضل خدا یہ امر بخوبی ثابت ہو چکا

نکے صحابیکا قریشیوں کا مہاجرین کا منافقین کا مورد عتاب ہونا انکے ناموں کا نکالا جانا بھی
تو ثابت کر دیا گیا ان اصل کو بربناء انبی و اولیاء کے طور کہئے تو تحقیقات علمای شیعہ دیکھئے گا۔

**قولہ** دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ مولوی حامد حسین صاحب نے فرمایا ہے کہ روافض کا طریقہ بزرگوں کے عیوب کا تجسس ہے۔ بیشک یہ بہت سچی بات ہے جو خدا نے اُن کے قلم سے نکلوا دیا بیشک حضرات شیعہ کا یہ شیوہ ہے۔ خدا نے تو منع کر دیا ہے و لا تجسسوا۔ یعنی کسی کے عیب کا تجسس نہ کرو مگر حضرات شیعہ نہیں مانتے اور پھر تجسس بھی کرتے ہیں تو کس کے عیوب کا بہترین انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا جن کے عظیم الشان مناقب کا قرآن گواہ ہے اگر شیعہ انکے مناقب نہیں مانتے تو نہ مانیں خدا و رسول کے نزدیک انکے مناقب ثابت ہیں اور وہ ان سے خوش ہیں۔ یہ شیوہ حضرات شیعہ کو مبارک رہے اہل سنت ہرگز ہرگز اس شیوہ کو اختیار نہ کرینگے۔

**اقول** یہ لطیفہ البتہ لطیفہ ہے کہ حسین کلام کو علامہ بطور تعریض فرماتے ہیں کہ اہل سنت بھی الزام شیعوں پر لگاتے ہیں کہ وہ تجسس عیوب بزرگان [illegible] ہیں سو علامہ کا ذاتی قول آپ قرار دیتے ہیں۔ اس خوش فہمی کا کیا علاج ہے ملاحظہ ہو قول علامہ و اگر بفرض طریقہ روافض کہ **تجسس عیوب بزرگان پسندیدہ** اس سے آپ کیا سمجھے یہی کہ خود علامہ فرماتے ہیں ہم رافضی ہیں اور رافضیوں کا طریقہ تجسس عیوب ہے۔ گمان ہے [illegible] عقل و دانش بباید گریست۔

یہ جملہ اس سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ بیشک حضرات شیعہ کا یہی شیوہ ہے خدا نے تو منع کر دیا ہے لا تجسسوا یعنی کسی کے عیب کا تجسس نہ کرو مگر حضرات شیعہ نہیں مانتے۔ میں نے اس جملہ کے زیادتی لطایف کا اس وجہ سے دعوی کیا ہے کہ ایک بہت پرانا قصہ یاد پڑ گیا جسپر عمر صاحب معذرت کرتی تھی اور آپ کو مطلق حیا نہ آئی۔ کہ اس آیہ کو لکھ رہے ہیں جس سے عمر صاحب کو ایک نوع ندامت انتہائی پڑی دیکھئے اسی ازالۃ الخفا میں ہے صفحہ ۱۵۹

| | |
|---|---|
| المحب الطبری روی ان عمر خرج لیلة ومعه عبد الله بن مسعود فاذا هو بضوء نار فاتبع الضوء حتی دخل دارا فاذا شیخ جالس بین یدیه شراب وقینة تغنیه | محب طبری راوی ہیں کہ ایک رات عمر صاحب مع ابن مسعود کے گھر سے باہر نکلے ایک مقام روشنی نظر آئی۔ اُس کے تو وہیں چلے یہانتک کہ اُس گھر میں گھس گئے۔ دیکھا کہ ایک شیخ |

تجسس عمر کی

فلم يشعر حتى هجم عمر عليه فقال
ما رايت كالليلة اقبح من شيخ
ينتظر اجله فرفع الشيخ راسه و
قال بل ما صنعت يا امير المومنين
اقبح انك تجسست وقد نهى الله
تعالى عن التجسس وانك دخلت
بغير اذن وقد نهى الله تعالى
عن ذلك فقال عمر صدقت ثم خرج
عاضا على ثوبه ويقول ثكلت عمر
امه ان لم يغفر له ربه قال
وهجر الشيخ مجالس عمر حينا ثم
جاء شبه المستحيي فقال له ادن مني
من نامنه فقال له والذي بعث محمدا
بالحق ما اخبرت احدا من الناس بالذي
رايت منك ولا ابن مسعود وكان معي
فقال الشيخ والله والذي بعث محمدا بالحق
ما عدت الى ان جلست هذا المجلس

بیٹھے ہیں اور سامنے ان کے شراب رکھی ہے اور
ایک لونڈی گا رہی ہے اس شیخ کو عمر کی آمد
نہ معلوم ہوئی یہانتک کہ عمر نے اسپر حملہ کیا اور
کہا کہ آج کی رات سے بدتر کوئی رات نہیں دیکھی میں نے
ایک شیخ اپنی اجل کا منتظر ہے اس وقت
شیخ جی نے اپنا سر بلند کیا اور کہا اے امیر المومنین
آپنے جو کام کیا وہ تو اس سے بھی اقبح ہے
کیونکہ تم نے تجسس کیا اور خدا نے منع کیا ہے
تجسس سے اور تم گھر میں بلا اذن چلے آئے
حالانکہ خدا نے منع کیا ہے عمر نے کہا سچ کہا
تم نے اس کے بعد نکلے عمر چباتے ہوئے اپنی کپڑے
کو اور کہتے تھے کہ عمر کی ماں سوگ نشیں ہو اگر
نہ بخشے اسکو خدا۔ شیخ مذکور نے اسکے بعد آمد
و رفت چھوڑ دی۔ پھر ایک روز شرماتے ہوئے
آئے تو عمر صاحب نے کہا آؤ نزدیک آؤ۔
پھر کہا قسم بخدا میں نے کسی کو اس بات کی خبر
نہ دی جسے میں نے دیکھا تھا یہانتک کہ ابن
مسعود سے بھی نہ کہا جو ساتھ تھے۔ شیخ نے کہا میں بھی قسم کہاتا ہوں کہ پھر کبھی ایسی مجلسیں [illegible]

اس واقعہ کو شاہ صاحب نے اگرچہ کتر بیونت کرکے لکھا ہو مگر چونکہ تمام عالم میں مشہور ہو
اس سے ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ اس شیخ
نے عمر سے کہا کہ اگر مجھنے ایک گناہ کیا تو تونے چار گناہ کیا ایک یہ کہ تجسس کیا حالانکہ
نہی اس سے وارد ہو دوسرے یہ کہ دیوار پھاند کر آیا حالانکہ حکم ہے دروازہ سے آنے کا۔
تیسرے یہ کہ حکم ہے کہ جب داخل ہو تو سلام کرو تم نے اس کے خلاف کیا چوتھے یہ کہ استیذان [illegible]

کا حکم ہے اور تم نے اسکے خلاف کیا۔

بہرحال اسقدر تو معلوم ہوا کہ اصل تجسس کس کو کہتے ہیں کیونکہ شیخ نے بتا دیا عمر کو کہ

این را تجسس عیوب بزرگاں می گویند

اب دوسرا سبق تجسس کا سنئے ہو شاید نیا سبق ہو کہ ابو محجن ثقفی صحابی نے بھی آپکے خلیفہ کو اسکی تعلیم دی ہو کہ تجسس اس کو کہتے ہیں جو منہی عنہ ہو چنانچہ اصابہ من تمیز الصحابہ میں ہے بذیل ذکر طویل ابو محجن قال عبدالرزاق عن ابن جریج بلغنی ان عمر ابن الخطاب حد ابا محجن ابن حبیب بن عمرو ابن عمیر الثقفی فی الخمر سبع مرات وقیل دخل ابو محجن علی عمر فظنہ قد شرب فقال استنکھوہ فقال ابو محجن انفو من التجسس الذی نہیت عنہ فترکہ یعنی عمر نے ابو محجن ثقفی صحابی پر سات مرتبہ حد شرب خمر جاری کیا تھا ایکدفعہ عمر کے پاس آیا تو عمر کو گمان ہوا کہ پی کر آیا ہو حکم دیا کہ اس کا منہ سونگھو۔ ابو محجن نے کہا یہی ہو وہ تجسس جس سے تو منع کیا گیا ہو

ان روایتوں سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ تجسس کس کا نام ہو وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ اس تجسس منہی عنہ میں عمر صاحب زیادہ مبتلا تھے جس سے چند بار ان کو مفت ندامت اٹھانی پڑی پھر اگر اتباع ان کے شیعہ تجسس عیوب انکے بزرگوں کا کرتے ہیں تو کیا بحکم حدیث فبایہم اقتدیتم اھتدیتم وہ ہدایت یافتہ نہوں گے

افسوس کہ ضیق مقام یہ مجبور کرتا ہو کہ کچھ زیادہ تجسس سے کام لوں ورنہ بتا دیتا کہ عمر صاحب کو کسدرجہ اسمیں انہماک تھا اور اسی کے ساتھ یہ بھی بتاتا کہ شرابیوں کیساتھ ان کو کیسی الفت تھی مگر انشاءاللہ ایک مضمون مستقل حاضر کیا جائیگا جس میں خلیفہ دوم کی سرپرستی شرابیوں کے بارہ میں دکھائی جائیگی اور ابو محجن ثقفی کی کارنامے بھی اس شراب خواری میں عرض کرونگا

اڈیٹر صاحب اس تجسس کو لکھ کر لکھتے ہیں "پھر تجسس بھی کرتے ہیں تو کس کے عیوب کی بہترین انبیاء کے اصحاب کا" مگر افسوس کہ اب منافقین و فاسقین کو اصحاب رسول بتا رہے ہیں حالانکہ تمامی امت کو حکم ہو ان سے تبرا کا الحب للہ والبغض للہ کے مطلب کو سمجھئے۔

اگر اس قسم کا تجسس ممنوع تہا تو پہر کیوں خدا نے منافقین کی عیب جوئی کی اور رسول اللہ نے انکے
عیوب کھولے اور انکے حال نے لکھے۔ اور جب آپ حضرات عیاذاً باللہ رسول کی عیب جوئی
کرتے ہیں بار بار اُن کی خطا کو لکھتے ہیں حالانکہ انکے کلمہ گو ہیں۔ ان کی امت میں ہونے کا
دعوی کرتے ہیں تو مومنین یقین نے اگر بتعمیل حکم خدا مومنین کو منافقین سے بہچوا دیا تو
کیوں محل اعتراض ہوتا ہے۔

اڈیٹر صاحب اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں اڈیٹر الشمس نے اس کے
بعد سورہ لعح وحفظ وایہ رجم کی کمی کی روایتیں استقصا سے نقل کی ہیں انکا جواب
بھی مناظرہ حصہ اول میں موجود ہے اور خدا کے فضل سے ایہ رجم کے متعلق جس زور
شور کے ساتھ مولوی حامد حسین صاحب کو دعوی تہا اس سے کہیں زیادہ پر زور اس کا
جواب دیا گیا ہے۔

**اقول** اس تقریر سے بھی ناظرین کو آپ کی عقل کا کمال معلوم ہو گا کیونکہ جب ان مباحث
کو بھی آپ جلد اول میں لکھ چکے تھے جس سے یہاں نقل کیا تو بقیہ مباحث کو کیوں
ترک کیا جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان تحریروں کا آپکے خیال میں اتنا بھی وزن نہیں
ورنہ جس طرح اس عبارت کو مکرر نقل کیا اس کو بھی ضرور نقل کرتے جس کی اس سے
بھی تائید ہوتی ہے کہ ایہ رجم کا بالخصوص ذکر کیا اور اسپر دعوی کرتے ہیں اس کا
کہیں پر زور جواب دیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریر پر بھی آپکو کچھ ناز ہے لہذا
اسی سلسلہ کشف الظلام میں آپکے بقیہ جوابوں کا جواب بھی جلد اول سے لکھا جاتا ہے
کہ یہ بحث تمام ہو۔ اس تحریر کے بعد یہاں تعرض کے جواب کی ضرورت نہیں جسقدر لکھا جا چکا
وہ بہت کافی ووافی ہے یقیناً تمام ناظرین اڈیٹر الشمس کی ایمانداری اور ان کی غیرت و
حیا سے خوب واقف ہوں گے کہ جن روایتوں کے ایسے متین اور محکم جوابات دیے جا چکے ہیں
اور وہ جوابات ابھی چند روز ہوئے کہ ایکی نظر سے گذر چکے تھے انہیں روایتوں کو انھوں نے
استقصا سے نقل کیا ہے اور ہمارے جوابات کو بالکل چھپا ڈالا "

کیونکہ اس تحریر نے تمام عالم کو بتا دیا آپکا جواب کیسا تھا اگر چہ کچھ بھی عقل سے حصہ

معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] جو آپ بہت آپ شغلہ گذار ہوتے کہ ابھی تک ایکی حقیقت مخفی تھی اور عوام کے [illegible] ایکو اچھا نہ [illegible] تھا مگر اس تحریر نے نہ صرف ایکی وقعت کھولدی بلکہ لیکے مذہب کی حقیقت بھی کھولدی کہ کیسے کیسے عقاید ایلوگوں کے ہیں قران کے متعلق ہیں۔ اور اس پر ایسا [illegible] کس قسم کی [illegible] اور غیرت میں داخل ہو اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہم نے جو لیکے جواب [illegible] چشم پوشی کی تھی کچھ تو مجبوریاں باعث تھیں۔ اور پہلے ان تمہیدوں کا خیال تھا [illegible] حد السارق میں لکھ رہا تھا اور لینے اوسکے رد بھی کیلیے یہ ترکیب سوجھی کہ پہلی جلد نقل کرنے لگے جس سے آخر کو خود ہی اب کو دست بردار ہونا پڑا ع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

اڈیٹر صاحب نے [illegible] حد وحفد کے متعلق جو اپنے اخبار کے پہلی جلد کا حوالہ دیا ہے وہ حصہ انکا [illegible] جلد ا مورخہ ۲۰ [illegible] ۱۳ سے شروع ہے جس کا جواب ہمیں لکھنا مناسب ہے کہ سلسلہ تمام ہو

## جواب کلام مخاطب متعلق مسئلہ تحریف قران کہ اپنے اخبار کی پہلی جلد میں بجواب استقصاء الافحام لکھا تھا

یہ تحریر مختصر ہوگی صرف مقابلہ کے بندسوں سے مخاطب کا کلام اور ہمارا جواب متمیز ہوگا۔ مگر اس کے پہلے اصل کلام حجۃ الاسلام مصنف استقصاء الافحام۔ الشمس ہ جلد ۲ صفحہ ۱۱ ملاحظہ ہو جس میں ترجمہ استقصا سلسل [illegible] پر کیا گیا ہے بعدہ اڈیٹر صاحب کے اعتراضات اور اس کا جواب نمبروار ملاحظہ ہو۔

(۱) جناب مولوی حامد حسین صاحب نے تو روایتیں بہت سی نقل کر دیں۔ (۲) مگر تحریف کا ایک مضمون بھی روایت میں نہیں ہے

(۱) شکر خدا کہ کثرت روایت کا تو اقرار کیا (۲) اگر تحریف کا مضمون کسی روایت میں نہیں ہو تو یہ کیوں لکھا ہے پھر ان روایتوں کا تحریف پر دلالت کرنا ہمارے کسی عالم کے اقرار سے آپ نے ثابت نہیں کیا اور اگر بالفرض کفرض المحالات وہ روایتیں تحریف پر دلالت کرتی ہیں تو انکے موافق ہمارا اعتقاد آپنے نقل نہیں کیا اور یہ امر ظاہر اور باتفاق فریقین ثابت ہے کہ کسی باب میں کسی روایت کا موجود ہونا اس کو بھی مستلزم نہیں کہ خود اس کتاب کا مصنف اس روایت کے موافق اعتقاد رکھتا ہو چہ جائیکہ دیگران مورخہ ۲ رجب سنہ

یہ فقرہ ہر انکھ والے کو بتا رہا ہے کہ یہ روایتیں اگر تحریف قرآن میں صریح ہیں جبھی تو اتنی قیدیں لگائی گئیں تحریف پر دلالت کرنا ہمالئے کسی عالم کے اقرار سے ثابت نہیں کیا اسکے موافق ہمارا اعتقاد اپ نے نقل نہیں کیا۔ روایت کا موجود ہونا اعتقاد مصنف یا عمل کو مستلزم نہیں کیوں صاحب اگر یہ روایتیں اپکی تحریف میں صریح نہیں تو ناحق کیوں اس قدر سمع خراشی کی۔

پھر یہ فراری نمبر ۲۔ شوال میں لکھتے ہیں پھر ان روایتوں کے مطابق ہمارا عقیدہ نہیں دکہایا اور ہم دکہا چلے چونکہ ان سب عبارتوں کا جواب مفصلا پہلے مرقوم ہو چکا لہذا اچھے لکھنے کی ضرورت نہیں ہی۔ مگر ایمانا فرمائیے اگر وہ روایتیں تحریف قرآن میں صریح نہیں ہیں تو یہ قیدیں کیوں لگائیں۔

(۳) یہ کسی روایت میں نہیں بیان کیا گیا کہ یہ دونوں سورتیں صحابہ نے تحریف کر دیں یا قرآن سے نکال ڈالیں جیساکہ شیعوں کی روایات تحریف میں صاف صاف مذکور ہو۔

(۳) الحمد للہ کہ یہ کلام بھی اسی مطلب کا موید ہے جس کو میں ابھی لکھ چکا کیونکہ اپ کے الفاظ تو بیشک ان روایتوں میں نہیں ائے ہیں مگر مطلب یہی ہے جس کے چھپانے کو آپ یہ قیود بڑھاتے ہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ لکھے ملا صریحی کفر کا فتوی عثمان صاحب کی نسبت لکھدیں۔ آدمی تو آپ سمجھدار ہیں سمجھ لیں۔

(۴) ماحصل ان تمام روایتوں کا صرف اسقدر ہے کہ بعض بعض صحابہ کے مصحف میں یہ دونوں سورتیں کسی زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں حضرت علی مرتضی نے عبد اللہ بن رزین کو یہ سورتیں تعلیم کی تھیں عبد اللہ ابن رزین نے انکو قرآن کہا حضرت عمر نے ان کو قرآن میں پڑھا اس سے زیادہ اور کوئی بات ان روایتوں سے ثابت نہیں ہوتی۔

(۴) الحمد للہ کہ ان باتوں کی ثبوت کا تو آپنے اقرار کیا جس سے قرآن ہونا بھی ثابت ہوا اور تحریف کرنا بھی کیونکہ اپ کو یاد ہوگا تقریر سیوطی میں کہ اگر صحابہ نے جز قرآن کو قرآن میں لکھا تو لازم اتا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہو جس کا اعتقاد صحابہ کے نسبت جائز نہیں تو جب بقول اپکے بعض بعض صحابہ کے مصحف میں یہ دونوں سورتیں کسی زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں تو وہ قرآن بھی

ہوا اور لازم آتا ہے یہ نسبت دھوکا دینے کا صحابہ کی نسبت جو آپکے یہاں جائز نہیں

اڈیٹر صاحب آپکی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ ان کو مولوی عبدالحی صاحب کا مسودہ سمجھے ہیں کہ جیسے میں لکھدیا تھا۔ یا نظر ثانی کے قبل کا وہ فقرہ تھا کیونکہ آپکا یہ فقرہ کہ یہ دونوں سورتیں کسی زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں صاف صاف بتا رہا ہے کہ نظر ثانی کے بعد وہ نکال دی گئیں تو یہ سورتیں بھی کسی شاعر کا کلام ہو یا کسی مصنف کا مسودہ جو نظر انداز کر دیا گیا۔ کیا یہی شان ہے قرآن کی

اب دیکھیے قدرت خدا کہ خود آپکا یہ کلام کہ یہ دونوں سورتیں کسی زمانہ میں لکھی ہوئی تھیں بتا رہا ہے کہ بسبب امتداد ایام لکھنے والوں کو یہ سورتیں نہ ملے اور جسکے پاس یہ سورے لکھے تھے لکھے کے لکھے رہ گئے کیونکہ یہ کسی زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں قدامت کی دلیل ہے

اور جب عبداللہ بن رزین نے جو صحابی تھے یا تابعی اس کو قرآن کہا۔ پھر آپ کیونکر اس سے انکار کر سکتے ہیں کیا حدیث خیر القرون قرنی غلط ہے

اور جب حضرت عمر نے اس کو قنوت میں پڑھا تو اور بھی قرآنیت اسکی ثابت ہوئی ورنہ لازم آتا ہے کہ اس کے قایل ہوں کہ حضرت عمر غیر قرآن کو قرآن کہتے تھے۔ اور آپ خود لکھ چکے ہیں آیتوں کا صحابہ کے دلوں سے فراموش کر دینا بھی اس زمانہ میں نسخ کی علامت تھا۔ ملا جلد ا تو پھر کیونکر اس کو منسوخ التلاوہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عمر اس کو پڑھتے تھے۔ اور عبداللہ بن رزین عبدالملک کو بتاتے ہیں۔

اڈیٹر صاحب ایسا اندھیر نہ کیجیے کہ علامہ کے کلام کو اس طرح خبط بو دیکھیے کیونکہ علامہ نے اتقان کی پوری عبارت نقل کی ہے جسمیں پہلے خود ان کا محققانہ قول ہے کہ ابی ابن کعب کے مصحف میں ۱۱۶ سورہ تھے کیونکہ انھوں نے مصحف میں سورہ فاتحہ اور معوذتین اور اللھم انا نستعین کو بھی لکھا تھا جس سے بطور حتم اس کی کتابت مصحف ابی میں معلوم ہوئی دوسری روایت ابن سیرین ہے تیسری روایت طبرانی ہے عبداللہ بن رزین سے جس کا اقرار آپنے بھی کیا چوتھی روایت سفیان ثوری ہے کہ عمر اسکو قنوت میں پڑھتے تھے۔ پانچویں روایت ابن جریج ہے جسمیں بعض صحابہ کا ذکر ہے کہ ان کے مصحف میں یہ سورے تھے جس سے بقاعدہ جمع معلوم ہوا کہ علاوہ ابی کے دیگر صحابہ کے مصحف میں بھی یہ دونوں سورے تھے۔ چھٹی روایت محمد ابن نصر

ہی ہو کہ ابی بھی قنوت میں پڑھتے تھے۔ اور اپنے قرآن میں اسکو لکھا تھا۔ ساتویں روایت
فریس ہو کہ مصحف ابن عباس میں بھی یہ سورہ تھا۔ آٹھویں روایت درمنثور سیوطی
مصحف ابو موسیٰ اشعری میں بھی یہ دونوں سورے تھے۔ نویں یہ کہ مصحف حجر صحابی میں
یہ تھا دسویں شعبی (          ) کا بیان ہو کہ میں نے خود
مصحف ابی میں دونوں سوروں کو پڑھا تھا۔

کیوں اڈیٹر صاحب جب ان روایتوں سے اتنی باتیں ثابت ہیں جو ابھی مذکور ہوئیں
کہانتک اسکو نہیں سمجھے ہیں عبداللہ ابن زین نے ان کو قرآن کہا حضرت عمر نے ان کو
نماز میں پڑھا۔ اس سے زیادہ اور کوئی بات ان روایتوں سے ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکہ
میں نے خود سیوطی کا اقرار یہ قرانیت ان دونوں سورتوں کے ثابت کیا۔ اور پھر مصحف
ابی ابن کعب۔ ابن عباس۔ ابو موسیٰ اشعری۔ حجر میں لکھا ہونا ثابت کیا جو باتفاق اکے یہاں
ن ہونیکی علامت ہو۔ پھر بلاتعین بعض صحابہ کے مصحف میں لکھا ہونا ثابت کیا پھر عمر کو ابی
نوت میں پڑھنا ثابت ہوا۔ پھر تابعین سے عبداللہ ابن زین۔ ابن سیرین۔ ابو
سفیان ثوری شعبی کا اقرار بقرانیت ثابت کیا۔ اور آپ کہتے ہیں کچھ نہیں ثابت ہوا

،، اور یہ باتیں ہرگز کسی حال میں اس امر پر دلالت
نہیں کرتیں کہ یہ دونوں سورتیں قرآن عزیز منسوخ
التلاوۃ سے ہیں

(۵) تو بھی کیوں نہیں کہتے کہ ہم کسی بات کو
مانتے ہی نہیں کیونکہ منسوخ التلاوۃ ہونیکی ایک
علامت آپ نے بھولجانیکو بتایا تھا اس کو میں

ثابت کر دیا کہ عمر کو اور ابی بن کعب کو اور عبداللہ بن زین کو یاد تھا دوسرے عدم کتابت
آپ لوگ دلیل نسخ سمجھتے ہیں اسکو بھی میں نے ثابت کر دیا کہ ابی ابن کعب ابو موسیٰ اشعری
ابن عباس۔ حجر کے مصحف میں تھا جو صحابہ تھے پھر بجز انکار تو آپکے پاس کوئی جواب نہیں۔ حالانکہ
ہم اس کو بھی ثابت کر چکے ہیں کہ منسوخ التلاوۃ وغیرہ الفاظ صرف اس غرض سے گڑھے گئے ہیں
کہ الزام تحریف کو چھپائیں ورنہ خود آپکے علما اس سے انکار کر چکے ہیں

(۶) مصحف میں لکھ لینا بھی اسکی دلیل نہیں ہو سکتا
کیونکہ حضرت ابی وغیرہ نے بہت سی منسوخ آخر۔

(۶) مگر ہم اس کو پہلے بتا آئے ہیں کہ لکھ لینا ایسی
دلیل ہو کہ آجتک آپکے علما بسم اللہ کے جزو

اور سورتیں اپنے مصحف میں لکھ لی تھیں۔

قرآن ہونے میں اسی وجہ سے پریشان ہیں کہ قرآن میں لکھا ہو جس کا کوئی جواب نہیں چلتا ملاحظہ ہو عبارت سیوطی منقولہ الشمس صفحہ ۱۲۵ دیکھئے فی تواترہا اثباتہا فی مصحف الصحابہ فمن بعدہم بخط المصحف یعنی کافی ہے اس کے تواتر میں لکھا جانا مصحف صحابہ میں اور انکے بعد بخط مصحف تو اب یکوان سوروں کے قرآن ہونے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا کیونکہ مصحف ابی ابن کعب مصحف ابن عباس مصحف ابو موسے اشعری مصحف عمر میں لکھا ہوا تھا اور کافی ہے ثبوت تواتر میں لکھا رہنا اس کا مصحف صحابہ میں نیز قرآن اور ابی ابن کعب کا عالم قرآن ہونا بحکم رسول اللہ اور بقول عمر صاحب اور نیز عمر صاحب کا ہر مناظرہ میں ان سے مغلوب ہونا اور ان کی قرات کا ثابت ہونا اور نیز عمر صاحب کا مدۃ العمر ایہ منسوخہ کا پڑھنا اور ابی کی قرأت کا ثابت ہونا پہلے مذکور ہو چکا جو کافی ہے ایکی تشفی کیلئے۔

(۷) قرآن کے جمع کرنے میں مقاصد صحابہ کے مختلف تھے بعض نے تمام وہ چیزیں جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں اپنے مصحف میں لکھی تھیں اس لحاظ سے یہ دو سورتیں بھی جو اب تک قنوت میں پڑھی جاتی ہیں انھوں نے لکھ لی تھیں بعض نے اپنے مصحف میں صرف وہی چیزیں لکھی تھیں جو نماز میں بالالتزام نہیں پڑھی جاتیں نہ کچھ خصوصیت انکو جھاڑ پھونک سے ہیں اس سے انھوں نے سورہ فاتحہ اور معوذتین اپنے مصحف میں نہ لکھی تھیں۔

(۷) چونکہ یہ ایکا ذاتی قول ہے جسیر کوئی سند نہیں لائے لہذا قابل تخاطب نہیں کیونکہ مناظرہ میں وہی قول پیش ہو سکتا ہے جو مستند بہ سند ہوتا ہے ثانیا بغرض تسلیم اگر ایسا ہی تھا تو آپ کو کیا فائدہ ہوگا کیونکہ اگر وہ غیر قرآن تھا تو صحابہ پر الزام آتا ہے کہ غیر قرآن کو داخل قرآن کیا اور اگر قرآن تھا تو کہیں لکھا جائے کیوں نہ داخل قرآن ہو ثالثاً یہاں تو نہ ذکر عام مصاحف کا ہے نہ عام صحابہ کا بلکہ خاص ابی ابن کعب کے مصحف کا ذکر ہے جو بہ اتفاق اہل سنۃ اعلم علما علم قرآن تھے۔ پھر فضول باتوں سے کیا حاصل کیونکہ پہلے تفصیل تمام مذکور ہوا ان کو بالخصوص رسول اللہ نے قرآن کی تعلیم کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور خود خلیفہ دوم ان سے قرآن سیکھا کرتے تھے اور خود عمر صاحب اس کو پڑھتے تھے۔ اور ابو موسیٰ اشعری و ابن عباس و عمر صحابی کے مصحف میں بھی مرقوم کیا سرلیفا ان صحابہ نے اس سورہ کو بحکم رسول اللہ جمع کیا تھا یہ بلا شبہ دا گر کہیں حکم رسول

تھا تو پھر کس حکم سے وہ سورے خارج کئے گئے اور اگر بلا حکم رسول تھا تو لازم آتا ہے کہ صحابہ اپنے دل سے قران گڑھا کرتے اور لکھ لیتے پھر دوسرے صحابہ کی کتابت یا حفظ قران پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے

(۸) رگیا حضرت علی مرتضیٰ کا تعلیم کرنا یہ بھی انکے غیر منسوخ ہونے پر دلالت نہیں کرتا تعلیم ان دونوں سوروں کی قنوت میں پڑھنے کی لئے اب تک جاری ہے حالانکہ کوئی اسکو قران نہیں کہتا۔

(۸) یہی تو اعتراض ہے کہ کسی طرح آپ نہیں مانتے پھر میں کیا کہوں اصل روایت دیکھئے واللہ لقد جمعت القران جسمیں وہ ان سوروں کو قران کہتے ہیں پھر وہ منسوخ التلاوۃ کیونکر ہو گیا حالانکہ انکار علمای اہل سنۃ قسم منسوخ التلاوۃ کا ہم ثابت کر چکے ہیں۔

کیوں صاحب! جناب امیر کا تعلیم کرنا تو بقول آپکے غیر منسوخ ہونے پر دلالت نہیں کرتا مگر اس کو لکھا کہ آخر منسوخ ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ یاد بھی ہے اور لکھا ہوا بھی ہے۔ اور صحابہ اسکے قران ہونیکے بھی مدعی ہیں

(۹) اور عبد اللہ ابن زبیر کا ان کو قرآن کہنا بھی انکے غیر منسوخ ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ قرن صحابہ میں منسوخ التلاوۃ کو بھی قران کہتے تھے۔

(۹) محض غلط ہے نہ کہیں آپنے اسکو ثابت کیا نہ ممکن ہے اس کا اثبات ہاں ابن عمر والی روایت میں آپنے ایسا دعویٰ کیا تھا جس کا جواب مرقوم ہو چکا۔ ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۵و۶ جلد ۲ صفحہ ۵۴

حالانکہ آپکے بھی کلام کہ وہ قران کہا جاتا تھا اس کی دلیل ہے کہ وہ منسوخ التلاوۃ نہ تھا کیونکہ اس کا تو کوئی بھی نہیں قایل ہو سکتا کہ جو حکم منسوخ ہو جائے اس پر کوئی صحابی پھر عمل کرے تو جو قرآن منسوخ ہو جائے اسکی تلاوت کب جائز ہو گی بلکہ جایز کیسا وہ تو نا ممکن ہے کیونکہ اس کو تو قلوب سے لازم ہے کہ مٹا دے۔

(۱۰) رہ گیا حضرت عمر کا انکو قنوت میں پڑھنا یہ بھی ان کے غیر منسوخ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا

(۱۰) تو پھر لازم آتا ہے کہ ان کا پڑھنا دلیل نسخ ہو افسوس یہ ہے کہ کہیں تو حضرت عمر کی یہ عظمت بیان کی جاتی ہے کہ انکی رائے کے مطابق قران نازل ہوا کرتا۔ اور یہاں یہ گت بنائی جاتی ہے

کر ان کے تلاوت کرنے سے بھی قرآنیت نہیں ثابت ہو سکتی۔

کہاں وہ بیان کہ نسخ کے بارے میں جب تک صریح نص نہو دعوای نسخ نہیں ہو سکتا اور کہاں یہ بیان کہ جو منسوخ ہو جاتا ہے وہ یاد نہیں رہتا۔ یہانتک کہ لکھا ہوا بھی مٹ جاتا ہے اور اب یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ نہ لکھے رہنے سے قران ہونا ثابت ہو سکتا ہے نہ کسی صحابی کے پڑھنے سے حتی کہ حضرت عمر کے پڑھنے سے بھی نہیں ثابت ہوتا تو اس کا کیا علاج کیا جائے۔

آپکی وہی نقل ہوئی کہ کسی بڈھے استاد نے لاتسلم پڑھا دیا۔ اب یکھ اسکے سوا کچھ یاد ہی نہیں ہر جگہ یہی کہے جاتے ہیں اس سے بھی غیر منسوخ ہونا نہیں معلوم ہوتا۔ آخر کچھ قاعدہ تو بتائی کس قاعدہ سے نسخ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کتابت فی المصحف بھی ثابت کی گئی تلاوت و قرأت صحابہ بھی مگر آپ کسی کو نہیں مانتے۔

| | |
|---|---|
| (۱۱) یہ دونوں سورتیں آپ بھی قنوت میں پڑھی جاتی ہیں۔ | (۱۱) خارج از بحث ہے کیونکہ اصل مقصد تو اس قدر ہے ابی ابن کعب نے اپنے مصحف میں فاتحۃ الکتاب |

اور معوذتین لکھی تھی اور یہ بھی لکھا تھا اللہم انا نستعینک الخ اور ابن مسعود نے سب کو چھوڑ دیا اور عثمان نے الحمد و معوذتین کو لکھا ہے کہ اگر قران تھا تو ابی نے کیوں لکھا۔ اور اگر قران تھا تو ابن مسعود نے کیوں نہ لکھا اور عثمان نے سب کے خلاف کیوں کیا نہ یہ کہ اب بھی پڑھا جاتا ہے یا نہیں۔

| | |
|---|---|
| (۱۲) ہاں اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ حضرت عمر نے ان دونوں سورتوں کو سورہ فاتحہ کے بعد بجائے دوسری سورت کے پڑھا تو البتہ کچھ مفید ہوتا۔ | (۱۲) مگر کیونکر مفید ہوتا اس لئے کہ آپکے یہاں قرأت قران ضروری نہیں ہے اور جب تمول اسد کی قرأت سے بسم اللہ جو متواتر ہے آپکے یہاں |

جزو قران نہوا تو صرف عمر کے پڑھنے سے اب کب مان لیتے۔ وہ تو وہ العمر فامضوا پڑھتے تھے اب کیوں نہیں اسکو داخل کرتے۔ ابن مسعود نے تو الحمد پڑھتے حضرت کو سنا پھر کیوں نہ اس کو قران مانا عمر صاحب نے بھی سنا مگر نہ مانا۔ تو جب یہ سب قرائن آپکو مفید نہیں تو یہ کیونکر مفید ہوتا ہے جو ہوئے تو البتہ فایدہ ہو

| | |
|---|---|
| (۱۳) مگر ان روایتوں سے یہ ثابت نہیں بلکہ | (۱۳) یہ تفرع ہو سکی کہ پہلے اس کو ثابت کیجئے |

سکے خلاف ثابت ہے صاف صاف مذکور ہے کہ حضرت عمر | القرآن کا پڑھنا نماز میں واجب ہے۔ جو آپکے یہاں
نے بعد دوسری سورت کے ان سورتونکو پڑھا | ثابت نہیں ہے اگر بجای دوسری سورت کے بھی

پڑھتے تو آپکو کیا فایدہ ہوتا دیکھئے ازالۃ الخفا میں ہے الشافعی فی القدیم ان عمر ابن الخطاب صلے فلم یقرء فقال لہم کیف کان الرکوع والسجود قالوا حسنا قال فلا باس صفحہ ۲۹ یعنی عمر نے نماز پڑھی اُسمیں قرأت نہ کی لوگوں سے پوچھا کہ رکوع وسجود کیسا تھا تو سب نے کہا بہتر۔ کہا پھر کوئی ہرج نہیں۔ پس جب قرأت ہی انکے نزدیک واجب تھی تو ان کی قرات بعد الفاتحہ سے آپکو کیا فایدہ ہوتا مگر ہمارا استدلال تمام ہے اس لئے کہ غیر قرآن کی قرأت نماز میں نہیں ہو سکتی اور جب ان کی قرات ثابت ہے تو قرآنیت بھی ثابت ہوئی وہو المطلوب

اڈیٹر صاحب تقریر کو بہت وسعت ہے اور جو مذہب کے اصول کا پابند نہیں وہ یوں ہی جو چاہیگا کہدیگا مگر اہل عقل سمجھ جاتے ہیں کہ یہ بات بنا رہا ہے یا کیا۔ کیونکہ ابی ابن کعب۔ ابن عباس جو کہ مصحف میں ان سورونکا لکھا ہونا قرات ابو موسی اشعری۔ عبد اللہ ابن رزین۔ عمر ابن الخطاب سے قرآن ہونا معلوم ہو چکا اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ عثمان نے نہیں لکھا حجت تمام ہوئی۔

(۱۴) علامہ سیوطی نے اتقان میں تصریح کردی کہ یہ دونوں سورتیں از قبیل منسوخ التلاوۃ ہیں قال ابو الحسن المناری فی کتاب الناسخ والمنسوخ وما رفع رسمہ من القرآن ولم یرفع من القلوب حفظہ سورتا القنوت فی الوتر وتسمی سورتی الخلع والحفد

(۱۴) مگر اس کے ساتھ اسکی بھی تو تصریح کردی کہ بہت سے علما کے نزدیک منسوخ التلاوۃ کوئی چیز ہی نہیں ہے
مزہ تو یہ ہے کہ جس عبارت کو اڈیٹر صاحب نے نقل کیا ہے اُسی سے متصل یہ عبارت بھی ہے تنبیہ حکی القاضی ابو بکر فی الانتصار عن قوم انکار

ہذا الضرب لان الاخبار فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع علی انزال قرآن ونسخہ باخبار احاد لا حجۃ فیہ صفحہ ۲۲ جلد ثانی یعنی قاضی نے انتصار میں ایک قوم سے نقل کیا ہے انکار اس قسم نسخ کا کیونکہ خبریں مثل اخبار احاد کے ہے جس سے یقین نہیں حاصل ہو سکتا اوپر نزول قرآن کے اور اسکے منسوخ ہونے پر کیونکہ اخبار احاد اس میں حجت نہیں ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۲ جلد ۲

(۱۵) بس سخت تعجب ہے کہ مولوی حامد حسین صاحب | (۱۵) سچ ہے الناس اعداء ما جہلوا لیکن اتنا تو معلوم

نے کیا سمجھ کے ان روایتوں کو تحریف قران کے
ثبوت میں پیش فرمایا سوا اسکے اور کوئی بات
سمجھ میں نہیں آتی کہ انکو کتاب کا حجم بڑھانا منظور
تہا اور منتہی الکلام کے جواب کا نام کر دینا مقصود تہا

ہو گیا کہ جناب علامہ کا استدلال کیسا مستحکم اور قوی
ہے کہ خود آپکے علامہ سیوطی نے حسین منادی
کے قول سے منسوخیت تلاوت کو باطل کر دیا تو اب
بجز اقرار تحریف قران انکو چارہ نہیں۔

اڈیٹر صاحب یہ سن کر اور بھی انکو بحث تعجب ہے گا کہ آپ چلے تھے فتان صاحب کی حمایت کرنے کہ انکو الزام تحریف سے بچائیں اور خود مبتلا ہوئے کیونکہ سیوطی نے لکھا ہے قال الحسین المنادی اور اب لکھتے ہیں (۱) ابو الحسن (۲) المنادی۔ جو صریحی تحریف ہے

۲ اڈیٹر صاحب کی تحریر بجواب استقصاء الافحام تمام ہوئی حالانکہ اس بحث کمی سورہ یا قران میں جناب علامہ نے ایک سورہ کی کمی ثابت کی جو سورہ توبہ کے برابر تہا۔ پھر ایک دوسری سورہ کی کمی جو احدی للستجاب کے برابر تہا دیکھو الشمس نمبر ۲ صفحہ ۱۱

مگر اس کا کوئی جواب نا معقول بھی نہ لکھ سکے جس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں سوروں کا قران سے کم ہو جانا ان کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ مگر افسوس کہ اس کا اقرار کیا۔ نہ انکار کہ امر حق معلوم ہوتا اس کے بعد استقصاء الافحام کے قسم ہفتم تحریف قران کا جواب ان لفظوں سے شروع کر دیا

(۳) اسکے بعد جناب مولوی حامد حسین صاحب نے بعادت اہل سنت سے قران عظیم میں آیتوں کی تحریف ثابت کرنی چاہی ہے چنانچہ آیہ رجم کے متعلق جو کچھ انھوں نے لکھا ہے اور اپنے نزدیک اور نیز اپنے معتقدین کے خیال میں بہت زور کے ساتھ لکھا ہے اسکو میں اس مقام پر نقل کرتا ہوں

(۱) مگر اس کی وجہ نہ معلوم ہوئی کہ آپنے صرف آیہ رجم کو کیوں منتخب کیا کیونکہ علامہ نے قبل آیہ رجم چار آیتوں کی تحریف کا ذکر کیا ہے اور ان آیتوں پر ان کو اور انکے معتقدین کو وہی بہت زور و شور ہے جو آیہ رجم پر ان کو زور ہے۔ پھر یہ کیسی حرف سازی ہے کہ ان آیتوں کو چھوڑ کر آپ آیہ رجم تک پہونچے۔ حالانکہ تین چار ورق استقصا کے اس میں صرف ہوئے تھے ملاحظہ ہو استقصا جلد ۲ صفحہ ۱۲ لغایت صفحہ ۱۲۶

اڈیٹر صاحب یہ بڑی کمزوری اور حد درجہ کی بزدلی ہے کہ مخاطب کے کلام میں اسطرح کی تحریف کی جائے کہ نقل کلام میں تین تین چار چار ورق اس کا چھوڑ کر ایسی بلند پروازی کی ہو

کہ عوام کو معلوم ہو اس نے سب حل طے کر لیا۔

بہر حال جب آپ کا مقصود بالذات حمایت خلیفہ دوم ہے نہ حمایت قرآن اسی لیے آیہ رجم پر بیہودہ بحثیں ہیں جو خاص خلیفہ دوم کا آیہ ہے تو میں بھی آپکے تعاقب میں موجود ہوں۔

اڈیٹر صاحب بعد نقل عبارت استقصا الافحام جس کا ترجمہ الشمس نمبر ۲ جلد ۲ میں مذکور ہو چکا ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲۶ لغایت صفحہ ۱۳۱ لکھتے ہیں (۲)

(۲) سب سے پہلی بات مولوی حامد حسین صاحب ان روایتوں سے ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ تحریف قرآن ہے اور اسی لئے انھوں نے ان روایات کو نقل کیا ہے مگر یہ مضمون کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں کہ آیہ رجم دراصل قرآن میں تھی کسی نے نکال ڈالی۔

(۱) ماشاء اللہ جو تقریر ہے بے نظیر۔ جو تحریر ہے بے مثال کیونکہ آپ کا دعوی تو یہ ہے کہ کسی روایت سے بھی ثابت نہیں کہ آیہ رجم دراصل قران میں تھی کسی نے نکال ڈالی ہے مگر جتنی روایتیں استقصا سے منقول ہوئیں سب اسکی مخالف ہیں ملاحظہ ہو لینے ہی نقل کا یہ جملہ صحیح بخاری سے نکالا ہے کہ

انزل الله آیة الرجم فقرأناها وعقلناها ووعیناها کیا اس کے بعد کوئی صحیح الحواس کہسکتا ہے کہ آیہ دراصل قران میں نہ تھی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قران دو طرح کا نازل ہوا اصلی و غیر اصلی کہ آیہ رجم اصل قران میں نہ تھا۔

کیا اسی صحیح بخاری کی حدیث کا یہ جملہ جس کا آپ ترجمہ کر رہے ہیں "اب مجھے خوف آتا ہے کہ ایک زمانہ کے بعد کہنے والا کہیگا کہ خدا کی قسم ہم آیت رجم کو قران میں نہیں پاتے اور وہ لوگ ایسے فریضہ کو جسے خدا نے نازل کیا تھا ترک کر کے گمراہ ہو جائینگے۔ سو لیں (تم لوگ یاد رکھو کہ) رجم قران میں ثابت ہے اس شخص پر جو زنا کرے" آپکے اس کلام کی تاکید کرتی ہے کہ "آیہ رجم دراصل قران میں نہ تھی"

اڈیٹر صاحب خدا کے لئے الشمس ۲ صفحہ ۱۲۶ لغایت ۱۳۱ ایکبار ملاحظہ فرمائیے۔ جس سے معلوم ہو جائیگا کہ جناب علامہ نے کس طرح راہ چارہ و تدبیر کو آپ پر بند کر دیا ہے

اڈیٹر صاحب حضرت عمر تو فرماتے ہیں کہ جو شخص اس کا قایل ہو کہ آیہ رجم کو خدا نے نہیں نازل کیا وہ گمراہ ہوگا۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ یہ مضمون کسی روایت سے بھی ثابت نہیں کہ آیہ رجم دراصل

قرآن میں تھی تو آپ ہی فرمائیے حسب بیان عمر صاحب آپ گمراہ ہوئے یا نہیں۔

عمر صاحب تو کہتے ہیں کہ آیہ رجم قرآن میں حق ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ یہ اصلی قرآن نہیں ہے بتائیے کسکو سچا کہوں کسکو جھوٹا۔

رہا یہ حیلہ کہ کسی نے نکال ڈالی ہیں تو اسکو لازم ہے کہ جب قرآن میں تھا اور خدا نے اسکو نازل کیا اور عمل کیا گیا۔ اور اب اس کا وجود نہیں ہے تو بالبداہۃ معلوم ہوا کہ کسی نے نکال ڈالا جبھی حضرت عمر کو اس طرح مکرر سہ کرر کہنا پڑا اور اس کا رونا رو رہے ہیں کہ اس آیہ کو قرآن سے نکال ڈالا حالانکہ وہ قرآن میں ثابت ہے۔

(۱۸) نہ یہی مضمون ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت منسوخ التلاوۃ نہ تھی۔

(۱۸) پہلے تو ہم ایکو دو شق روپیہ کا انعام دیتے ہیں اگر کسی صحابی کی روایت سے اس کو ثابت کیجے کہ انھوں نے لفظ منسوخ التلاوت کا کبھی استعمال کیا ہو ثانیاً خود ابیہی کا کلام اپ کی رد کو کافی ہے مورخہ، رجب میں فرماتے ہیں کہ آیتوں کا صحابہ کے دلوں سے فراموش کر دینا یہی اس زمانہ میں نسخ کا علامت تھا۔ عذا جس سے معلوم ہوا کہ یہ آیہ منسوخ التلاوۃ نہ تھا کیونکہ یاد تھا اور بھول جانا علامت نسخ سے ہے ثالثاً بقول قاضی صاحب منسوخ التلاوۃ ماننا کسی آیہ کو مستلزم ہے ثبوت قرآنیت کو بذریعہ اخبار احاد جو باطل ہے رابعاً یہ بھی مسلمات سے ہے کہ ناسخ کو مساوی ہونا چاہیے منسوخ سے اور یہاں منسوخ قرآن ہے اور ناسخ اس کا کوئی نہیں خامساً نسخ قرآن بغیر حکم صریح رسول اللہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ اب آپ کرم تمام دنیا کے اہل سنۃ بتائیں کون سی حدیث رسول میں یہ مضمون آیا ہے کہ آیہ رجم منسوخ ہوا۔

(۱۹) زیادہ سے زیادہ جو بات ان روایات سے ثابت ہو سکتی ہے وہ یہ کہ حضرت فاروق اعظم اس آیہ کو غیر منسوخ جانتے ہیں اور اسی وجہ سے چاہتے تھے کہ یہ آیت مصحف میں لکھ لیجائے جانتے تھے۔

(۱۹) افسوس آپ کا ایمان اسکی بھی اجازت نہیں دیتا کہ آتنی بات کا بھی اقرار کریں کہ عمر صاحب اس کو غیر منسوخ جانتے تھے جو لفظ ہو سکتی ہے نہیں ادا کیا اور یہ نہ کہا کہ وہ اس کو غیر منسوخ جانتے تھے۔

کیوں صاحب اگر بالفرض مان لیا جائے کہ صرف عمر اس کو غیر منسوخ جانتے تھے تو کیا ان کا غیر منسوخ

جب تک کافی نہیں ہو سکتا جب کہ بیشمار ایتوں میں آپ حضرات اسکے مدعی ہیں کہ قران انکی رائے کے مطابق نازل ہوتا تھا انکا کلام قران میں موجود ہے۔ پھر یہاں وہ مراتب کیوں بھولے جاتے ہیں جو ان کا قول اس بارہ میں نہیں قبول کیا جاتا شاہ ولی اللہ صاحب ان کو مولف قران مانتے ہیں اور آپ انکے علم اور قول کو غیر کافی سمجھتے ہیں۔

(۵) مگر اسکے ساتھ ہی ان روایت سے یہ بھی ثابت ہے (حضرت فاروق کے سوا باقی تمام صحابہ اس آیہ کو منسوخ جانتے تھے اور اس آیہ کو مصحف میں لکھنا زیادہ فی القرآن کا سبب جانتے تھے

(۵) مگر افسوس کہ جتنی روایتیں آپ نے استشہاداً نقل کیں ان میں ایک روایت میں بھی یہ مضمون نہیں ہے کہ کسی معمولی صحابہ نے بھی یہ کہا ہو کہ یہ آیہ منسوخ الحکم ہے یا منسوخ التلاوۃ ہے بلکہ اس قسم کا قول کسی معمولی صحابہ کا بھی [illegible] نہیں ہے کسی [illegible] تو ایک بات [illegible] عمر صاحب کا کلام ہے کہ کوئی ایسا نہ سمجھے کہ [illegible] ان کے [illegible] مرتے وقت [illegible] کر ممبروں پر چڑھ چڑھ کے کہتے رہے [illegible] آپ کہاں گئے [illegible] باقی صحابہ [illegible] جانتے تھے

اور یہ صاحب خدا سے ڈرئے صحابہ پر افترا نہ کیجئے ان روایات میں [illegible] کلام ہے نہ کوئی [illegible] بلکہ جو کچھ ہے وہ عمر صاحب کا کلام ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ کہیں عمر نے زیادہ کر دیا تو ہم اس کو لکھ دیتے۔

ہاں اگر آپ فرمائے کہ یہ فقرہ نہ قران میں نازل ہوا نہ یہ قران کی آیت ہے نہ خدا کا کلام ہے بلکہ عمر صاحب کے دل کے گڑھے ہوئے فقرے ہیں تو البتہ ممکن ہے۔ جس کا پہلا نتیجہ یہ ہوگا کہ منسوخ التلاوۃ کا مضمون ہوا ہوگا۔ کیونکہ جب وہ قران ہی نہ تھا خدا کی طرف سے نازل ہی نہ ہوا تھا تو منسوخ کیا ہوا دوسرا نتیجہ یہ ملیگا کہ آپکو صاف صاف اقرار کرنا ہوگا کہ عمر صاحب ایسے زبات بزرگ تھے کہ خدا پر افترا کرتے اور اپنے دل سے آیہ گڑھتے اور چاہتے کہ اس کو داخل قران کریں۔ چنانچہ ترکیب عبارت بھی کہہ رہی ہے کہ کسی گنوار کا گڑھا ہوا فقرہ ہے۔

غرض اگر مطابق قول عمر اس کو قران مانتے ہیں تو کسطرح انکو اس سے مفر نہیں کہ کہئے قران کم ہوگیا اور اگر اس کو قران نہیں مانتے تو منسوخ التلاوۃ کا دعوی بھی باطل ہوا اور عمر صاحب

کا افترا کرنا خدا پر بصراحت تمام لازم آیا۔

(۶) پس ایسی حالت میں جبکہ تمام صحابہ اس آیت کو منسوخ کہتے تھے صرف حضرت فاروق کے غیر منسوخ کہنے سے یہ آیت غیر منسوخ کیونکر ہو سکتی ہو

(۶) اولاً یہی غلط ہے کہ کسی صحابی نے اس کو غیر منسوخ کہا ہو کیونکہ ایکی منقول روایت عن الاستقصار میں ایک روایت بھی آپ کے موافق دعوی نہیں

ثانیاً ایکصد ہا نظائر اسکے مل چکے ہیں صرف ایک صحابی کے کہنے سے قران کی قرانیت ثابت ہوئی پھر عمر صاحب نے کیا قصور کیا جو انکے کہنے سے یہ آیت غیر منسوخ قرار نپائے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۹ جلد ۱ صہ ۵۱

جسمیں کسقدر مناظرے ابی ابن کعب وغیرہ کے عمر صاحب سے منقول ہیں کہ ان میں صرف ایک صحابی کے قول کے بنیاد پر قران کی وہ آیت جو زمانہ خلیفہ اول سے لکھی ہوئی تھی کاٹی گئی۔ اور درست کی گئی جیساکہ ازالۃ الخفا میں ہی گاہو حق بر **خلاف مکتوب** ظاہر می شد دریں صورت مکتوب را حک می فرمود و بجائے ان آنچہ محقق می شد می نوشت صہ ۲۱۱

یہ جملہ تو صاف کہہ رہا ہو کہ جو قران بعہد خلیفہ اول لکھا گیا تھا عمر صاحب اسی کو پھر سے درست کرتے۔ حک کرتے اور لکھتے جس سے کم سے کم اتنے دنوں تک غلط رہنا قران کا ظاہر ہوا پھر سے ملاحظہ ہو ابی ابن کعب کا مناظرہ عمر سے الشمس نمبر ۹ جلد ۱ صہ ۵۱

(۷) حضرت فاروق جو دلیل اسکے غیر منسوخ ہونے کی بیان کرتے ہیں وہ کسطرح ان صحابہ پر جو اس آیت کو منسوخ کہتے تھے حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت فاروق نے فرمایا ہے کہ ہمنے اس ایکو پڑہا ہوا اور یاد کیا ہے اور رسول اللہ نے اسپر عمل کیا ہو اور ہمنے اسپر عمل کیا ہو کہ وہ صحابہ اسکے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ تاوقتیکہ یہ نہ ثابت ہو کہ آنحضرت تا آخر وقت تک اس آیت کی تعلیم بطور [illegible] بھی اس کا غیر منسوخ ہونا ثابت نہیں رہ سکتا

(۷) یہ کس غضب کی بات ہو کہ ادنی درجہ کی معمولی صحابہ تو ایک ایک آیت لاتے ہیں جو لکھ لی جاتی ہو اور داخل قران ہو جاتی ہو دیکھیے روضہ ندیہ میں ہو ان القران عند انفرد احادا ینقل ایات منہ و قبلھا الصحابہ وکتب عمدہ مطبوعہ بذا الک صہ ۶ یعنی قران کے نقل میں بہت سے صحابہ منفرد ہوئے تنہا لائے اور صحابہ نے اس کو قبول کیا جس سے کتب احادیث مملو ہیں مگر خلیفہ دوم کی لائی ہوئی آیت جس سے [illegible]

وہ کہتے ہیں کہ ہمنے اس آیت کو پڑھا ہے اور یاد کیا ہے اور رسول خدا نے اسپر عمل کیا ہے۔ نہیں لکھی جاتی وہ تو اس نہ لکھے۔ انہے پر بھی تا دم مرگ کہتے ہیں یہ قران میں حق ہے اور آپ کہتے ہیں اُن صحابہ پر حجت نہیں جو اس کو منسوخ کہتے ہیں حالانکہ ایک دلیل بھی اسکی ندی کہ کسی صحابی نے اس کو منسوخ کیا ہو جیساکہ مکرر مذکور ہو۔

اب وہی صورت ممکن ہوا تو یہ آیہ قرانی تہا تو اُن صحابہ نے عمداً ایک آیت کو نہ لی یا قران نہ تہا بلکہ خلیفہ دوم کا گڑھا ہوا فقرہ تہا اس وجہ سے نہ کسی نے جواب دیا نہ کسینے لکھا

افسوس کہ جس وقت عمر صاحب نے حسبنا کتاب اللہ کا نعرہ بلند کیا ہو اس وقت کسی صحابی کے زبان نہ کھلی کہ آپ ایسا فقرہ کہہ رہے ہیں کہ ایک وقت میں فرقہ اہل قران اس سے پیدا ہوگا اور یہ تو صریحی کلمہ کفر ہے کہ رسول اللہ کا حکم باطل کیا جاتا ہے

اور یہاں آپ کو بلاوجہ نے ضرورت یہ طرفداری سوجھ رہی ہے کہ صحابہ کیطرف سے ایسا جواب گڑھ رہے ہیں جو کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ عمر صاحب تو وہی ہیں جن کی رائے کے مطابق قران نازل ہوتا عمر صاحب تو وہی ہیں جنکی زبان پر بجز حق کوئی کلمہ جاری نہیں ہوتا پھر یہاں کیا ہو گیا جو ان کا کلام نہیں مانا جاتا۔ کیا جو فرضی صحابہ ایسا جواب دیتے ان کا منہ توڑ جواب خلیفہ صاحب یہ نہ دیتے کہ کون سی آیت تم نے قران میں ایسی لکھی ہے جسکی تلاوت حضرت کے آخر زمانہ تک ثابت ہو سکتی ہے؟ اور تمنے کس حافظ سے قران کو لیا ہے جسنے آخر وقت تک حضرت کو سنایا ہو؟ ایسا حافظ تو صرف ایک ابن مسعود تہا جس کی اسی قران کے بدولت پسلی توڑی گئی کیونکہ وہ اس قران کو ناجائز اور ناقص مانتے تھے۔

اور کیا عمر صاحب یہ نہیں کہہ سکتے جن آیتوں کی تلاوت آخر وقت تک ثابت ہے وہ تو آج تک تمھارے یہاں قابل قبول نہیں کیونکہ بسم اللہ کو تم جزو سورہ الحمد مانتے ہو نہ ہر سورہ کا جزو حالانکہ ہر سورہ پر قران کے لکھا ہوا ہے اور متواتر ثابت ہو کہ آں حضرت ہمیشہ اس کو نماز میں پڑھتے تھے پھر تم ہماری لائی ہوئی آیت رجم کیوں نہیں لیتے۔

کیوں صحابیو اگر آں حضرت کی تلاوت آخر وقت تک قران ہونیکے لئے ضروری ہے تو پھر تم ابن مسعود کی کیوں تکفیر نہیں کرتے جو سورہ الحمد کو قران نہیں جانتے حالانکہ آخر وقت

ہے۔ پس اگر قول صحابہ فرض بھی کیا جائے تو وہ نفی ہوئی اور خلیفہ دوم مثبت اور مثبت کا قول حسب قول اکے مقدم ہے

(۱۰) پس ان روایات سے اگر ثابت ہوگا تو صرف اسی قدر کہ حضرت فاروق اعظم اس آیہ کو غیر منسوخ جانتے تھے نہ یہ کہ یہ آیت در حقیقت غیر منسوخ تھی۔

(۱۰) محض غلط ہے کیونکہ خلیفہ دوم تو اس کو منزل من اللہ اور قرآن حق جانتے تھے یعنی محکم۔ اور ایکے صحابہ کا تو کوئی قول ہی نہیں جس پر کوئی بحث کی جائے حالانکہ یہ ایکے مسلمات سے ہے کہ نسخ قرآن بغیر حکم رسول ناممکن ہے۔ پس جب تک نقل صریح بمنسوخیت نہ لائینگے کوئی قول آپ کا مسموع نہیں اور نہ جب تک صحابہ کا قول بمنسوخیت آپ پیش کرینگے یہ وکالت فائدہ بخش ہے۔ کیونکہ ایک صحابی کا بھی قول اس مادہ میں اجتک آپنے پیش کیا جس سے ان کا خیال معلوم ہوتا اور نہ جب ایکے صحابہ بدعی نسخ ہیں کوئی حدیث اس مضمون کی ہے تو درحقیقت منسوخ ہونیکا مضمون محض فضول ہے کیونکہ یہ تو جب منسوخ ہوتا کہ کوئی مدعی نسخ ہوتا اس وقت دیکھا جاتا ہے کہ درحقیقت منسوخ ہے یا نہیں اور یہاں تو کوئی مدعی ہی نہیں۔

بحث تفصیلی منسوخ التلاوہ

**تنبیہ** علامہ سیوطی پھر سے پڑھئے اتقان میں ہے تنبیہ قال ابن حصار انما یرجع فی النسخ الی نقل صریح عن رسول اللہ او عن صحابی یقول ایہ کذا نسخت کذا وقد یحکم بہ عند وجود التعارض المقطوع مع علم التاریخ لیعرف المتقدم والمتاخر قال ولا یعتمد فی النسخ قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صحیح ولا معارضۃ بینۃ لان النسخ یتضمن رفع حکم واثبات حکم تقرر فی عہدہ والمعتمد فیہ النقل والتاریخ دون الرای والاجتہاد قال والناس فی ہذا بین طرفی نقیض فمن قائل لا یقبل فی النسخ اخبار الاحاد العدول ومن متساہل یکتفی فیہ بقول مفسر او مجتہد والصواب خلاف قولہما ص ۲۵ کہا ابن حصار نے کہ دعوائے نسخ کا مدار نقل صریح پر ہے جو رسول اللہ سے یا صحابی سے کہ وہ کہے اس آیت نے فلاں کو منسوخ کیا اور کبھی وہاں بھی نسخ کا حکم ہوتا جہاں قطعی تعارض ہو باوصف علم تاریخ تاکہ مقدم و موخر

پہچانا جائے اور نسخ میں اعتماد کیا جائیگا۔ قول عوام مفسرین پر نہ اجتہاد مجتہدین پر جب تک نقل صحیح نہو یا معارضہ بینہ نہو کیونکہ نسخ شامل ہو رفع حکم و اثبات حکم پر جو مقرر ہو عہد نبی میں۔ لہذا اسمیں صرف نقل اور تاریخ ہو نہ رائی و اجتہاد۔ مگر لوگوں کا حال عجیب ہے کوئی تو نسخ کے بارے میں اخبار احاد کو بھی نہیں قبول کرتا اور کوئی ہر مفسر کی مجتہد کی رای کو مانتا ہے

اڈیٹر صاحب اگرچہ عقل و فہم رکھتے ہونگے تو بپابندی ان قواعد کے منسوخیت اسکی ثابت کرینگے نص صریح رسول یا صحابی پیش کریں کہ آیہ منسوخ ہوا یا کسی آیہ سے اس کا معارضہ قطعی ثابت کریں تب ان کا دعوی کریں جو دونوں محال ہے کیونکہ کسی آیہ میں عموماً اور اس آیہ میں خصوصاً ناممکن ہے کہ وہ کوئی نص صریح بلکہ غیر صریح بھی پیش کر سکیں کیونکہ روایات مذکورہ میں کسی صحابی کا قول ہے نہ کوئی حدیث رسول ہے۔ اسیطرح کوئی معارض بھی نہیں پیش کر سکتے کیونکہ حکم اس کا تو ثابت ہے پھر معارض کہاں سے آسکتا ہے۔

عبارت ابن حصار کا یہ جملہ ولا یعتمد فی النسخ قول عوام المفسرین بل ولا اجتہاد المجتہدین من غیر نقل صریح ولا معارضہ بینة لان النسخ یتضمن رفع حکم واثبات حکم تقرر فی عہد النبی ؐ ایسا ہے کہ جتنے آیتوں میں منسوخ التلاوۃ ہونے کا دعوی کیا گیا ہے سب رد کر دیتا ہے کیونکہ ابن حصار کہتے ہیں دعوی نسخ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں ایک رفع حکم دوسرے اثبات حکم کیونکہ جب تک حکم ثابت نہوگا رفع کیونکر ہوگا۔ اب اگر اخبار احاد سے کسی آیہ کا منسوخ ہونا ثابت کیا جاے تو لازم آتا ہے کہ اخبار سے کسی آیہ کا قران ہونا ثابت ہو جو محال ہے کیونکہ اس میں تواتر شرط ہے پس جب قران ہونا اخبار احاد سے نہیں ثابت ہو سکتا تو اس کا رفع ہونا کیونکر ثابت ہوگا لہذا کسی آیہ کا منسوخ التلاوۃ ہونا باطل ہے

اگرچہ اس بحث کو میں جا بجا کچھ تفصیل سے لکھ چکا ہوں مگر چونکہ اس بحث پر اڈیٹر صاحب کو ناز ہے لہذا ضروری ہوا کہ میں کچھ اور تفصیل کر دوں مجھے علامہ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں جملہ

تنبیہ حکی القاضی ابو بکر فی الانتصار عن قوم انکار ھذا الضرب لان الاخبار فیہ اخبار احاد ولا یجوز القطع علی انزال

یعنی قاضی ابوبکر نے ایک قوم (علما) سے انکار اس قسم (منسوخ التلاوۃ) کا نقل کیا ہے کیونکہ خبریں جتنی اس بارے میں ہیں وہ سب اخبار احاد

قرآن ونسخه باخبار احاد لا حجة فيها وقال ابو بكر الرازی نسخ الرسم والتلاوة انما يكون بان ينسيهم الله اياه ويرفعه من اوهامهم ويأمرهم بالاعراض عن تلاوته وكتبه في المصحف فيندرس على الايام كسائر كتب الله القديمة التي ذكرها في كتابه في قوله ان هذا لفي الصحف الاولى صحف ابراهيم وموسى ولا يعرف اليوم منها شئ ثم لا يخلو ذالك من ان يكون في زمان النبي صلى الله عليه وسلم حتى اذا توفي لا يكون متلوا من القرآن او يموت وهو متلوا موجود بالرسم ثم ينسيه الله الناس ويرفعه من اذهانهم وغير جائز نسخ شئ من القرآن بعد وفاة النبي صلى الله عليه وسلم انتهى وقال في البرهان في قول عمر لولا ان تقول الناس زاد عمر في كتاب الله لكتبتها

ہیں جس سے نہ نزول قرآن پر اعتماد ہو سکتا ہے نہ اسکے ناسخ پر (کیونکہ جب ان حدیثوں سے منسوخ ہونا مانینگے تو لازم آیگا قرآن ہونا بھی انھیں حدیثوں سے مانیں حالانکہ اخبار احاد حجت نہیں ہیں) کہا ابو بکر رازی نے لکھنے اور تلاوت کا نسخ اسطرح ہوتا ہے کہ بھلا دے انکو اور اٹھالے انکے وہموں (یہ صورت بیان نہیں ہوئی) اور لکھنے سے مصحف میں (یہ صورت قابل قبول نہیں کیونکہ عمر صاحب اسکی کتابت پہ زور دیتے ہیں مگر لوگوں نے نہ مانا) پس مٹ جاتا ہے امتداد زمانہ سے مثل سایر کتب قدیمہ کی جنکا ذکر کیا ہے اللہ تعالی نے آیہ ان ھذا لفی الصحف الاولی صحف ابراھیم وموسے میں کہ اب اسمیں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی (حالانکہ یہ بھی عموماً غلط ہے کیونکہ اب بھی بہت سے صحف موجود ہیں) اب اسکی بھی ایک صورت تو یہ ہے کہ خود حضرت کے زمانہ میں وہ محو ہو جائے (اگرچہ تمام طور سے غلط ہے مگر آیہ رجم یقیناً اس سے خارج ہے) دوسری صورت یہ ہے کہ حضرت کے زمانہ میں اس کی تلاوت جاری ہو اور مصحف میں مکتوب ہو پھر اسکو بھلوا دے اللہ اور اٹھالے اس کو لوگوں کے ذہنوں سے (یہ بھی بیان نہیں ہوا کیونکہ صحابہ کے از بان میں وہ بخوبی محفوظ تھا) اور نہیں جائز ہے کسی شے کا قرآن سے منسوخ ہونا بعد وفات

یعنی آیۃ الرجم ظاہرہ انہ
کان یجوز کتابتہا وانما منعہ
قول الناس والجائز فی نفسہ
قد یقوم من خارج ما
یمنعہ فاذا کانت جائزۃ
لزم ان تکون ثابتۃ لان
ہذا شان المکتوب وقد یقال
لو کانت التلاوۃ باقیۃ لبادر عمر
ولم یعرج علی مقالۃ الناس
لان مقالۃ الناس لا یصلح مانعا
وبالجملۃ ہذہ الملازمۃ مشکلۃ
ولعلہ کان یعتقد انہ خبر واحد
والقرآن لا یثبت بہ وان ثبت
الحکم ومن ہنا انکر ابن ظفر فی
الینبوع عد ہذا مما نسخ تلاوۃ
قال لان خبر الواحد لا یثبت
القرآن قال وانما ہذا من
المنسأ لا النسخ وہما مما یلتبسان
والفرق بینہما ان المنسأ لفظہ
قد یعلم حکمہ انتہی وقولہ لعلہ
کان یعتقد انہ خبر واحد مردود فقد
انہ تلقاہا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی ایسا ہے کیونکہ اسکی منسوخیت کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔ اور کہا ہے جناب ابن
ہیں کہ عمر صاحب نے جو یہ کہا کہ اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے زیادہ کر دیا
کتاب خدا میں تو ہم اپنے ہاتھ سے لکھ دیتے ہم اس آیہ رجم کو۔ تو ظاہر کلام یہ کہہ
رہا ہے کہ لکھنا اس کا جائز تھا صرف لوگوں کے کلام کے خوف سے نہ لکھا
اور جو چیز جائز ہوتی ہے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی امر خارجی سے وہ
ممنوع ہو جاتا ہے۔ پس جب لکھنا اس کا جائز ہوا تو لازم ہوا کہ
وہ ثابت ہو کیونکہ یہی شان ہے مکتوب کی (تو لازم آیا کہ وہ
قرآن مان لیا جائے) اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ اگر اسکی تلاوت باقی
ہوتی تو عمر ضرور اس کے لکھنے میں مبادرت کرتے اور لوگوں کے کہنے
سننے کا مطلق خیال نہ کرتے کیونکہ لوگوں کا قیل و قال کرنا مانع
نہیں ہو سکتا خلاصہ یہ کہ ملازمہ مشکل ہے شاید عمر اس آیہ کو خبر واحد
جانتے تھے اور خبر واحد سے قرآن ہونا نہیں ثابت ہو سکتا اگرچہ
حکم اس سے ثابت ہو اسی وجہ سے ابن ظفر نے انکار کیا
ہے اس آیہ کے منسوخ التلاوت ہونے سے کیونکہ خبر واحد سے
قرآن نہیں ثابت ہوتا کہا کہ یہ آیہ منسوخ التلاوۃ
نہیں ہے بلکہ از قبیل منسا ہے (بھلا دی گئی ایت)
نہ از قبیل منسوخ۔ اور وہ دونوں بہت مشابہ ہیں جن میں اکثر
اشتباہ ہوتا ہے اور فرق اس میں یہ ہے کہ منسا وہ ہے کہ الفاظ
اس کے بھول جائیں اور حکم یاد رہے علامہ سیوطی لکھتے
ہیں کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ عمر اس کو شاید اخبار احاد سے جانتے
تھے مردود ہے کیونکہ عمر نے خود اس کو رسول اللہ سے حاصل کیا
تھا غور کیجئے نتیجہ کیا نکلا کہ اتنے علما بالاتفاق اصل منسوخ التلاوۃ
ہونے ہی سے کسی آیہ کے انکار کرتے ہیں اور اس آیہ کے منسوخ التلاوۃ ہونے سے بالخصوص

# البدر التمام

**بقیہ کلام مخاطب**

غیر معقول استدلال کو کون مان سکتا ہے دوسرے اگر یہ کا پتہ لگانا چاہو کہ وہ آیت
کون سی تھی اور پھر ملی یا نہیں اگر آپ کسی صحیح حدیث سے اس کا پتہ لگاتے کہ وہ آیت کسکے
پاس نہیں ملی تو البتہ اس نتیجہ کو اپنے بیان پر لا سکتے تھے کیونکہ جس شخص نے حضرت عمر سے کہا تھا کہ یہ آیت
فلاں شخص کے پاس تھی وہ شہید ہوگیا اس نے اپنے علم کے موافق کہا تھا اس کو یہ نہ معلوم تھا کہ اور لوگوں کے
پاس بھی یہ آیت ہوگی یا اس کے پاس کیا دلیل ہے کہ اس کہنے والے کا علم ... کے تہا اور اسکا علم تمام صحابہ کے حالات
حاوی ہو گیا تھا اور وہ فردا فردا تمام صحابہ کو جانتا تھا کہ اوسکے پاس یہ آیت نہیں ہے دوسرے
آپکو کیونکر معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے اوس آیت کے حفظ کی نسبت پوچھا تھا کہ آیت کسکو یاد ہے ممکن ہے
کہ اوسکے کتابت کی بابت پوچھا ہو کہ یہ آیت لکھی ہوئی کسکے پاس ہے یہ دونوں جوابات بسبیل تنزل
میں پہلا جواب یہی ہے کہ یہ روایت ہی صحیح نہیں جسکی عدم صحت آپ خود بھی نقل کر چکے مگر ترجمہ میں آپنے اسکو
چھپایا ہے اقول لعل فقہا نے اپنے حصہ کا ہے امام ابو حنیفہ کو بھی یہ حدیث نہ ملی ہوگی۔ مگر اس عبارت سے
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسطرح آپ آنکھ کا کاجل چرا رہے ہیں دن دوپہر ڈاکہ ڈال رہے ہیں ایسی صریح
روایتوں پر بھی آپ نہیں شرماتے اور وہ ہی کہے جاتے ہیں کہ کذب صریح ہے پھر پھر تلاوت آیہ معلوم کیا جاوے

**منقطع السند روایت مقبول نہیں**

یہ بھی ہرگز مقبول نہیں کیونکہ اگر ایک آیت کے بارے میں سند منقطع ہے تو دوسری
روایت جسمیں پورے قرآن کے نہ ملنے کا حال ہے اور کنز العمال سے بکرات ذکر
ہو چکی ہے وہ تو نہیں منقطع السند ... اوسی پر ایمان لائیے اور جس روایت کی بنیاد پر نتیجہ ششم میں آپنے بیان کیا
کہ فلاں دروازہ مسجد پر ٹھہرائے گئے تھے اوس کو بھی تو منقطع کہا ہے پھر اوسی سے کیوں استدلال کیا
تعجب ہے کہ آج تک آپکو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ مقطوع السند اور منقطع السند میں کیا فرق ہے
اور اسکا کیا حکم ہے۔ چونکہ یہ بحث طولانی ہے اور آپکی فہم سے خالی ہے کیونکہ آپ حنفی ہیں جو اصطلاح
محدثین کو نہیں سمجھ سکتے لہذا اسقدر ابن الصلاح کی یہ عبارت کافی ہے ان المنقطع مثل المرسل و
کلاهما شاملان لكل ما لم يتصل اسناده یعنی منقطع مثل مرسل کے ہے جو شامل ہے ہر اوس روایت
کو کہ اسناد اسکی متصل نہ ہو اور آپ کے اوستاد مولوی عبد الحی صاحب ظفر الامانی میں فرماتے ہیں ان
المرسل ما انقطع اسناده بان يكون في رواته من لم يسمعه ممن فوقه ص۳۱ پھر فرماتے ہیں
المنقطع ما لم يتصل اسناده باى وجه كان سواء كان المتروك واحدا او اكثر او اثنين

فصار مداً سواء كان السقوط من موضع واحد او اكثر فيشمل المعضل ايضا والمرسل الا ان ذكره مثله (ص ۱۹) یعنی منقطع وہ ہے جسکی سند متصل نہ ہو کسیطرح ہو خواہ ایک راوی متروک ہو یا زیادہ اور سقوط ایک جگہ ہو یا کئی جگہ تو وہ شامل ہے معضل کو بھی اور (ص ۳) کو بھی

پس جب حدیث مرسل اور منقطع ایک ہے کیونکہ فرق اسیقدر کا ہے کہ صحابی کی روایت بلا سند مرسل ہے اور تابعی کی روایت بلا سند منقطع تو جو حکم مرسل کا ہے وہی منقطع کا بھی جیسا کہ ابن الصلاح کا قول مذکور ہوا المنقطع مثل المرسل تو کیا کوئی سنی دعوی کرسکتا ہے کہ مرسل و منقطع مقبول نہیں ہے

اصول بزدوی میں ہے الانقطاع نوعان ظاهر وباطن اما الظاهر فالمرسل من الاخبار وذلك اربعة انواع ما ارسله الصحابي والثاني ما ارسله القرن الثاني والثالث ما ارسله العدل في كل عصر والرابع ما ارسل من وجه واتصل من وجه آخر اما القسم الاول فمقبول بالاجماع واما ارسال القرن الثاني والثالث فحجة عندنا اسکی شرح میں لکھتے ہیں وهو مذهب مالك واحمد في احدى الروايتين عن احمد بن حنبل واكثر المتكلمين (ص ۳ جلد ۳) یعنی انقطاع کی دو قسمیں ہیں ظاہر و باطن۔ ظاہری تو وہ ہے جو مرسل ہو اخبار سے اور اوسکی چار قسمیں ہیں ایک یہ کہ صحابی بلا سند بیان کرے دوسرے وہ کہ قرن ثانی یعنی تابعی بیان کرے تیسرے وہ کہ کوئی عادل ہو اور بلا سند بیان کرے کسی زمانہ میں اور چوتھے وہ کہ ایک وجہ سے مرسل ہو اور دوسری وجہ سے منقطع پہلی قسم تو بالاجماع مقبول ہے اور دوسری تیسری قسم بھی ہمارے نزدیک مقبول ہے اور یہی مذہب ہے مالک و احمد کا ایک روایت میں اور اکثر متکلمین کا۔

پس جب مرسل اور منقطع ایک ہی چیز ہے اور وہ آپ کے یہاں عموماً مقبول ہے تو یہ حدیث کیوں نہ مقبول ہوگی۔ پھر جب اسکی بھی تصریح ہے لا فرق بين صحابي يرسل وتابعي يرسل اذ عدالتهم ثبتت بشهادة الرسول ايضا خصوصا اذا كان الارسال من وجوه التابعين مثل عطاء ابن ابي رباح من اهل مكة وسعيد بن المسيب من اهل المدينة وبعض الفقهاء السبعة مثل الشعبي والنخعي من اهل الكوفة وابي العالية والحسن من اهل البصرة ومكحول من اهل الشام فانهم كانوا يرسلون ولا يظن بهم الا الصدق وقال الحسن كنت اذا اجتمع لي اربعة من الصحابة ارسلته ارسالا (کشف الاسرار بزدوی مطبوعہ مصر ص ۳) کہ نہیں فرق ہے درمیان صحابی کے جو ارسال کرے

یا تابعی ارسال کرے کیونکہ سب کی عدالت ثابت ہے بشہادت رسول اللہ صلعم خصوصًا جسوقت ارسال کریں وہ شخص جو ذِس تابعین سے ہے مثل عطا ابن رباح و سعید بن مسیب شعبی نخعی - ابی العالیہ حسن بصری مگر اس کہ یہ لوگ ارسال کرتے تھے اور نہیں گمان ہوسکتا تھا اون کے ساتھ مگر صدق کا۔ کہا حسن بصری نے ہم اسوقت ارسال کرتے ہیں جب چار صحابی بیان کرتے ہیں -

پس جبکہ عمومًا ارسال و انقطاع مضر نہیں تو رس لتابعین مثل حسن بصری کا ارسال کیونکر نامعقول ہوگا۔ اوڈیٹر صاحب نے بتبعیت ابن حجر جمع قرآن جناب امیر المومنین کی نسبت بھی یہی عذر کیا تھا کہ اس روایت میں انقطاع ہے جس سے ہمنے تعرض نہیں کیا کہ یہان آکر انکی علامیت ظاہر ہوئی کہ یہ سب دلیل انکے کمال علم کی ہے۔ ابن حجر نے جو وہان یا یہان کہا کہ اس میں انقطاع ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ تابعی نے اس حدیث کو متصل نہیں کیا - یہ اونکا بیان بہ حیثیت محدث کے تھا کہ یہ حدیث متصل نہین ہے اس میں واسطہ درمیان صحابی اور تابعی کے مذکور نہیں ہے. جس سے آپنے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ حدیث صحیح نہین ہے بمعنی اصطلاحی تو یہ کلام نبیتر صحیح ہے مگر اس سے اصل حدیث نہ ضعیف ہوئی نہ موضوع بلکہ وہ حدیث مرسل ہے جو عام طور سے اہل سنت کے یہان مقبول ہے - پھر آپکا یہ قول کہ اگر ترجمہ کر دیتے تو ہر شخص سمجھ لیتا کہ جب اس روایت کی سند ہی منقطع ہے اور یہ روایت صحیح نہین مانی گئی تو اس سے استدلال کرنیوالے کون ہوتے ہیں، ہمکمال لیاقت کی نہیں دلیل ہے تو کس بات کی کیونکہ آپ یہ سمجھے ہین کہ حدیث منقطع صحیح نہین ہوتی بلکہ ضعیف یا موضوع ہوتی ہے حالانکہ منقطع الاسناد اصطلاحی نام ہے اوس حدیث کا جسے تابعی ارسال کرے اور وہ آپ کے یہان مقبول ہے اور ایسی مقبول ہے کہ صحیح مسلم مین دس حدیثیں ایسی ہیں جیسا کہ تدریب الراوی سیوطی مین ہے فائدہ ذکر الرشید العطار ان فی صحیح مسلم عشر حدیثا فی اسنادها انقطاع صلہ یعنی رشید عطار نے لکھا ہے کہ صحیح مسلم مین دس حدیثین ایسی ہیں کہ اونکی اسناد مین انقطاع ہے اور اسپر بھی عام طور سے صحیح مسلم صحیح کہی جاتی ہے بلکہ بعضا صحیح بخاری سے تو اب آپ ہی انصاف سے کہئے آپکا یہ قول مع اور آپ کے ایسے خود معقول استدلال کو کون مان سکتا ہے کہ مدعا نامعقول ہو -

اوڈیٹر صاحب کو مناسب ہے کہ اس سے قبل جن روایتوں کی نسبت یہ عذر کیا تھا کہ اسناد اوسکی منقطع ہے سب کو واپس لیں اور اپنی علامیت کا اقرار کرین

یہ جملہ نرالا ہی ہو دوسرے آپکو اسکا پتہ لگانا چاہیے تہا کہ وہ کون آیت تھی کہ پھر ملی یا نہیں اگر
آپ کسی صحیح روایت سے اسکا پتہ لگا لیتے کہ وہ آیت پھر کسیکے پاس نہیں ملی تو البتہ آپ اس نتیجہ قبیحہ کو
زبان پر لا سکتے تھے "جسکے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے کیونکہ پوچھیں آپ کے عمر صاحب اور جواب
دیں آپ کے ایک صحابی اور قتل کرائیں اوس آیت کے یاد رکھنے والے کو آپ ابوبکر صاحب اور آپ مجھ سے
فہمائش کریں کہ میں پتہ لگاؤں وہ کون سی آیت تھی؟ کیا اچھا انصاف ہی؟۔
بالیہمہ میں نے مسکا پتہ بتا دیا کہ آپ ایک آیت کے گم ہونے پر نالاں ہیں اور آپکی روایتیں
پورے قرآن کے غائب ہونے کی خبر دے رہی ہیں کہ جنکو وہ پورا قرآن یاد تہا وہ سب مر گئے
اون کے بعد نہ وہ قرآن معلوم ہوا نہ لکھا گیا۔
اب کہیں آپ یہ نہ پوچھ بیٹھیے وہ کون کون تھے اونکا کیا نام تہا کس قبیلہ کے تھے کس جنگ میں
مارے گئے کسکے ہاتھ سے مارے گئے کس وقت مارے گئے کہ میں یقیناً اس کے جواب سے عاجز ہونگا
اور اگر کہیں قیامت کا یہ سوال کر بیٹھیے کہ وہ کیا سمجھا جو اونکو یاد تہا اور نہ لکھا گیا تو میں اور بھی عاجز ہوں گا
یہ جملہ اور بھی مزہ دار ہی ہو۔ اوس نے اپنے علم کے موافق کہا تہا اوسکو یہ نہ معلوم تہا کہ اور
لوگوں کے پاس بھی آیت ہو، کیونکہ اب بھول بھولیاں کا زمانہ نہیں رہا عمر صاحب ایک صحابی
سے جن کے قول و فعل پر آپکا دین و ایمان ہو پوچھ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس تھی وہ
شہید ہو گیا اسپر عمر صاحب انا للہ کہتے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں اوسنے اپنے علم کے مطابق کہا تھا
خدا آپکو سمجھ دے جن کے سوال و جواب پر جمع قرآن کی بنیاد پڑی اون کا قول تو لغو ہے اور آپ
کی منطق درست ہو۔ وہ بھی اسطرح جو بدحواسی کی علامت ہے۔
مجھے کیا معلوم وہ جاہل تھا یا عالم۔ گنوار تھا یا کیا میں تو آپکی روایت پیش کر رہا ہوں کہ
عمر صاحب نے یہ پوچھا اور اسکا یہ جواب ملا۔ اس کو تو آپ ہی جانتے ہوں گے کہ عمر صاحب نے وہ حقیقت
کسی آیت کا سوال کیا تہا یا اپنے خاندان کا کوئی مقولہ پوچھا تھا۔ حدیث میں اوسی قدر ہے جو آپکے
پیش نظر ہے اور پھر اوس سے بڑھ کر یہ کہ جتنے حفاظ قرآن تھے جنہوں نے اچھی طرح یاد کیا تہا
سب مارے گئے اونکے بعد وہ قرآن ملا نہ لکھا گیا۔ اب آپ محدثین سے دریافت کیجیے یہ کیسی حدیث
قیامت کی گھڑی جس سے اڈیٹر صاحب کی ناک میں دم ہو۔

تیسرا جواب ہم شکل خلیفہ ثالث ہو وہ تیسرے آپکو کیونکر معلوم ہوا ؟ کیونکہ ہم نے تو صاف
صاف لکھدیا جس قدر آپ کے علمانے لکھا تھا ۔ منقول لکھدیا اور اوس سے جو نتیجہ نکلتا ہو وہ بھی
پیش کردیا اب آپ جانیں اور آپکے علما جانیں مجھے اوس سے مطلب نہیں۔ ہاں آپکا یہ کہنا کہ عمر نے
کہ اسکے کتابت کی بابت پوچھا ہو کہ یہ آیت لکھی ہوئی کسکے پاس ہے " اوسوقت تک جمع مصحف [illegible]
تائید کرے جو ناممکن ہے کیونکہ اصل حدیث یہ ہے ان عمر سال عن اٰیۃ من کتاب اللہ فقیل کانت
مع فلان قتل یوم الیمامہ فقال انا للہ وامر بجمع القرآن فکان اول من جمع المصحف۔ بیان
کتابت کا کون سا موقع ہے کیونکہ کتابت کی ضرورت تو اوس وقت تھی جب قرآن جمع کرایا جاتا پھر یہاں
اوسکا مطالبہ کس غرض سے کیا گیا کیونکہ اسی پوچھنے اور نہ ملنے نے تو اسکی بنیاد ڈالی کہ قرآن جمع
کیا جائے۔ پھر یہ جملہ کہ کانت مع فلان بھی صاف قرینہ ہے اسکا کہ یہ مراد ہے کیونکہ ظاہر ہے
صحابہ جہاد لڑنے کو گئے تھے کتابت وغیرہ نہیں لیکئے تھے۔

آپکی نقل اور منزل دونوں کا مال آپ کے سامنے پیش کردیا گیا اور روایت کی صحت بھی
دکھادی گئی۔ قبول و عدم قبول کا آپکو اختیار ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

نتیجہ ہشتم ہم نے یہ لکھا تھا " اس قدر صحابہ میں باہم بڑا اختلاف تہا کہ خونریزی کی نوبت آجاتی"
اس پر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں " نتیجہ ہشتم بھی آپکا اختراعی مضمون ہے نفس قرآن کی بابت ہرگز صحابہ
میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اس مضمون کی کوئی روایت آپنے نقل کی ہے اصل قرآن حضرت صدیق کے
عہد مبارک میں جمع ہوچکا تھا اوس سے کسی صحابی نے اختلاف نہیں کیا ہاں جب حضرت عثمان نے
رفع اختلاف کی غرض سے صرف ایک قرأت کی ترویج چاہی اوس وقت البتہ بعض صحابہ نے اختلاف
کیا مگر اوس اختلاف کا خونریزی کی حد تک پہنچ جانا محض آپکا خود تراشیدہ مضمون ہے پھر یہ مخالفت قرأت
کی ترویج میں تھی نہ کہ اصل قرآن میں۔ اس اختلاف نے قرآن پر کیا اثر پڑ سکتا ہے پھر اگر ہزاروں بلکہ لاکھوں
صحابہ میں گنتی کے دو تین آدمی کچھ مخالف ہوئے تو اس سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ صحابہ میں باہم بڑا اختلاف تھا
آپ ہی جیسے بددیانت شخص کا کام ہے اور مخالف کوئی کیونکر ہوسکتا ہے حضرت عثمان نے خود اپنی راے سے
کچھ بھی نہیں کیا بلکہ تمام صحابہ کے مشورہ سے کیا تھا چنانچہ آپکی منقولہ روایات میں یہ مضمون موجود ہے
حضرت عثمان کے زمانہ میں لڑکوں اور معلموں کا اختلاف اور اقتتال جو آپکی منقولہ روایت میں ہے
سے اختراعی [illegible] اگر اصل اخبار میں یوں ہی تہا۔

خونریزی کا کیوں نہیں اقرار کرتے۔

اسکا مطلب میں نہ سمجھا "یہ مخالفت قرات کی تصحیح میں تھی نہ کہ اصل قرآن میں" اور راہ کرم توضیح اسکی فرمائے کیونکہ اصل قرآن تو آپکے یہان کلام نفسی ہے جیسا کہ خود آپ نے لکھا ہے "قرآن کی حقیقت سوائے کلام نفسی الٰہی کے اور کیا ہے۔ دیکھو موزخہ۔ رجب۔

پس اگر وہی معنی مراد ہے تو مین اسکو بتا چکا ہون کہ یہ ایسا معنی ہے جسکا نہ وجود ممکن ہے نہ نزول پھر اس میں اختلاف کیا وہ تو علم باری ہے۔

اور اگر دوسرے کوئی معنی مراد ہین تو بتلائے کیونکہ بسم اللہ کے جزو قرآن ہونے کا اختلاف جو آج تک آپکے یہان چلا جاتا ہے۔ کیا اختلاف قرات مین داخل ہے۔ الحمد اور معوذتین کے قرآن ہونے کا اختلاف کیا اختلاف قرات کہا جائے گا خدا آپکو سمجھ دے اور صراط مستقیم کی ہدایت کرے دیکھئے اختلاف قرات اسکا نام ہے کہ عمر صاحب سراط پڑھتے تھے اور قرآن میں صراط ہے یہ تو اس سے بھی زیادہ لغو ہے "پھر اگر ہزارون بلکہ لاکھون صحابہ میں گنتی کے دو تین آدمی کچھ مخالف ہوئے الخ" کیونکہ جہان دو تین آدمیون کے مخالف قرآن ہونے کو مانا وہان یہ بھی مان لیجئے کہ دو تین آدمی ضرور منافق سمجھے تو سارا قصہ ہی طے ہو جائے ہمکو آپ کے انصاف پسندی سے امید ہے کہ بہت جلد صاف طور پر اس کا اعلان دیدینگے ہمیشہ کیلئے اختلاف فریقین مٹ جائے معلوم ہوتا ہے۔ تو آپ لوگون نے اختلافات کی شاخ اتنی لگائی کہ ایک بسم اللہ کے متعلق تو مذہب ہو گیا مگر اس مسئلہ تحریف مین اوسکی یہ کمی جاتی ہے کہ ہزارون اختلاف کی جگہ پر دو گنتی کے دو تین آدمی "مخالف بتلائے جاتے ہین جو بجائے خود آپ حضرات کے دیانت کی کافی دلیل ہے۔

جب حضرات نے شہادت امام حسین ع سے انکار کر دیا اور جنگ جمل و صفین کو افسانہ بنا دیا تو آپکے اس جملہ کا دوسرا نتیجہ نکالنا کہ صحابہ مین باخود با اختلاف تھا آپ ہی جیسے بلد ثابت شخص کا کام ہے، لیکن جواب وہی سکتا ہے کیونکہ آپ کا اصول تو یہ ہے کہ بدیہیات کا انکار کیا جائے متواترات غلط قرار پائین اور جو اس کے خلاف کہے وہ بے دیانت ہے۔

اڈیٹر صاحب! الشمس نے آفتاب تابان کیطرح حقیقت کھولدی ایک اجمالی فہرست اسکی دیچکا ہون کہ بقول شارح مقاصد بارہ ہزار اختلاف ہے اور محی الدین عربی نے صاف صاف کہدیا اگر عوام کے اشتباہ کا خیال نہ ہوتا تو ہم بتا دیتے کہاں کہاں سے آیات قرآنی ساقط

ہوئے۔ پھر اونھون نے اسکا بھی حکم دیا کہ جلا، شریعت سے پوچھ پوچھ کر اون الفاظ کو پڑھنا جاہئے تھا اوس سے ترقی درجہ جنت حاصل ہوگا اور آپ یہی کہے جاتے ہیں وہ اوس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ صحابہ مین باخود اختلاف تہا آپ ہی جیسے بادیانت شخص کا کام تہا۔

اڈیٹر صاحب اکتب معاحن میں اس کو بغور دیکھئے کہ اس قران کے بدولت کسکی خون ریزی کس کس کا خون بہا کسکی ہڈی ٹوٹی کس کس کا قران جلایا گیا اور کب تک یہ فتنہ قایم رہا تو آپ کو اپنے مقولہ پر ضرور ندامت ہوگی۔

افسوس کہ ابھی تک آپ یہی کہے جاتے ہیں وہ اور مخالف کوئی کیونکر ہوسکتا تہا حضرت عثمان نے خود اپنی رائے سے کچھ بھی نہیں کیا تمام صحابہ کے مشورے سے کیا تہا، حالانکہ ایک غضب معظم کردہ ایسے مخالف ہوئے کہ آخر عثمان کو قتل ہی کر ڈالا۔ اگرچہ اوسکی مدت بعد ہی کیون نہ ہو مگر مواد بہی تہا اور خود رائی سے کام کرتے تھے۔ کیا آپ کوئی حدیث ایسی دکہلا سکتے ہیں کہ کسی صحابی نے عثمان کو یہ رائے دی ہو کہ ابن مسعود کو اتنی مار مارو کہ پسلی اونکی ٹوٹ جائے۔

اڈیٹر صاحب کی بے بسی قابل رحم ہے لکھتے ہیں وہ یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ لڑکے اور علم سب صحابہ تھے، کیونکہ اسکو بھی مانتے ہیں کہ جمع قرآن ۳۰ھ مین ہوا اور پھر پوچھتے ہیں یہ کیونکر معلوم ہوا۔ کیا پندرہ ہی برس مین دنیا صحابہ سے خالی ہوگئی تھی؟ کیا وہ معلم پندرہ برس کے تھے کہ سب کی ولادت بعد رسول اللہ صلعم ہوئی اور کوئی اون میں صحابی نہ تہا۔ اگر کوئی روایت ایسی ہو تو پیش کیجئے حالانکہ اوس سے بھی کوئی فائدہ نہین کیونکہ اگر فرض کر لین وہ صحابی نہ تھے تو تابعی تھے پھر نتیجہ تو وہی ہوا کیونکہ تابعی صحابی ایک ہی درجہ میں ہیں۔

اڈیٹر صاحب نے یہان اون اختلافات کو نہیں لکھا ہے جو سورہ بینہ کے متعلق خود حضرت عمر اور دیگر صحابہ سے ایسے لڑائی ہوئی کہ گریبان پکڑنے کی نوبت آئی اور ایک دوسرے کو کھینچ کر آنحضرت کے سامنے لایا کہ یہ ایک طولانی واقعہ ہے جسکو کسی آیندہ موقع پر لکھونگا کہ ایک چھوٹے سے سورہ مین ہزارہا ... سو اختلاف ہے۔

کیا اب بھی اڈیٹر صاحب یہ جملہ کہینگے وہ اپنے ذہن سے کسی مضمون کا تراش لینا اور اسکو کسی کی طرف منسوب کرنا کوئی دشوار کام نہین مگر یہ روش اہل علم و دیانت کی نہین ہے کیونکہ نقل

# حدّ السارق

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو الشمس نمبر ۹ جلد ۱۲

**بقیہ ترجمہ استقصاء الافحام** اب ہم رجوع کرتے ہیں ترجمہ بقیہ عبارت کتاب مستطاب استقصاء الافحام کی طرف علامہ اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ قویاً عزیزاً بھی اسی قبیل سے ہے۔ معارج النبوۃ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا در باب جناب امیر المومنین لمبارزۃ علی یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیمہ یعنی حضرت علیؑ کی جنگ بروز خندق بہتر ہے اعمال سے میری امت کے تا بروز قیامت امیر المومنین ابوبکر و عمر بھی اس مجمع میں حاضر تھے کہ حضرت علیؑ آئے ان دونوں نے اٹھ کر تعظیم کی اور پیشانی پر آپ کے بوسہ دیا۔ اور عبداللہ ابن مسعود نے پڑھا وکفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ قویاً اور علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ حافظ مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ اس آیہ کو اسطرح پڑھتے تھے وکفی اللہ المومنین القتال بعلی ابن ابیطالب وکان اللہ قویاً عزیزاً اور اگر از راہ تعصب و عناد نقل علامہ دہلوی میں یا روایت معارج النبوۃ میں عذر کریں قبول نہ فرمائیں تو بحمد اللہ اس روایت کو تفسیر در منثور سے ثابت کر دوں گا۔ چنانچہ اصل عبارت اس کی یہ ہے اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر عن ابن مسعود انہ کان یقرء ھذا الحرف وکفی المومنین القتال بعلی ابن ابیطالبؑ جس سے بدیہی طور پر ثبوت اس روایت کا ظاہر ہے کیونکہ تفسیر در منثور مشہور تفسیروں سے ہے جسکی نسبت خود شاہ صاحب رسالہ اصول حدیث میں فرماتے ہیں جامع تفاسیر مشہور است اور خود اسی تحفہ میں کہا کہ حدیثیں اسکی سب حسن لغیرہ ہیں۔ اور معارج النبوۃ بھی ایسی کتاب ہے کہ شیخ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ میں جا بجا اس سے نقل کرتے ہیں۔

ان سب کے علاوہ خود مرزا محمد بدخشانی اپنی کتاب مفتاح النجا میں اس روایت کو ابن مسعود سے نقل کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ عن ابن مسعود انہ کان یقرء ھذا الحرف وکفی اللہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب وکان اللہ قویاً عزیزاً یہ روایت جمہ [illegible] ثقات اہل سنت یعنی ابن ابی حاتم [illegible]

ابن عساکر نے روایت کیا ہی مثل سابق (یعنی آیہ یا ایہا الرسول) صریح ہی اسمیں کہ آیہ منقبت جناب امیر میں تبدیل و تحریف ہوئی کہ حضرت کا نام مبارک اس آیہ مبارکہ میں بصراحت تمام مذکور تھا اور ابن مسعود اسیطرح پڑھتے تھے۔ لیکن جامعین قرآن نے اس لفظ کو جو فضیلت صریح اور منقبت جلیل ہی جناب امیر کے لئے درمیان سے نکال ڈالا اور کیا جو کیا یہانتک کہ ابن مسعود سے بے ادبی پیش آئی اور ان کو مارا اور وظیفہ اُن کا بند کیا اور ان کا قرآن جلا دیا حالانکہ وہ سب محکوم تھے اسکے ساتھ کہ ابن مسعود سے قرآن کو سیکھتے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہی اور استیعاب میں مسروق سے کہ ابن مسعود کا ذکر کیا ابن عمر کے سامنے تو ابن عمر نے کہا یہ وہ شخص ہی جسکو میں دوست رکھتا ہوں جب سے سنا رسول اللہ سے کہ سیکھو قرآن کو چار آدمیوں سے ابن مسعود سالم مولی ابو حذیفہ ابی بن کعب معاذ بن جبل۔

(۳) آل محمد کا لفظ آیہ ان اللہ اصطفی آدم و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین کا ملا ہوا حالانکہ یہ لفظ اسمیں داخل تھا مگر جامعین قرآن نے اسکو خارج کردیا جیسا کہ تفسیر ثعلبی میں ہے اخبرنی ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ القاینی نا ابو الحسین محمد بن عثمان بن الحسین النصیبی نا ابو بکر محمد بن الحسین بن صالح السبیعی نا احمد بن محمد بن سعید نا احمد بن میثم بن ابی نعیم نا ابو جنادہ السلولی عن الاعمش عن ابی وائل قال قرءت فی مصحف عبد اللہ بن مسعود ان اللہ اصطفی آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران و آل محمد علی العالمین اس روایت سے ظاہر ہی کہ مصحف ابن مسعود میں لفظ آل محمد بھی آل عمران کے بعد مذکور تھا۔ تو ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عثمان نے جو اس قدر اہتمام کیا احراق مصحف ابن مسعود میں اسکی یہی وجہ تھی کہ چاہا جس طرح ہو سکے فضائل و مناقب جناب امیر و اہل بیت طاہرین کو محو کریں کہ جن آیات میں بصراحت تمام فضائل اہل بیت مذکور ہیں اس کو مٹا دیں و لکن ابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواہہم و اللہ متم نورہ

**۲۷ آیات غلطی قرآن** ان سب سے لطیفہ سننے کہ اہل سنت نے اسی پر بس نہ کیا کہ اس قسم کی روایتیں لکھیں جن سے نقصان سوروں کا آیتوں کا۔ الفاظ کا قرآن سے ظاہر ہی بلکہ جو تبدیل

وقتبھ ہونیکی دلیل ہو۔ بلکہ بہت سی روایتیں اسکی بھی لکھیں جن سے معلوم ہو کہ یہ قرآن غلط ہے
اسمیں غلطی رہ گئی۔ ان سب روایتوں کے بعد بمقابلہ اہل حق۔ انصاف سے چشم پوشی کرنا اور
اُن روایتوں پر اعتراض کرنا جو بطریق اہل بیت وارد ہیں طرفہ ماجرا ہو علامہ دہلوی لکھتے
ہیں کہ ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور ابن قتیبہ نے کتاب المشکل میں روایت کیا ہے ان عثمان
قال فی قولہ تعالی ان ھذان لساحران۔ ان فی القران لحنا۔ فقال رجل صحح ذالک
الغلط فقال دعوہ فانہ لا یحلل حراما ولا یحرم حلالا یعنی آیہ ان ھذان لساحران
میں عثمان نے کہا کہ قرآن میں غلطی ہو۔ کسی نے کہا اس غلطی کو صحیح کردو تو کہا چھوڑ دو کہ نہ
اس سے کوئی حرام حلال ہوتا ہو۔ نہ کوئی حلال حرام اور بعض روایات میں یہ ہو قال عثمان
ان فی المصحف لحنا و سیقیمہ العرب بالسنتھم فقال لہ الا تغیرہ فقال دعوہ
فلا یحلل حراما ولا یحرم حلالا یعنی کہا عثمان نے کہ مصحف میں غلطی ہو جسکو عرب اپنی
زبان سے درست کرلیں گے۔ کسی نے کہا درست کردو تو کہا اس سے نہ حلال حرام ہوتا ہو
نہ حرام حلال لہذا چھوڑ دو۔ اور تفسیر معالم التنزیل میں ہو بذیل تفسیر آیہ لکن الراسخون
فی العلم منھم والمؤمنون یؤمنون بما انزل الیک وما انزل
من قبلک والمقیمین الصلوٰۃ واختلفوا فی وجہ انتصابہ فحکی عن عائشہ
وابان بن عثمان انہ غلط من الکتاب ینبغی ان یصلح ویکتب المقیمون
الصلوٰۃ وکذالک قولہ فی سورۃ المائدۃ ان الذین امنوا والصابئون وقولہ
ان ھذان لساحران قالوا ان ذالک خطاء من الکتاب وقال عثمان رضہ
ان فی المصحف لحنا وستقیمہ العرب بالسنتھا فقیل لہ الا تغیرہ فقال دعوہ
فانہ لا یحل حراما ولا یحرم حلالا انتھی مافی التنزیل
خلاصہ یہ ہے کہ آیہ ان ھذان لساحران میں یہ غلطی ہو کہ کلمہ لساحران خبر
بزلہ ہے ان کا تو نحوی قاعدہ سے ھذین لساحران ہونا چاہیئے اسکی نسبت عثمان نے کہا
اس غلطی کو رہنے دو کہ نہ اس سے کوئی حلال حرام ہوتا ہے نہ حرام حلال عرب اپنی زبان سے
درست کرلینگے دوسرے آیہ الراسخون فی العلم لیں المقیمین الصلوٰۃ کا لفظ بھی غلط ہے

مدے مقیمون ہونا چاہئے کیونکہ حالت نصب میں ہے اس آیہ کی نسبت عایشہ اور ابان
بن عثمان کہتے ہیں کہ یہ کاتب کی غلطی ہے اُس کو صحیح کر لو مقیمون بناؤ۔ اسی طرح سے
سورۂ طٰہٰ میں ان ہذین لساحران میں ہذین پڑھو جس کی نسبت سب کا دعویٰ ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے اور
عثمان نے کہا اس سے نہ حلال حرام ہوتا ہے نہ حرام حلال لہذا چھوڑ دو کہ عرب اپنی زبان
سے درست کر لینگے۔

{مترجم کہتا ہے کہ گذشتہ نمبروں میں آپ حضرات دیکھ چکے ہیں کہ ایسے ہی ایک لفظ
کے بارہ میں عمر صاحب اور ابی بن کعب کے کسقدر تکراریں ہو چکی ہیں کہ عمر صاحب کو
چونکہ معلوم نہ تھا وہ غلط پڑھ رہے تھے اور اپنی غلطی پہ مصر تھے۔ ابن کعب نے کس کس
طرح ان کی حرمت کی کاذب وغیرہ سب کہا۔ باپ دادا کا ذکر خیر بھی آگیا کہ آخر عمر صاحب
کو ماننا پڑا اور قرآن میں تصحیل کرنا پڑا۔ مگر یہاں عثمان کی دلیری قابل دید ہے کہ
خود کہہ رہے ہیں یہ غلط ہے جسپر لوگ کہتے ہیں کہ درست کر دو مگر وہ نہیں مانتے اور اس غلطی
کو باقی رکھتے ہیں اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اُن کے دل میں کسقدر قرآن کی عظمت تھی}

توجہ اور در منثور سیوطی میں ہے اخرج ابن ابی داؤد عن عبد الاعلی بن عبد اللہ
بن عامر القرشی قال لما فرغ من المصحف اتی بہ عثمان فنظر فیہ فقال قد احسنتم
و اجملتم اری شیئاً من لحن ستقیمہ العرب بالسنتہا قال ابن ابی داؤد وھذا
عندی یعنی بلغتہا فینا و الا فلو کان فیہ لحن لا یجوز فی کلام العرب جمیعاً لما
استجاز ان یبعث الی قوم یقرؤنہ و اخرج ابن ابی داؤد قال لما اتی عثمان
بالمصحف رای فیہ شیئاً من لحن فقال لو کان الملی من ھذیل والکاتب من
ثقیف لم یوجد فیہ ھذا و اخرج ابن ابی داؤد عن قتادہ ان عثمان
لما رفع الیہ المصحف فقال ان فیہ لحناً و ستقیمہ العرب بالسنتہا و اخرج
ابن ابی داؤد عن یحیی بن یعمر قال عثمان ان فی القرآن لحناً و ستقیمہ العرب
بالسنتہا اور تفسیر اتقان سیوطی میں ہے حدثنا حجاج عن ہارون بن موسیٰ
اخبرنی الزبیر بن الخریت عن عکرمہ قال لما کتبت المصاحف عرضت علی عثمان

فوجد فيها حروفا من اللحن فقال لا تغيروها فان العرب ستغيرها اى قال ستعربها بالسنتها لو كان الكاتب من ثقيف والمملى من هذيل لم يوجد فيه هذه الحروف واخرجه من هذه الطريق ابن الانباری فی كتاب الرد على من خالف مصحف عثمان وابن اشتة فی كتاب المصاحف ثم اخرج ابن الانباری نحوه من طريق عبد الاعلى بن عبد الله بن عامر وابن اشتة نحوه من طريق يحيى ابن يعمر اور تفسير فقيہ ابو الليث سمرقندی میں ہے جو مصنف بستان العارفين ہیں اور قدمای معتبرین اہل سنۃ سے ہیں جن کے محامد و مناقب اعلام الاخیار کفوی میں تفصیل مذکور ہے۔ عبارت تفسیر مذکور یہ ہے قال ای ابو عبيد وروی عن عثمان رض انه عرض عليه المصحف فوجد فيه حروفا من اللحن فقال لو كانت الكاتب من ثقيف والمملى من هذيل لم يوجد فيه هذه الحروف

**مترجم کہتا ہے** خلاصہ ان سب روایتوں کا وہی ہے جو مکرر مذکور ہوا (۱) عثمان کے پاس جب قرآن لایا گیا اور انھوں نے دیکھا تو کہا اسمیں غلطیاں گئی ہیں۔ اگر کاتب قبیلہ ثقیف سے ہوتا اور لکھنے والا ہذیل سے تو یہ غلطیاں نہ ہوتیں جس سے معلوم ہوا کہ کوئی نوشتہ مستقل انکے پاس نہ تھا جس سے یہ قرآن لکھا گیا ہو۔ بلکہ محض یاد پر لکھا گیا۔ جسپر عثمان صاحب کہتے ہیں کہ اگر لکھنے والا ثقیف سے ہوتا جسکو کتابت کا کچھ سلیقہ زیادہ ہوگا۔ اور لکھوانے والا قبیلہ ہذیل سے جس کا تلفظ غالبا زیادہ درست تھا۔ تو یہ غلطیاں نہوتیں پھر بتائے کہ ایسا مجموعہ کہانتک غلطی سے محفوظ رہ سکتا ہے کیونکہ عرب کی جہالت تو مسلم ہے اور اگر کوئی نوشتہ موجود ہوتا تو اسکی کیا ضرورت۔ کیونکہ اسی نوشتہ سے مقابلہ کرکے صحیح کرلیا جاتا (۳) بہت سی غلطیاں تھیں لم یوجد فیہ هذه الحروف یہ غلطیاں اسمیں نہوتیں جو دلیل کثرت ہے (۴) عثمان نے بتاکید منع کیا کہ اس کو تغیر نہ دو۔ عرب خود درست کرلینگے۔

ان عبارتوں پر غور کیجئے تو معلوم ہو عثمان صاحب کے دل میں قرآن کی کہانتک عظمت تھی کہ قرآن کی غلطی کے درست کرنے سے مانع ہیں اور عربوں کے حوالہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی زبان سے درست کرلیں گے کیا غضب ہے یہ نہیں معلوم تھا اس قرآن کو غیر عرب پڑھیں گے پھر کیونکر درست کرسکتے ہیں کیونکہ انکے زمانہ تک تو علم نحو کے بھی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور اگر عرب ایسے ہی تھے کہ ہر کس و ناکس انھیں درست کرسکتا تو پھر غلطی ہی کیوں ہوتی۔ کیونکہ لکھنے والے بھی عرب ہیں بلکہ خاص

زید ابن ثابت صحابی ہیں۔ اور لکھوانے والے بھی عرب ہی تھے اسپر بھی غلطی ہوئی۔ تو پھر کس عقل سے خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ عرب اپنی زبان سے درست کرینگے۔

طرہ اس پر یہ ہے کہ عثمان صاحب کو اس زحمت کی ضرورت ہی اسی وجہ سے پڑی تھی کہ اختلاف امت کو دفع کریں۔ اسی اختلاف کے مٹانیکو انھوں نے یہ سارا کاروائی کی اور پھر اسی اختلاف میں بلکہ اُس سے بدتر اختلاف میں اپنی امت کو چھوڑ گئے دیکھو کنز العمال میں ہے فرأى حذيفة اختلافهم في القرآن فقال لعثمان أدرك هذه الامة قبل ان يختلفوا في الكتاب اور دوسری روایت میں ہے فجعل المعلمان يتلقون فيختلفون حتى ارتفع ذالك الى المعلمين حتى كفر بعضهم بقرأة بعض فبلغ ذالك عثمان فقام خطيبا فقال انتم عندى تختلفون وتلحنون فمن نأى عنى من الامصار اشد اختلافا واشد لحنا فاجتمعوا يا اصحاب محمد فاكتبوا للناس اماما ص ۲۸۲

یعنی حذیفہ نے لوگوں کا اختلاف دیکھ کر عثمان سے کہا امت کی جلد خبر لو قبل اسکے کہ وہ اختلاف کریں قرآن میں اور لڑکے جو یاد کرتے تو ان میں اختلاف ہوتا۔ یہانتک کہ معلموں تک یہ قصہ گیا۔ انھوں نے ایکدوسرے کی تکفیر کی اس اختلاف قرأت سے جب عثمان کو معلوم ہوا تو انھوں نے خطبہ میں کہا تم ہماری سامنے اختلاف کرتے ہو اور غلطی کرتے ہو تو جو لوگ ہم سے دور ہیں وہ اور بھی اختلاف کرینگے اور غلطی کرینگے۔ پس اے اصحاب محمد تم مجتمع ہو کر انکے لئے ایک امام بناؤ۔

ان عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ محض دفع اختلاف ہی کے لئے تو یہ کیا گیا ایک قرآن ترتیب دیا پھر اسمیں ایسی غلطی چھوڑنا جسکو خود کہہ رہے ہیں کہ غلطیاں ہیں کس قسم کی اسلامی ہمدردی ہے اور یہ کہنا کہ عرب خود درست کریں گے کس درجہ کی نے پروائی ہے۔ اسلام سے اور خفت رای وعقل کیونکہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ کس قسم کا اختلاف ہو رہا ہے اور کیسا فساد قایم ہو گیا ایک دوسری کو کافر کہہ رہا ہے۔ خود خلیفہ کہتے ہیں جب تمھارا یہ حال ہے کہ ہمارے سامنے رہ کر اسقدر غلطیاں کرتے ہو۔ تو جو لوگ دور ہیں وہ کس قدر غلطیاں

کرینگے۔ اس قرآن میں غلطی رہنے دینا کس درجہ اسلام کو مورد الزام بناتا ہے۔ قرآن کو غلط کہنا کس قدر گستاخانہ بات ہے

**ترجمہ** حضرات اہل سنت نے ان روایتوں کے متعلق جن سے قرآن کی غلطیاں ظاہر ہیں عجیب عجیب ڈھنگ نکالے ہیں اور ہر ایک نے ایک نیا ترانہ بنایا ہے کوئی کچھ الاپتا ہے کوئی کچھ گاتا ہے جا بجا ہیں کہ تاویل بلکہ تحریف کر کے ایک طرف قول عثمان کو دربارۂ اغلاط قرآن درست کریں دوسری طرف پھر اپنا یہ دعوی قایم کریں کہ قرآن میں کسی طرح کی غلطی نہیں ہر طرح مکمل ہے۔ مگر دونوں کا اجتماع ناممکن ہے اسی وجہ سے کوئی بات انکی درست نہیں ہو سکتی۔

**پہلا جواب** ابن روزبہان نے بجواب علامہ حلی اعلی اللہ مقامہ لکھا ہے و اما عدم تصحیح لفظ القرآن لانہ کان یجب علیہ متابعۃ صورۃ الخط وھکذا کان مکتوبا فی المصاحف ولم یکن التغییر لہ جائزا فترکہ لانہ لغۃ بعض العرب انتہی علامہ حلی علیہ الرحمہ نے کتاب منہج الحق میں ثعلبی کی وہ روایت لکھی تھی جو سابقا مذکور ہوئی کہ قرآن میں غلطی ہے جسکو عرب اپنی زبان سے درست کرینگے۔ اسکے جواب میں ابن روزبہان لکھتے ہیں کہ اس وجہ سے عثمان نے اسکو نہیں درست کیا کہ ان پر متابعت صورۂ خط واجب تھی اور چونکہ بعض مصحف میں یوں ہی لکھا تھا اور تغیر جایز نہ تھا اس لئے انھوں نے چھوڑ دیا کیونکہ بعض عرب کی وہی لغت ہے

سبحان اللہ کیا فہم ملا ہے کہ ایک عثمان کی تو فکر ہوئی کہ انکی جان کسی طرح الزام سے بچ جائیں کہ کیوں قرآن کو صحیح نہ کیا۔ اور اسکی کوئی پروا نہیں کہ قرآن پر غلطی کا اطلاق ہو رہا ہے کہ عثمان صاحب وغیرہ کہہ رہے ہیں قرآن غلط ہے۔ تو اصل اعتراض یہ ہے کہ قرآن کو غلط کہہ رہے ہیں نہ یہ کہ اُس کو درست نہیں کرتے (کیونکہ یہ دوسرا اعتراض ہے)

**مترجم کہتا ہے** غرض یہ ہے کہ کلام عثمان کہہ رہا ہے کہ خود قرآن میں غلطی ہے یعنی کلام خدا جو نازل ہوا اس میں غلطی ہے۔ جو ناممکن ہے اور قایل و مدعی اس کا کافر ہے۔ ابن روزبہان اصل اعتراض کو تو ہضم کر گئے۔ اور جواب یہ دیا کہ اس وجہ سے نہ درست کیا کہ بعض مصاحف میں یوں ہی تھا۔ پس شیعوں کا الزام اس کلام عثمانی سے دو طور سے ہے ایک تو یہ کہ عثمان اسکے قائل ہیں کہ کلام خدا میں غلطی ہے جس کا قایل باتفاق اہل اسلام کافر ہے۔ دوسرے یہ کہ اہل سنت

مدعی ہیں کسیطرح کا نقص موجودہ قرآن میں نہیں ہے جو اس کلام عثمان سے باطل ہوتا ہو کیونکہ کم سے کم اس کا تو اقرار کرنا ہوگا کہ عثمان کا مطلب اگر نفس قرآن کی غلطی سے نہیں ہو بلکہ اس لکھے ہوئے اور ترتیب دی ہوئی قرآن کی غلطی ہو ضرور ہے تو بہر طور سنیوں کا عقیدہ باطل )

**ترجمہ** ابن روزبہان سے اصل اعتراض کا تو کوئی جواب نہو سکا۔ اسکی وجہ بتانے لگے کہ کیوں نہ عثمان نے درست کیا۔ کیا خوب لکھا ہے علامہ شوستری رحمہ نے احقاق الحق میں کہ اب اسکے کہ جو جواب دیا گیا ہو یہ ایسا جواب ہو کہ کوئی مبہوت جواب دے کیونکہ مصنف (علامہ حلی رحمہ) کا اعتراض تو یہ تھا کہ عثمان یہ کہہ رہے ہیں کہ قرآن ایسی غلطی پر مشتمل ہے جو مذموم ہو اور مخل فصاحت اور ابن روزبہان اسکے جواب سے چشم پوشی کرتا ہو اور اس کا جواب دیتا ہو کہ عثمان نے کیوں نہ درست کیا حالانکہ خود عثمان نے تصریح کر دی ہے کہ یہ غلطی قرآن کی ایسی ہے کہ قابل اصلاح نہیں اور اسکی اصلاح کی ضرورت نہیں کیونکہ کہتے ہیں چھوڑ دو نہ یہ حلال کو حرام کرتا ہو نہ حرام کو حلال (جس سے معلوم ہوا کہ وہ اصل قرآن کی غلطی کے قایل ہیں) اس مرد ناصبی نے چونکہ اس اعتراض کو لاجواب پایا اسکے جواب سے چشم پوشی کی اور اسکی وجہ بتائی کہ کیوں نہ عثمان نے درست کیا حالانکہ جن لوگوں نے یہ وجہ نکالی ہے ان کا مطلب بھی عثمان پر اعتراض کرنا ہو۔ اور انکی غلطی بتانا کہ تم جو یہ سمجھے کہ قرآن میں غلطی ہے یہی غلط ہو کیونکہ بعض لغات عرب میں یہی درست ہو کہ اِنَّ کی خبر کو رفع ہو (اِنَّ ھذان لساحران) تو جو قول بغرض اتمام الزام تھا اسی کو آپ اپنی حماقت سے جواب میں پیش کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر عثمان کو یہ معلوم ہوتا کہ بعض لغت عرب میں یوں ہی ہو تو اس طرح نے سمجھا نہ کہتے کہ قرآن میں غلطی ہو جس کو عرب اپنی زبان سے درست کر لینگے کیونکہ اس کا صریحی مطلب یہی ہے کہ نفس قرآن میں غلطی ہو جو صریح اُن کی غلطی ہے۔ یہ خلاصہ ہو تقریر علامہ شوستری کا احقاق الحق میں۔

اب خود علامہ صاحب استقصا اعلی اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ ابن روزبہان سے نہایت تعجب ہے کہ وہ ایسا جواب دیں کہ چونکہ پہلے سے ایسا ہی لکھا ہوا تھا اس وجہ سے تغیر دینا لازم کو جائز نہ تھا۔ حالانکہ تم مذکورہ بالا روایتوں میں پڑھ آئے ہو کہ حمیدہ بنت ابی

# اصلاح

وہ ماہانہ رسالہ ہے جو آٹھ برس سے فرقہ حقہ شیعہ کی حمایت اور نصرت میں جان لڑا رہا ہے جبکہ کوئی اخبار و رسالہ اس فرقے کا نہ تھا اس نے قوم کی اصلاح اور مخالفین کے دفعیہ کا بیڑا اٹھایا اور قوم نے اپنے کل اغراض ملکی و مالی کا اسکو سرپرست و نگران بنا لیا۔

اس دفتر اصلاح نے آجتک جسقدر کتابیں علم کلام میں شائع کیں اور جسقدر مخالفوں کا جواب دیا قوم میں مشہور ہے۔ دو سال سے تنقید بخاری کا سلسلہ جاری ہے۔ اہلسنت کے اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح البخاری کی شرح اس خوبی سے کیجاتی ہے کہ صحیح اور اتفاقی روایتیں الگ ہو جاتی ہیں اور وضعی و غلط روایتیں الگ باوجود ان خوبیوں کے قیمت صرف ۶؍ سالانہ

**تنقید بخاری** پہلا حصہ اصلاح جلد ۷ سے شروع ہوا اور نمبر ۸ جلد ۸ پر ختم ہوا بوجہ کثرت شوق شائقین دوبارہ حصہ اول چھپوایا گیا ہے جسمیں صحیح بخاری کے پہلے باب کی کل حدیثوں پر تفصیلی و مختصر نظر کیگئی ہے جسکے ملاحظہ سے خدا یاد آتی ہے قیمت ۸؍

**الشمس** الشمس نے اہل سنت کے وہ اسرار کھولے ہیں جو آج تیرہ سو برس میں بھی نہ کھلے تھے اگر تمام عالم کے اہلسنت جمع ہوں تو بھی کوئی جواب صحیح و معقول نہیں دیسکتے قیمت جلد اول (۸؍) قیمت جلد ثانی (۶؍)

# نہج البلاغہ

اس کتاب مستطاب سے کون ناواقف ہوگا کہ جناب امیر المومنین امام المتقین مظہر العجائب والغرائب الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے خطوط اور مختلف حدیثیں نیز مسلمانوں کی ترقیوں کا دارومدار ہے جناب سید رضی نے اسمیں جمع کی تھیں قدیم زمانہ سے شروح عربی فارسی میں لکھی گئیں مگر باینہمہ یہ کتاب بلکہ نایاب تھی۔ جناب فخر العلما دام ظلہ نے بامحاورہ ترجمہ کیا اور مبسوط شرح تحریر فرمائی مگر چونکہ کتاب بہت ضخیم تھی اسلیے باقتضاء ہر سال اسکے ۱۲ جزو ۲۲+۲۹ تقطیع پر شائع ہو ۶؍ سالانہ مقرر کیا گیا ہر مہینہ ۵ پرچہ جزو شائع پوری کتاب کی قیمت ... 

**رسالہ وضو** جسنے دنیا کو سنوا دیا کہ اسلام میں حق شیعہ ہے جسکا وضو اور نماز افعال مطابق کتب سنت ہے یہ الیس جسمیں زیادہ کتب معتبرہ اہلسنت سے لکھی گئی ہیں نماز رسول اللہ کا ہے جو شیعوں میں جاری ہے قیمت

**مناظرۃ الجدید** حصہ اول جسمیں قرآن اور احادیث رسول اللہ جناب امیر جسمیں افعال عائشہ و صحابہ تابعین و ائمہ مجتہدین و خلفاء اہلسنت بالخصوص معاویہ بن ابی سفیان بصراحت تمام مذکور ہے آجتک اس مادہ میں ایسی کوئی کتاب نہ لکھی گئی تھی۔ قیمت فی جلد ۱۲؍